سلسلہ مطبوعات نمبر
قریشی بکڈپو کوچہ چیلان دہلی

ابن سعود
اور
ماثر متبرکہ

ن نجد یا جدید ملک الحجاز کے گذشتہ اور موجودہ واقعات زندگی پر تبصرہ عجیب و غریب
حالات کے دلچسپ انکشافات معاشری و ملی پابندیوں کیساتھ عیش و تنعم پروری مذہبی
ود کے پردہ میں اماکن مقدسہ و ماثر متبرکہ کی تباہی و بربادی۔ وہابیت کا حیرت انگیز
ش و عمل درآمد مسلمانان عالم کے متعلق خیالات اور نظریہ ارتباط و افتراق سیاسی
یں جاہ طلبی اور ہوس ملک رانی کی جدوجہد نہایت موثر طریقہ سے بغیر کسی
جنبہ داری یا التعصب کے نہایت تحقیق و تدقیق سے سمت تحریر میں آئے ہیں
وہ واقعات جن کے سننے کے لئے دنیا بیچین ہے بڑی تلاش سے فراہم کئے گئے
ں اور دنیائے اسلام نے جس جوش و خروش سے رائے زنی کی ہے اسپر منصفانہ
نقید کی گئی ہے۔ ناول اسقدر دلکش ہے کہ بغیر ختم کئے ہوئے ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہیگا

از جناب ابوالعلا مولوی محمد عظمت علی صاحب حسرت لکھنوی

پبلشر

جناب منشی حامد حسین قریشی فریدآبادی خوشنویس مالک قریشی بکڈپو کوچہ چیلان دہلی

مطبوعہ جامعہ ملیہ برقی پریس دہلی

التماس

ناظرینؒ نے اگر اس سلسلہ کو پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرمایا تو آیندہ بھی جرات
ہوگی کہ ڈھائی سال کے کثیر واقعات جو کئی سو صفحات پر ختم ہوں گے حصوں میں ترتیب
دیتے رہیں اور ازراہ قدردانی ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اُن کا اسم گرامی درج
رجسٹر کریں تاکہ دوسرا حصہ تیار ہونے پر ابتدا ہی میں اون کی خدمت میں بھیج سکیں
تاجران کتب سے بھی گذارش ہے کہ ہماری کتابیں فرمائشیں بھیج کے طلب فرمائیں
ہم نے تاجروں کے ساتھ مخصوص رعایتیں مدنظر رکھی ہیں اور ہمارا انتخاب اشاعت
طباعت وکتابت کی خوبیاں ہماری کتابوں سے ظاہر ہے ہماری حوصلہ افزائی
آپکی یاد فرمائی پر منحصر ہے۔

منیجر قریشی بکڈپو کوچہ چیلان
دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

ایہا الناظرین - آج میں اُس جبروتی اور خود ساختہ فرمان روا کے حالات سمت تحریر میں لاتا ہوں جس کی قہرمانی اور انانیت نے دنیائے اسلام میں ہلچل ڈالدی ہے مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ اس افسانہ ناشنوا کو لکھتے ہوئے مجھ پر دو متضاد کیفیات کا اثر ہے یعنی مسرت بھی ہے اور نفرت بھی مسرت اس لئے کہ جن حقیقتوں کو بے نقاب ہونا چاہیئے اُن پر مجھے دسترس ہوگا اور میں نہایت وثوق واطمنان سے بحیثیت واقعہ نگار اپنا فرض ادا کروں گا اور نفرت اس جہت سے ہے کہ انانیت سوز وملّت فروشانہ کوائف کا نشر کرنا پڑے گا جسے درحقیقت قعر گمنامی میں پڑجانا مناسب تھا۔ اگر میری یہ غایت بھی پوری ہوسکتی کہ زمانہ اُن واقعات دلخراش کو چند روز میں محو کرسکتا اور حرف غلط ثابت ہوتے تو بھی ایسی جرأت نہ کرتا افسوس کہ میرے خیال سے زیادہ اُون کی شہرت ہوچکی ہے اور دنیائے اسلام کے قلوب اس قدر متاثر ومجروح ہوچکے ہیں کہ یہ خراش صدیوں اُون کے دلوں سے نہ جائیگی - یہ وہ خلش ہے جو محبان ملّت کے کلیجوں میں ناسور ڈال چکی - اوراق تواریخ ہمیشہ جلی حرفوں میں ان حالات کا مظاہرہ کرتے رہیں گے -

مذہب کا درد رکھنے والے اُوس کی حرکات بہیمیہ پر آٹھ آٹھ آنسو روچکے اور تاحیات گریۂ بے اختیار پر مجبور ہیں۔ دنیا کے ہر حصّہ ملک میں جہاں اسلام کے

نام لیوا آباد ہیں ہر کہ و مہ سب سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے نام سے واقف ہے
بقول شخصے "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" یہ میں وثوق کے ساتھ نہیں
کہتا کہ ابن سعود کا نام ہر جگہ نفرت و اکراہ کے طور پر لیا جاتا ہے۔ لیکن اغلب ترین
عالم اسلام میں قبائح و رذائل اعمال کی بدولت جذبۂ نفرت پیدا ہوگیا ہے۔
کچھ ہمنوا اور ہم خیال بھی ہیں جو بدعات و سئیات کو مستحسن تصور کرتے ہیں۔

انہدام آثار مقدسہ کے عمل سے پہلے کچھ تعلیم یافتہ طبقہ ملک الحجاز کو امیر نجد
کی حیثیت سے جانتا تھا۔ لیکن نہ خصوصیات تھے نہ امتیازات چنانچہ اخباری
دنیا میں ان کے متعلق مخالف و موافق ادبا نے اپنے زریں خیالات کا نہایت
شد و مد سے اظہار کیا اور یہ مسئلہ بہت دنوں زیر بحث رہا کہ اون کے عقائد کیا
ہیں اور ان حرکات سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ کچھ اس پارٹی چوٹی کا
زور صرف کرتے رہے کہ بڑے متشرع اور شافعی مسلک رکھتے ہیں اور کچھ دلائل
واضحہ و براہین قاطعہ سے یہ ثابت کرتے رہے کہ نہایت طامع اور خود غرض ہیں
اختلاف عقائد کے ساتھ مذہبی تعصب کا عنصر غالب ہے۔ آثار متبرکہ و
مقابر مقدسہ کا قیام ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے۔ آخر بین
مزار کھد یا گیا۔

ہم متذکرہ بالا امور سے واقفیت کے باوجود اپنی ذاتی رائے اس بارہ
میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اور مثال ہیں واقعات لکھتے ہیں جن کے پڑھنے
سے خود بخود تمام امور واضح ہو جائیں گے۔ اور ہر ناظر نتیجہ تک پہونچ جائیگا
ساتھ ہی اس کے اول تو ہماری رائے کوئی وقعت نہیں رکھتی اور بالفرض
ہم اسے خود وقیع بھی سمجھیں تو واقعہ نگار کی حیثیت سے یہ ہمارا منصب نہیں
البتہ اس کی کوشش ضرور کریں گے کہ تمام چھپے کھلے واقعات بے کم و کاست

لکھ جائیں۔

ذیل کا مضمون ایک تیسرے شخص کے مشاہدہ وتجربہ کا نتیجہ ہے جس نے بغیر رورعایت یا تعصب وعداوت کے تحریر کیا ہے۔ یہ حصہ مضمون مسٹر فلبی کے سفرنامہ "دی ہارٹ آف عربیہ" کا اقتباس ہے جو اپنی حکومت کے ایماء سے بادشاہ الحجاز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باہمی مکالمہ سے ماخوذ کیا۔

وہوا ہذا:۔

عبدالعزیز ابن سعود حاکم نجد کو وہابی امام کہتے ہیں حالانکہ وہ خود اپنے والد عبدالرحمٰن کو اسی لقب سے یاد کرتے ہیں (صفحہ ۳) اسلام میں ایام جاہلیت سے وہ زمانہ مقصود ہے جو بعثت حضرت محمد صلعم سے قبل کا زمانہ تھا لیکن وہابی محمد ابن عبدالوہاب کے زمانہ سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں (صفحہ ۲۶)

سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک سو وہابی رات کے وقت حفوف میں داخل ہو گئے اور ترکی افسروں اور سپاہیوں کو مار بھگایا۔ صبح تک سوائے مسجد ابراہیم پاشا کے جس میں ترکی افسر اور سپاہی مع اہل وعیال کے پناہ گزیں ہوئے تھے۔ تمام مقامات پر ابن سعود کا قبضہ ہو گیا۔ اُن کے آدمیوں نے شہر کے دروازے ابن سعود کے واسطے کھول دیئے وہ داخل ہوئے اور ایسا انتظام کیا جو اُن کیلئے مخصوص تھا۔ مسجد کے نیچے ایک سرنگ کھود کے جس قدر بارود ملی بچھا دی گئی اور ترکی افسر کو پیام دیا گیا کہ یا تو اطاعت کرو یا مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(صفحہ ۲۸)

میں اپنی گورنمنٹ کی طرف سے ابن سعود کے پاس ایک مشن لیکے گیا تھا اور مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ میں ابن سعود سے گفتگو کر کے وسط عرب کے حالات پر جہاں تک اُن کا تعلق جنگ عظیم سے ہے ایک رپورٹ تیار کروں۔ یہ امید

کی گئی تھی کہ میں ابن سعود کو بہ نسبت پہلے کے زیادہ سرگرمی سے کام کرنے کے لئے رضامند کرلوں گا۔ ملک معظم کی پالیسی جس کا اجراء سول کمشنر مسوپٹامیا (عراق عرب) کے ذریعہ سے ہوتا تھا تین مقاصد پر مبنی تھی۔ اول جو ریاستیں جنگ عظیم میں متحدین کے شریک کار تھیں اُن میں باہم دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں دوسرے غنیم کے ملک کی حدود پر جو عرب سے ملحق ہے ایسی سلسلہ بندی ہو کہ کوئی اندر داخل نہ ہوسکے۔ تیسرے ان عرب ریاستوں کی فوجی قوت موقع موقع پر کام میں لائی جاسکے۔ ابن سعود کو اپنی فوجی قوت کا اندازہ تھا اور وہ ہماری طرف سے اُسے استعمال کرنے پر رضامند بھی تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ شرکت عمل اُن کے لئے کس قدر مفید ہے پہلا فائدہ تو یہ تھا کہ ہمسایہ ریاستوں کے مقابلہ میں اُن کی پوزیشن بہت مستحکم ہوجائے گی۔ دوسرے اُن کو گورنمنٹ برطانیہ سے مالی امداد پہنچتی رہیگی۔ (صفحہ ۸۰)

عبدالعزیز ابن سعود نے بڑے خلوص واحسانمندی سے اُن دوستانہ تعلقات کا تذکرہ کیا جو جنگ عظیم کی وجہ سے اُن کے ملک اور انگلستان کے مابین قائم ہوگئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرا شباب تھا جبکہ کرنیل لوئیس پلی میرے والد کے عہد میں آئے تھے۔ اسی وقت سے اتحاد کی بنیاد پڑی (صفحہ ۸۵ و ۸۶)

ایک روز میں نے ابن سعود سے کہا کہ اس تجویز کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ سویز سے کویت یا بصرہ تک آپ کے اندرون ملک میں ریلوے لائن تعمیر کی جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ "واللہ جنابمن ہم ایک طرف سے مطمئن ہیں اور دوسری جانب سے غیر مطمئن ہم کو انگریزوں کی طرف سے اطمینان ہے لیکن ترک اور جرمن کی طرف سے نہیں ہے۔ واقعی اُس زمانہ میں ابن سعود کو

انگریزوں کی طرف سے کامل اطمینان تھا۔ اور وہ اس معاہدہ پر کلیتہً قائم رہنا چاہتے تھے جو اُن کے دادا اور کرنیل لوئیس پلی کے درمیان گذشتہ صدی ۱۸۶۵ء میں شروع ہوا تھا اور جس پر ابن سعود کو فخر و ناز تھا خود کرنیل پلی کی تحریروں سے جن میں اس متعصب بادشاہ فیصل اور پلی کی ملاقاتوں کا حال تھا کسی پختہ معاہدہ کا پتہ نہیں چلتا تھا میری خواہش تھی کہ ریاض کے شاہی دفاتر کے کاغذات دیکھوں کہ اُنمیں یہ واقعہ کس طرح تحریر کیا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ابن سعود سے دریافت کیا کہ اگر اُس معاہدہ کی کوئی نقل ہوتی تو میں بھی دیکھتا کیونکہ میں نے یہ معاہدہ آجتک مشاہدہ نہیں کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تو نقل نہیں ہے۔ لیکن گورمنٹ آف انڈیا کے پاس ضرور ہوگی اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ اپنے شرائط کی پابندی کرتے رہیں گے۔

ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ ابن سعود نے ایک مجلس شوریٰ شریفی تعلقات پر غور کرنے کے لئے منعقد کی تھی اور انہوں نے بعض اہل مجلس کے شکوک کو جو انگریزوں کی طرف سے تھے یہ کہہ کے رفع کردیا "قلبی اعطانی قول من طرف حکومتہ" اور وہ کافی ہے (صفحہ ۳۰۷ و ۳۰۸)

سر ریجنالڈ ونگیٹ ہائی کمشنر مصر کا ایک خط جس میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ اُس موروثی عداوت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا جو وہابیوں کو ترکوں کی طرف سے ہے۔ یہی خط میرے لئے "حائل" پر وہابیوں کو حملہ کرنے کی ترغیب کا ذریعہ ہوا۔ میں نے کہا کہ گورمنٹ برطانیہ عظمیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ سے پوری حمایت کا وعدہ کرلوں صرف حائل ابن راشد سردار فرقہ شمر کا دارالسلطنت پر حملہ ایسی چیز ہے جس سے ابن سعود کو وہ شہرت حاصل ہوسکتی ہے۔ جو شریف نے ترکوں پر حملہ کرکے حاصل کی ہے ابن سعود نے میری گفتگو کو پسندیدگی سے

سُنا (صفحہ ۳۱۱)

میں نے ابن سعود سے دریافت کیا کہ کیا واقعی میرے قیام سے کوئی نقصان متصور ہے انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں آپکا قیام ہمارے لئے مفید ہے۔ ابن سعود اپنی دوراندیشی سے سمجھتا تھا کہ اگر لڑائی کا نتیجہ فیصلہ کن نہ ہوا تو ترک ابن راشد کو وہابیوں پر حملہ کرنے میں مدد دیں گے۔ کیونکہ ترکوں نے ابن راشد کو وسط عرب کی حکومت دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ایسی دوراندیشی کی بنا پر ابن سعود انگریزوں سے اتحاد کو نہایت ضروری سمجھتا تھا (صفحہ ۳۱۲)

میں نے ابن سعود سے کہا کہ کاکس (میجر جنرل سر پرسی کاکس جی۔سی۔آئی ای کے۔سی۔ایس۔آئی۔کے۔سی۔ایم۔جی) اور میں نے حتی الامکان کوئی سفارش آپ کے واسطے اٹھا نہیں رکھی لیکن گورنمنٹ کی نگاہوں میں حائل بساط جنگ پر صرف ایک حقیر مہرہ ہے۔ البتہ آپ کے لئے ایک چیز ہے۔ موجودہ جنگ کی رُوداد سے آپ کو یہ ایک موقعہ ہاتھ آیا ہے کہ آپ انگریزی روپیہ اور سامان جنگ سے حائل کو قابو میں لاکے پورے وسط عرب کے مالک بن بیٹھیں لیکن اگر آپ نے یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جانے دیا اور لڑائی ختم ہونے پر عرب کی ریاستیں موجودہ شکل پر باقی ہیں تو پھر انگریزی امداد آپ کو نہ مل سکیگی (صفحہ ۳۱۰)

ایک دفعہ پھر میں نے ابن سعود سے دریافت کیا کہ انگریزی معاہدہ کے متعلق آپ کے بھائیوں کے خیالات کیا ہیں ابن سعود نے جواب دیا کہ یہ غلط ہے کہ وہ آپ کے دشمن ہیں کیونکہ ہمارے مذہب کی رو سے آپ لوگ اہل کتاب ہیں نہ کہ مشرکین وکفار اور وہابیوں کو مشرکین ہی سے نفرت ہے مگر ہم لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں خصوصاً شہروں کے باشندے جنہوں نے سیاحت کی ہے یا غیر ملکوں میں تعلیم پائی ہے یہ لوگ ترکوں سے اس بنا پر ہمدردی رکھتے ہیں کہ ترک مسلمانوں کے

نمائندے ہیں اور اسی وجہ سے یہ لوگ انگریزوں کے خلاف ہیں لیکن ایسے لوگوں کا دفعیہ
بہت جلد کر دیا جاتا ہے حال ہی میں میں نے دو شخصوں کو اس قسم کے اظہار خیالات پر
سزا دی ہے (صفحہ ۱۷۳)

اس سے پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ ابن سعود نے آدمی کو زبردستی میرے ہمراہ
حجاز بھیجا تھا لیکن واپس آکے مجھے سب سے پہلے اطلاع ملی کہ ایک دوسرے نوجوان نے
جس کا نام ابن خیر تھا ابن سعود کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا تھا اور عبداللہ بن جلوی
کی پناہ لی تھی۔ ابن سعود نے حکم دیدیا تھا کہ اگر مکان کے باہر ملے تو فوراً قتل کر دیا جائے
حال میں ابن سعود حضوت گئے۔ تو عبداللہ نے سفارش کی کہ اوس کی تقصیر معاف
کر دی جائے اور ابن سعود کو سوائے معاف کر دینے کے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ لیکن
اس موقعہ پر اپنے خیالات کا اظہار موثر اور پر جوش الفاظ میں کیا۔

"اے کتے ونکھو ان کپڑوں کو دیکھ جو میں پہنے ہوئے ہوں نہیں نہیں بلکہ وہ کھانا
جو میں کھاتا ہوں وہ بھی انگریزوں کا دیا ہوا ہے پھر کیونکر تو نے ان کو برا کہنے کی جرأت
کی جا اے کتے عبداللہ ابن جلدی کی سفارش نے تجھے بچا لیا" صفحہ (۱۲۹)

میں نے ابن سعود سے سوال کیا کہ جو حاجی اُنکے ملک کے راستوں سے مکہ جاتے ہیں
ان سے کوئی محصول لیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں مسلمان حاجیوں
سے محصول لینا حرام ہے۔ میں ابن راشد اور شریعت مکہ کی طرح مسلمان حاجیوں سے
محصول نہیں لیتا۔ البتہ شیعوں سے جنکو ہم مشرک سمجھتے ہیں۔ محصول لیا جاتا ہے۔
یہ عجیب بات ہے کہ احکام وعقائد مذہبی کس طرح ضرورت کے تابع بنائے
جاتے ہیں جس قدر حاجی نجد کی راہوں سے گذرتے ہیں ان میں غیر شیعوں کی تعداد
بہت قلیل ہوتی ہے اور شیعوں کو مشرک ٹھہرا کر ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے ایک
دوسری مثال اس قسم کی مسئلہ ازدواج ہے ابن سعود نے مجھ سے خود کہا کہ مجھے ان

نصرانیہ یا یہودیہ کے ساتھ نکاح کرلینے میں کچھ بھی پس وپیش نہ ہوگا۔ دوران نکاح میں عورت کو کامل آزادی ہوگی البتہ اولاد کی پرورش بطریق اسلام ہوگی۔ یہود وہ نصاری اہل کتاب ہیں لیکن میں کسی حالت میں بھی شیعہ عورت یا مکہ کی اہلسنت عورت سے نکاح کے لئے تیار نہیں میں نے کہا "کیا مکہ والے اور شیعہ اہل کتاب نہیں ہیں ؟ ابن سعود نے کہا کہ نہیں وہ اہل کتاب نہیں اس قدر ضرور ہے کہ وہ لوگ پیغمبر اور اون کے احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے بعد سے وہ لوگ شرک کرنے لگے ہیں اور محض انسانوں کو خدا کے ساتھ پرستش میں شریک کرتے ہیں کیا وہ لوگ محمدؐ علیؑ حسینؑ اور دوسروں کو درجہ الوہیت پر نہیں پہونچاتے ہیں .....

اس طرح مذہب سیاسی اور شخصی نزاعات کی بنا پر مصلحت کا مطیع بنایا جاتا ہے اور دور دراز کے باشندوں کو بھائیوں اور پڑوسیوں پر ترجیح دیجاتی ہے اس واسطے کہ قریب والوں سے اندیشہ رقابت ہوتا ہے (صفحہ ۲۹۰)

شیعہ تو صاف الفاظ میں مشرک کہے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل سنّت کے پیروؤں کے خلاف جن میں ترک۔ مصری۔ حجازی۔ شامی۔ عراقی۔ ہندی وغیرہ شامل ہیں اون کے لئے بھی وہابی اپنے غصہ اور نفرت کا زہر اگلتے رہتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین سے جو اظہار عقیدت ان لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے تو اوسے وہابی بت پرستی کہتے ہیں۔ اسمار وصفات باری تعالےٰ کے متعلق اہلسنت کا جو مذہب ہے اسے وہابی لوگ بے ادبی سے تعبیر کرتے ہیں اور پیغمبر صلعم وبزرگان دین کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو شرک کہتے ہیں۔ وہابی اہل مکہ کو اہلسنت والجماعت کا نمونہ کہتے ہیں۔ اور جس قدر گناہ خدا اور انسان کے خلاف ہیں اون سب کا مرتکب اون کو سمجھتے ہیں مکہ والوں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ "نیرلون۔ یخونون۔ یشربون۔ یتلوطون۔ یشرکون کے

مرتکب ہوتے ہیں یعنے زنا کرتے ہیں۔ خائن ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ لواطہ کرتے ہیں اور مشرک ہیں (صفحہ ۳۰۲)

مسٹر فلبی کے مندرجہ بالا بیان سے ملک الحجاز کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے ساتھ مذہبی تعصب کا پتہ چلتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن واقعات پر سرسری نظر ڈالتے ہیں جن سے اُون کی نیک نفسی۔ پابندی شریعت یا دوسرے لفظوں میں عیش پرستی اور حیا سوز افعال پر اجمالی تبصرہ ہوتا ہے۔ ہم ملک الحجاز کے بیشتر حالات بغیر کسی تعصب یا طرفداری کے نذر ناظرین کریں گے اور نتیجہ اخذ کرنے کا کامل حق انہیں حاصل ہے۔ حالانکہ بالکل رائے کا محفوظ رکھنا ایک نامناسب فعل ہے اس لئے تمثلاً واقعات کے ضمن میں اشارتاً اپنا خیال ہی ظاہر کرتے رہیں گے اور اس تمہید میں تو دل کھول کے تبصرہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حالانکہ طول مانع ہے۔ ہم نے ہر جگہ قلم کو روکنے کی کوشش کی ہے گو توسن طبع روکے نہیں رُکتا۔ اور واقعات کی کثرت وگوناگونی اور بھی ابھارتی ہے۔ اوس پر بھی تمہید میں ضرورت کے لحاظ سے کم لیکن بادی النظر میں طول ہو گیا۔

مسٹر فلبی اپنی کتاب "قلب عرب" میں تحریر فرماتے ہیں (حصہ اول صفحہ ۹۳)

ایک موقع پر ابن سعود نے مجھ سے پوچھا کہ تم انگریزوں نے طلاق کے مسئلہ کو اس قدر سخت کیوں بنا لیا ہے ...... ہم نجدیوں کو دیکھو کہ جب کسی عورت سے جی بھر گیا اور اُس میں دلچسپی باقی نہ رہی تو اُس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے واسطے تین مرتبہ لفظ "طلاق" کہدینا کافی ہے۔ واللہ میں اب تک پچھتّر عورتیں نکاح میں لا چکا ہوں اور انشاءاللہ ابھی یہ سلسلہ آگے بڑھیگا۔

مسٹر فلبی نے اس پر حاشیہ کا اضافہ کیا ہے کہ اب تو ابن سعود کی ازدواج کی تعداد اکیسو سے متجاوز ہو چکی ہے۔ ابن سعود کی جن بیویوں سے اولاد ہے اُون کے ساتھ

یہ خاص رعایت کی جاتی ہے کہ مکان اور سامان آسائش دیدیا جاتا ہے جس میں وہ اپنے لڑکوں لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کرتی ہیں۔ انہیں عام طور سے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ البتہ جن عورتوں سے کوئی اولاد نہیں ہے اُنہیں عقد ثانی کا اختیار رہتا ہے۔

آگے چلکر مسٹر فلبی کہتے ہیں کہ اب عموماً ابن سعود بیک وقت تین بیویوں کو رکھتا ہے اور چوتھی کے لئے جگہ خالی رہتی ہے تاکہ اگر کسی لڑکی پر دل آجائے تو یہ جگہ پُر کیجا سکے۔ ایسے مواقع پر خیمے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور ابن سعود اپنے کسی ماتحت کو ایک موزوں اور قبول صورت لڑکی کی تلاش میں بھیجتا ہے۔ وہ فرستادہ کوئی لڑکی پسند کر کے لاتا ہے۔ نکاح کے وقت بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی صرف ایک قاضی اور چار گواہ رہتے ہیں اور جب اُس لڑکی سے دل بھر جاتا ہے تو وہ اپنے والدین کے پاس بھیجدی جاتی ہے۔

فلبی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت ریاض میں تھا ابن سعود کی خاص ملکہ اُم محمد و خالد اور ابن سعود کی چچا زاد بہن جوہرہ بنت ساعد تھی۔ یہ خاتون نہایت حسین تھی۔ اس کا ۱۹۱۸ء کے انفلوانزا میں انتقال ہو گیا۔ جس کا ابن سعود کو اس درجہ رنج ہوا کہ ایک سال کے بعد مجھ سے انگلستان میں اُس کے نمائندے نے کہا کہ اس خاتون کے کمرے اپنی اصلی حالت پر مقفل رکھے گئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وہابی حکمراں کو ملکہ کس درجہ عزیز تھی (ناظرین یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنی محبوبہ بیوی کے واسطے بطور یادگار ملک الحجاز نے خود کیسی بدعت شنیعہ کو گوارا کیا ہے)

مسٹر فلبی کی موجودگی میں زوجہ ثانیہ خود سلطان کے بھائی سعد کی بیوی تھی تیسری بنت دخیل قیم میں تھی اور ۱۹۱۹ء تک اوسے طلاق نہیں دی گئی تھی۔

چوتھی زوجہ قبیلہ صدیر کی بنت السدیری تھی جسے یقیناً طلاق دی گئی۔ اس لئے کہ فلبی کی روانگی کے بعد موسم سرما میں ابن سعود نے ایک دوسری لڑکی سے عقد کیا۔
اس موقع پر مسٹر فلبی کا بیان ہے کہ ابن سعود قرآن شریف کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتا ہاں کبھی کبھی احکام شرعی سے فائدہ اٹھا کے باکرہ لونڈیوں سے بھی تعلقات پیدا کرتا ہے۔ مجھے پہلے اس کی خبر نہ تھی میرا خیال تھا کہ وہابیوں میں یہ بات نہیں ہے مگر ابن سعود کے ہمراہ بریدہ کے سفر میں گیا جہاں ایک لونڈی کی غلطی سے یہ راز مجھ پر کھل گیا اگر چار کی تعداد پوری رہی اور دوران سیاحت میں ابن سعود کو کسی خاتون کے حسن کی شہرت نے گرویدہ کیا تو وہ نہایت آسانی سے وہ اپنی ایک موجودہ منکوحہ کو خط کے ذریعہ سے طلاق نامہ بھیجکر نئی شادی کرلیتا ہے صرف مرحوم ترکی (ابن سعود کے بڑے لڑکے کا نام جو انفلوانزا میں فوت ہوا) کی ماں کی طلاق کا معاملہ دردناک ہے۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ دو حقیقی بہنوں سے بیک وقت شادی نہیں ہوسکتی۔ اتفاق سے ابن سعود حائل میں تھا اور حلقہ ازدواج میں ایک جگہ خالی تھی۔ چنانچہ حسب عادت ایک لڑکی منتخب کی گئی اور نکاح و شب خوابی کے بعد ابن سعود کو معلوم ہوا کہ یہ عروس ترکی کی ماں کی حقیقی بہن ہے اس کی اصلاح کی بجز اس کے کوئی صورت نہ تھی کہ زوجہ اولیٰ کو طلاق دی جائے۔
ناظرین آپ سلطان نجد کی نفس پروری اور شریعت کی آڑ میں بہیمیت سے واقف ہوگئے اب جس وقت آپ کو اس محل کی تفصیل معلوم ہوگی تو بالکل اس کے اوصاف و خصائل سے واقف ہوجائیں گے۔ نقل کفر کفر نباشد یہ جو کچھ آپ نے سنا ایک غیر مسلم اور غیر حکومت کے سفیر کا خیال ہے موجودہ معاملات جو روزمرہ پیش آرہے ہیں ان پر غور کیجئے تو چاہے جس قدر آپ نرم مزاج ہوں

ارتداد کا فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں گے اوس کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول مقبول صلعم سے زیادہ مضبوط و کارآمد لٹھ وہ ہے جو ایک وہابی بدو کے ہاتھ میں ہے جسکی تعلیم ہے کہ جو مسلمان نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کرے اوسے داڑھی منڈوا کے اور الٹے گدھے پر بٹھا کے تشہیر کرنا لازمی ہے اوس کی تعلیم ہے کہ حقہ پینا حرام ہے اور مسلمانوں کو مشرک قرار دیکر قتل کرنا اور اوس کے مال پر قابض ہونا حلال ہے۔

اوس کی تعلیم ہے کہ مسلمانوں کی قبریں کھودنا اور ہڈیاں نکال کے پھینکدینا کار ثواب ہے اوس کی تعلیم یہ ہے کہ جو موذن قبل اذان آواز بلند رسول مقبول پر درود بھیجے وہ موذن زناکار عورت سے زیادہ گنہگار ہے اور واجب القتل ہے۔

گذشتہ صدی میں وہابیت کے علمبردار ابن سعود کے بزرگوں نے حرمین شریفین کو تاخت و تاراج کیا تھا اور طائف میں قتل عام کیا تھا مشاہد صحابہ مسمار کئے گئے تھے اس صدی میں وہابیت کے خونخوار دیوتا ابن سعود نے وہی کیا جو اوس کے اسلاف نے کیا تھا بلکہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے اضافہ کے ساتھ کہ حضور سرور کائنات روحی فداہ کے روضۂ اطہر کو بندوقوں کا نشانہ بنادیا۔

اگرچہ انہدام آثار و مقابر بزرگان دین کی خبر ہی نے دنیا کے مسلمانوں کے کلیجوں میں ناسور ڈال دیئے تھے اور اس کا آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ ایسے استبداد پسند بربریت نواز بادشاہ سے کسی مسلمان کو کوئی توقع نہ رکھنی چاہیئے اوس پر دشمن عقل و فراست نے اپنے علماء نجد کا فتوائے شرعی صادر کیا جسکی نقل مع ترجمہ ذیل میں برائے اطلاع ناظرین درج کی جاتی ہے۔

صورۃ فتوی شرعیہ الصدرہا علماء نجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد بن عبداللطیف و سعد بن عتیق و سلیمان مسمعان و عبداللہ بن عبدالعزیز العنقری

وعبداللہ العنقری وعمر بن سلیم وصالح بن عبدالعزیز وعبداللہ بن حسن وعبداللہ بن عبداللطیف ومحمد بن ابراہیم ومحمد بن عبداللہ وعبداللہ بن زاہم ومحمد ابن عثمان الشاوی وعبدالعزیز بن محمد الشتری الی من یراہ من اخواننا المسلمین سلک اللہ بنا وبہم الطریقۃ المستقیم وجنبنا وایاہم طریقۃ اہل الجحیم آمین۔ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد فقد ورد علی الامام سلمہ اللہ تعالے سوال من بعض الاخوان عن مسائل مطلب من الجواب عنہ ماجنباہ بما لفہ۔

اما مسئلۃ البرق (التلغرات) فہو امر حادث فی آخر ہذا الزمان ولا نعلم حقیقتہ ولا رأینا فیہ کلاما لاحد من اہل العلم فتوقفنا فی مسئلتہ ولا نقول علی اللہ ورسولہ بغیر علم والجزم بالاباحۃ والتحریم یحتاج الی الوقوف واما مسجد حمزۃ وابا رشید فافتینا الامام وفقہ اللہ بہدمہا علی القوم واما القوانین فان کان موجوداً منہ شئی فی الحجاز فیزال فوراً ولا یحکم بالشرع المطہر۔

واما دخول خارج المصری بالسلاح والقوۃ فی بلد اللہ الحرام فافتینا الامام بمنعہم من الدخول بالسلاح والقوۃ واظہارہم الشرک وجمیع المنکرات۔

واما المحمل فافتینا بمنعہ من دخول المسجد الحرام ومن تمکنین احد ان یتمسح بہ او یقبلہ وما یفعلہ اہل من الملاہی والمنکرات یمنعون منہ واما منعہ عن مکۃ بالکلیۃ فان امکن بلا مفسدۃ تعین والا فاحتمال احد المفسدتین لدفع اعلاہما سائغ شرعاً۔

واما الرافضۃ فافتینا الامام ان یلزمہم بالبیعۃ علی الاسلام ویمنعہم من اظہار شعائر دینہم الباطل وعلی الامام ایضاً ان یلزم نائبہ علی (الاحساء) ان یحضرہم عند الشیخ ابن بشر ویبایعون علی دین اللہ ورسولہ وترک الشرک من دعا الصالحین من اہل البیت غیرہم وعلی ترک سائر البدع فی اجتماعہم علی

ما تمہم وغیرہا محا لقیمون بہ شعائر مذہبہم الباطلہ ویمنعون من زیادۃ المشاہد کذلک یلزمون بتحلیم ثلاثۃ الاصول وکذلک ان کان لہم محال مبنیۃ الاقامۃ البدع فیہا تہدم ویمنعون من اقامتہ البدع فی المساجد وغیرہا ومن الجاقبول ماذکر ینفی عن بلاد المسلمین ۔

واما البرافضۃ من اہل القطیف فیلزم الامام ابداللہ الشیخ ابن بشران لیبا فرالیہم ویلزمہم بما ذکرنا واما البوادی والقری التی دخلت فی ولایۃ المسلمین فافتنیا الامام یبعث لہم دعاۃ ومعلمین ویلزم نوابہ من الامراء فی کل ناحیۃ بمساعدۃ الدعاۃ المذکورین علی الزامہم بشرائع الاسلام ومنعہم من المحرمات واما رافضۃ العراق الذین انتشروا رخالطوا بادیۃ المسلمین فافتنیا الامام بکفہم عن الدخول فی المراقع المسلمین وارضہم ۔

واما الکملوس فافتنیا انہا من المحرمات الظاہرۃ فان ترکہا فہو الواجب علیہ فان امتنع فلا یجوز شق عصا المسلمین والخروج عن طاعتہ من اہلہا ۔

واما الجہاد فہو محول الی نظر الامام وعلیہ ان یراعی ماہو اصلح الاسلام والمسلمین علی حسب ما تقتضیہ الشریعتہ الغراء ونسال اللہ لنا ولہم ولکافتہ المسلمین التوفیق والہدایت علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

حررہ فی ثانیہ شعبان ۱۳۴۵ھ الاصفارات

ترجمہ :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد بن عبداللہ سعد بن عتیق سلیمان بن سمحان عبداللہ بن عبدالعزیز العتیق عبداللہ العنقری عمر بن سلیم صالح بن عبدالعزیز عبداللہ ابن حسن عبداللہ بن عبداللطیف عمر بن عبداللطیف محمد بن ابراہیم محمد بن عبداللہ عبداللہ بن زاحم

محمد بن عثمان الشاوی عبدالعزیز محمد الشتری کی طرف سے جملہ مطالعہ کرنے والے مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو خدا تم کو اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلائے روز جنوں کی راہ سے بچائے۔ آمین

حمد و نعت کے بعد سلام علیکم و رحمتہ اللہ برکاتہ

امام سلمہ اللہ تعالےٰ سے بعض برادران ملت نے چند سوالات کئے ہیں جیسے جوابات کا مطالبہ ہے۔ ہمارے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ٹیلیگراف اس آخری عہد کی ایک جدید چیز ہے ہم کو اس کی حقیقت کا کوئی علم نہیں اور نہ ہم نے اس کے متعلق کسی اہل علم کے کلام میں دیکھا ہے اس مسئلہ میں ہم خاموش ہیں ہم خدا اور رسول کے متعلق بلا علم کچھ نہیں کہہ سکتے یقینی طور پر کسی چیز کو حرام یا مباح کہنے کے لئے اس کی حقیقت کا علم ہونا چاہیئے۔

(۲) مسجد حمزہؓ اور مسجد ابورشید کے متعلق ہم نے امام کو (خدا توفیق دے) یہ حکم دیا ہے کہ اون کو گرا دیا جائے۔

(۳) سرزمین حجاز میں جو کچھ بھی قوانین ہوں وہ توڑ دیئے جائیں اور صرف احکام شریعت مطہرہ سے فیصلہ کیا جائے۔

(۴) بلد اللہ الحرام میں مصری حاجیوں کے ہتیار بند داخل ہونے کے متعلق ہم نے امام کو فتویٰ دیا ہے کہ وہ انھیں مسلح داخلہ سے منع کرے اور شرک و منکرات کے اظہار سے روکے۔

(۵) محمل کے متعلق ہم نے فتویٰ دیا ہے کہ مسجد الحرام میں محمل کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے اور کسی کو اوس کے چھونے اور بوسہ دینے کا موقع نہ دیا جائے۔ جو کچھ منکرات اہل محمل کرتے ہیں اون کو روکا جائے ایسا ہی محمل کا مکہ سے بالکلیہ دور رکھنا تو اگر یہ بلا فساد ممکن ہو تو ضروری ہے ورنہ بڑے گناہ کے دفعیہ کے لئے چھوٹا گناہ شرعاً جائز ہے۔

(۶) رافضیوں کے متعلق ہمارا جواب ہے کہ امام اُن کو اسلام کی بیعت پر مجبور کرے اور اُن کو اُن کے باطل دین کے طریقوں کے اظہار سے روکے نیز امام کو چاہیے کہ اپنے نائب (احسا) کو مجبور کرے کہ وہ اُن کو شیخ ابن بشیر کے پاس حاضر کرے اور خدا و رسول کے دین پر اُن سے بیعت کرائے کہ وہ اہلبیت اور دیگر صالحین کی دعا کے شرک کو چھوڑ دیں اور اپنی ماتمی مجلسوں میں جو بدعتیں وہ کرتے ہیں اُن کو ترک کر دیں نیز اُن کو مشاہد کی زیارتوں سے روک دیا جائے اسی طرح اُن کو اور دوسروں کو مساجد میں پنجوقتہ نماز کے لئے مجبور کیا جائے اُن میں اہلسنت موذن اور امام مقرر کئے جائیں اور اُن کو تین اصولوں کی تعلیم پر مجبور کیا جائے ہاں اگر ان بدعتی کارروائیوں کی ادائگی کے لئے کوئی عمارت وغیرہ ہو تو اُس کو بھی منہدم کر دیا جائے۔ اور مسجدوں میں بدعتی کارروائیوں سے اُن کو منع کیا جائے۔ جو شخص ان امور کو تسلیم کرنے سے انکار کرے اُسے مسلمانوں کے شہر سے جلا وطن کر دیا جائے۔

امام کو چاہیے کہ وہ قطیف کے رافضیوں کے پاس بھی شیخ ابن بشیر کو بھیجیں اور انہیں مذکورہ بالا باتوں کے لئے منع کیا جائے کہ وہ مجبور ہو جائیں۔

(۷) ان دیہاتوں اور قریوں کے متعلق جو مسلمانوں کی ملک میں داخل ہو چکے ہیں ہم نے امام کو فتویٰ دیا ہے کہ وہ اُن دیہاتوں میں مبلغین و معلمین کی ایک جماعت بھیجے اور ہر سمت کے نمائندوں کو حکم دے کہ وہ اُن معلمین و مبلغین کی امداد کریں تاکہ وہ لوگوں کو شریعت اسلامیہ پر چلنے کے لئے مجبور کرنے اور محرمات کے ترک کرانے پر قادر ہو سکیں۔

(۸) عراق کے اُن رافضیوں کے متعلق جو مسلمانوں کے دیہاتوں میں پھیلے ہوئے ہیں ہم نے امام کو فتویٰ دیا ہے کہ وہ اُن کو مسلمانوں کے چراگاہ اور اُن کی زمینوں میں داخل ہونے سے منع کر دے۔

(۹) ٹیکس کے متعلق ہمارا فتویٰ ہے کہ وہ ظاہری محرمات سے ہے۔ اگر اُس کو ترک کر دیا گیا تو یہ واجب ہے۔ اور اگر نہیں کیا گیا تو اُس کی بنا پر مسلمانوں میں تفریق کر دینا اور دائرہ اطاعت سے نکل جانا جائز نہیں۔

اب رہا مسئلہ جہاد وہ امام کی ذات پر محول ہے امام کو چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو بات سب سے بہتر ہو اور شرع اسلام کے موافق اُسپر عمل کرے ہم اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے توفیق ہدایت چاہتے ہیں وصلی اللہ علیہ نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم   تحریر ۸ شعبان ۱۳۴۵ ہجری

(دستخط)

مندرجہ بالا فتویٰ ایک ایسی ترغیب و تحریص ہے جو فرق اسلام میں ابن سعود کی طرف سے نفرت پیدا کرنے کا آلہ کار ثابت ہوتا ہے اور محض تحریر و تجویز پر فی الحال موقوف ہے لیکن وہ بربریت اور نمایاں مظالم جو تمام عالم میں آشکار ہو چکی جبوقت اُن کی اطلاعات اسلامی حلقوں تک پہونچیں کوئی نہ تھا جو خون کے آنسوؤں سے نہ روتا ہو ہر مسلمان کا گھر اس خبر سے ماتمکدہ ہو گیا۔ کوئی اسلامی ملک یا شہر ایسا نہیں ہے جس میں ابن سعود کے خلاف آواز نہ بلند کی گئی ہو اور اس حرکت پر غم و غصہ کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔ ہزاروں میں سے مشتے نمونے از خروارے چند ہدیہ ناظرین ہیں۔ ابن سعود نے وہ شرطیں جو حکومت مصر کی طرف سے پیش کی گئی تھیں منظور نہیں کیں اور ایسے قیود عائد کئے کہ جن سے زائرین حجاز کی مذہبی آزادی محدود ہوتی تھی۔ ایک شرط ابن سعود کی طرف سے یہ پیش کی گئی کہ محمل کے ساتھ اگر مصری فوج کا بدرقہ آئے تو وہ غیر مسلح ہونا چاہیئے۔ اس لئے حکومت مصر نے یہ فیصلہ کیا کہ اس سال مصر سے محمل نہ بھیجا جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ مصر سے ارض حجاز کو حج کے لئے جانا چاہیں اُن کی حکومت مصر ذمہ وار نہ ہوگی بلکہ وہ خود اپنے

جان ومال کی ذمہ داری پر اگر حج کرنے جانا چاہیں تو جائیں۔

حجاز میں ابن سعود کے خلاف ایک عظیم الشان اختلاف پیدا ہو گیا ہے نوجوانوں کی جماعتیں پرزور طریقوں سے لوگوں کو ابھار رہی ہیں مساجد اور گذرگاہوں پر انہوں نے اشتہارات واعلانات چسپاں کرنے شروع کئے ہیں جن میں نہایت بلند آہنگی سے ابن سعود کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حجازیوں کی مختلف جماعتوں نے اپنی زبانیں کھولدی ہیں اور وہ کھلم کھلا کہنے لگے ہیں کہ ہمیں نجدی حکومت اور شامی عمال منظور نہیں جن کا مقصد محض روپیہ جمع کرنا ہے اور حجازیوں کی آزادی سلب کرلینا ہے۔

اعلیحضرت غازی امان اللہ خان فرمان فرمائے دولت خداداد افغانستان کا ایک خط "امان افغان" میں شائع ہوا تھا جو آپ نے ابن سعود کو روانہ کیا تھا اس میں بربادی آثار ومشاہد مقدسہ پر احتجاج کرتے ہوئے حجاج کو مذہبی آزادی دیئے جانے پر زور دیا تھا بعض اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

مسئلہ حجاز اخوت اسلامی اور تمام اسلام کا ایک مشترکہ مسئلہ ہے۔ لہذا میں اپنا اور اپنی ملت عزیز کا یہ فرض خیال کرتا ہوں کہ آپ کو ان اثرات عمیقہ سے مطلع کروں جو بعض الم انگیز اور تاسف خیز واقعات سے مثلاً غریب مولد النبی مقابر جنت البقیع وجنت المعالی سے پیدا ہو گئے ہیں جن سے تمام مسلمانان افغانستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کو جہاں جہاں مسلمانوں کو یہ خبر پہونچی ہے صدمہ پہونچا ہے۔ میں افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ سال گذشتہ افغانستان کے حاجیوں کو جس طرح کی حریت کامل مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے تھی نہیں حاصل ہوئی۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اور اولیائے حکومت حجاز ان تمام جراحتوں کو جو کہ جامعہ اسلامی کے قلوب پر پہونچی ہیں مندمل فرمائیں گے۔ اور اس

مجلس علمار کو منعقد کرکے جس میں ہر قوم و ملت کے اسلامی ممبران ہوں جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا حریت مذہبی و حفظ داران آثار و مشاہد کا انتظام کردیں گے آج تمام عالم اسلام خاص کر افغانستان واقعات حجاز کو بہت پریشانی و اضطراب کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس معاملہ کو اہم و نازک خیال کریں گے اور اُن زیادتیوں اور جسارتوں کا انسداد اور فوری چارہ کار کریں گے ۔ کہ جس سے عالم اسلام مطمئن ہو جائے وہ مجلس علمار جس کا وعدہ کیا گیا تھا اُس کے انعقاد کی اطلاع ملنے پر علمار افغانستان بھی اُس میں حصہ لیں گے حکومت افغانستان استقلال حجاز اور حجاز میں غیر ملکی واجنبی سلطنتوں کی عدم مداخلت کو اپنا اہم ترین مقصد بھی خیال کرتی ہے ۔

اسی طرح قاضی صاحب ہرات جو حکومت افغانستان کی طرف سے بحیثیت نمائندہ موتمر حجاز تشریف لے گئے تھے فرماتے ہیں کہ افغانستان میں بھی حاجیوں کی آزادی پر پابندیاں عائد کرنے خصوصاً مشاہد مقدسہ و مآثر متبرکہ کی تباہی سے سخت اضطراب پیدا ہو گیا ہے ۔ قاضی صاحب نے اماکن مقدسہ کی تباہی کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اُس کا جواب دیتے ہوئے نجدیوں کی ان جسارتوں پر اظہار نفرت کیا ہے اور فرمایا کہ جب میں نے مشاہد مقدسہ کو اس طرح مسمار و ویران پایا تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے ۔

عراق کے جذبات و حسیات میں بھی اس بےچین کرنے والی خبر سے نفرت و غصہ بدرجہ اتم موجود ہے ۔ اور وہاں کے علمار و حکومت عازمان حج کو بآواز بلند روک رہی ہے ۔

جریدۂ "السیاست" مصر کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے کہ اخباروں سے حال میں معلوم ہوا تھا کہ ایرانی حکومت نے رعایا کو اجازت دیدی ہے کہ اگر خواہش ہو تو

فریضۂ حج بجالاسکتے ہیں۔ لیکن جب حکومت ایران کے نمائندے سے اس کی تصدیق کی گئی تو یہ جواب ملا کہ طہران کی وزارت امور خارجہ اس قسم کے تمام امور کی تکذیب کرتی ہے اُس کا بیان ہے کہ حکومت ایران نے اپنی رعایا کو اس سال بھی حج کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ اُن لوگوں کو جو بقصد حج کے لئے روانہ ہوئے تھے واپس آنیکا حکم دیدیا ایران نے اپنی سیاست حجاز کے معاملات میں تبدیل نہیں کی ہے۔ اس خبر کے پھیلنے پر میں نے ضروری سمجھا کہ جناب غفار خان وزیر ایران سے اس معاملہ میں گفتگو کروں تاکہ مرکز ایران کا صحیح نقطۂ نظر معاملات کے متعلق جو مسلمانوں کی توجہات کا مرکز بنے ہوئے ہیں معلوم ہوجائے۔ جناب وزیر ایران نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور سفارتخانہ میں پذیرائی سے سرفراز کیا آپ نے مسئلہ حجاز پر سلسلہ کلام کو یوں شروع کیا:- کہ سنہ ۱۹۲۵ء کے موسم گرما میں میں تازہ تازہ مصر میں آیا تھا کہ مجھے حکومت ایران کی طرف سے اس امر پر مامور کیا گیا کہ حجاز جاؤں اور خود ان معاملات کی تحقیق کروں پھر دولت ایران کو اپنی تحقیقات سے مطلع کروں۔ اس سفر کا منشا صرف یہ تھا کہ وہ خبریں جو مظالم حجاز اور بربادی اماکن مقدسہ کے متعلق پھیل رہی ہیں اُن کی تصدیق کی جائے۔ چنانچہ میں جدہ کی سمت روانہ ہوا ملک علی بن حسین ابتک جدہ میں مقیم تھے میرے پہونچنے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک خط سلطان ابن سعود کو لکھا اور اُس میں حکومت ایران کی طرف سے میرے مامور ہونے کا تذکرہ کیا اور خصوصیت سے لکھا کہ میں نے مکہ کا سفر سلطان سے ملاقات کرنے کی غرض سے اختیار کیا ہے۔ اس خط کے پہونچتے ہی سلطان ابن سعود نے اپنی ذاتی موٹر میرے لینے کے واسطے بھیجدی اور میرا سامان سفر مکہ میں منتقل کردیا گیا۔ سلطان ابن سعود۔ ذکی۔ ذی ہوش بردبار اور صابر شخص ہے اُس کا قیافہ بادشاہوں کی طرح ہے۔ اُس کی خواہش ہے

کہ ہر معاملہ میں وہابیوں کی تقلید نہ کرے لیکن میں نے اس امر کا احساس کیا کہ وہ وہابیوں کے مقابلہ میں اس قسم کی آزادی دینے کی ہمت نہیں رکھتا اس کے امکان میں نہیں ہے کہ ہر امر کو ظاہری طور پر کر سکے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس گروہ کو ناراض کرے کیونکہ اسے اون کی امداد کی ضرورت ہے۔ انکی کمک اور امداد اپنے اغراض کے واسطے نہایت ضروری سمجھتا ہے اون کے سرداروں کی دلجوئی اس کے نزدیک سب سے مقدم ہے۔ اگرچہ ان امور کی کچھ خود اس نے تصریح نہیں کی۔ لیکن اس کے مختلف بیانات سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

میرے اور ابن سعود کے درمیان جو گفتگو ہوئی اوسی گفتگو کے موقع پر اس نے ایک خط اعلیحضرت رضا شاہ کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ابن سعود کا منشا رحجاز کے تصرف سے صرف یہ ہے کہ ارض مقدس کو ملک علی اور اُن کے خاندان کے قبضہ سے نکال لے اس مہم کو انجام دینے کے بعد حجاز کو اہل حجاز کے لئے چھوڑ دیا جائیگا۔ تاکہ وہ اپنی خواہش کے بموجب اپنے درمیان سے کسی بادشاہ کا انتخاب کرلیں اور پھر وہ تمام عالم اسلامی کو دعوت دیگا کہ ایک مجلس تمام ممالک کے نمائندوں کی ترتیب دیجائے وہ مجلس حجاز کے جملہ معاملات دینی و اقتصادی کا انصرام سلطان منتخب شدہ کے ساتھ کرے گی۔ قبور کی ترمیم و تشنید کے لئے وہ حاضر ہے اور اسلامی سلطنتوں کو بھی اس کا حق ہے کہ اپنے خرچ سے جب چاہیں قبور میں ترمیم و تنقیح کر سکتے ہیں اور اگر اُن کی خواہش ہو تو اپنے خرچ کے ساتھ ہی میں قبور کی مرمت کرا سکتا ہوں۔ یہ خط لکھ کے مجھے دیا اور میں نے مصر واپس آکے حکومت کے پاس مراسلہ بھجوا دیا۔

ابھی کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ ابن سعود ملک علی بن حسین سے جدہ چھین لینے کے بعد جدہ پہنچا اور تھوڑے زمانہ کے بعد حجاز کا سلطان ہوگیا جیسے ہی وہ

حجاز کی مسند سلطنت پر بیٹھا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ وہ اپنے وعدے پورے نہیں کر سکتا اپنا عہد ایفا نہ کیا اور حکومت ایران بھی کوئی کارروائی اُس موقعہ پر اسکے نہ کر سکی کہ اپنی رعایا کو حج سے منع کر دے خصوصاً ایسی خبر کے پہونچنے کے بعد کہ وہابیوں نے ایرانی رعایا کے ساتھ نہایت تشدد کا برتاؤ کیا ہے اُن کو اس کی اجازت نہیں دی کہ واجبات کو اپنی مرضی کے مطابق بجا لائیں اُن قبور کی زیارت سے بالعموم جو عام مسلمانوں اور بالخصوص شیعوں کے احترام کا مورد ہیں روکتے ہیں اسکے بعد ایران کا یہ عزم اور مستحکم ہو گیا کہ وہ سفر حجاز کے لئے پروانہ راہداری اپنی رعایا میں سے کسی کو نہ دے۔ گورنمنٹ ایران کا موجودہ مسلک وہابیوں کے مقابلہ میں اس آیت کے مطابق ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ حکومت ایران نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ میرے سفر کے بعد بین الملک قونصل ایران کو اجازت دی کہ وہ مدینہ کا سفر کریں۔

وہابیوں کی زیادتیوں کی خبروں نے ایران میں نہایت برا اثر پیدا کیا بڑے بڑے مظاہرے شروع ہو گئے کیونکہ ملت ایران خانوادۂ رسالت پناہ کو غیر معمولی عزت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ اُن کی قبور کو محترم سمجھتی ہے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کو خیرباد کہدیں۔

نامہ نگار لکھتا ہے کہ میں نے وزیر مختار سے اس موقعہ پر سوال کیا کہ آیا گورنمنٹ ایران کی رائے یعنی سفر مکہ کے متعلق اجازت نہ دینی کیا آئندہ باقی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ آخری ہدایات جو گورنمنٹ کی طرف سے مجھے موصول ہوئی ہیں اُن کا صریحی منشا یہ ہے کہ حج کے لئے کسی کو سفر کی اجازت نہ دی جائے۔

نامہ نگار:۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ ابن سعود قبور ائمہ کی ترمیم و تشئید کے لئے

راضی ہوگا اور نہر میں وہ پانی پھر واپس آسکیگا جو اُس سے باہر نکل چکا ہے۔
وزیر :۔ میرا خیال ہے کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو اتفاق و اتحاد کے راستہ میں سب سے اچھا قدم بڑھا ئیگا۔ اُس وقت حکومت ایران کے لئے سفر حجاز کی اجازت دینے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ کیونکہ اُس حالت میں وہ اپنا فریضۂ مذہبی بجالاسکینگے اور ایرانی رعایا کی شخصی و مذہبی آزادی محفوظ رہیگی۔
اس موقعہ پر وزیر مختار ایران نے تھوڑی دیر سکوت اختیار کیا اور پھر فرمایا کہ میری رائے میں اگر ابن سعود درحقیقت اپنے وفد حجاز کے حق میں بہتری کا خواہش مند ہے تو اُسے اپنا رویہ بدلنا چاہئیے۔ اس روش پر باقی رہنا سوائے ضرر کے اور کوئی اثر پیدا نہیں کرسکتا۔
یہ ناممکن ہے کہ بیس لاکھ وہابیوں کے عقائد کی تمام عالم اسلامی پیروی کرسکے۔ زیارت قبور کو دین حنیف کے اصول کے منافی سمجھنا محض حماقت ہے ظاہر ہے کہ قبور کی زیارت کا یہ منشا نہیں ہے کہ اُن قبور میں دفن ہونے والوں کی پرستارانہ ستایش کی جائے۔ یہ نکتہ کسی پر مخفی نہیں ہے بلکہ اُس کا منشا صرف یہ ہے کہ ہم اُن مدفونین کا احترام کرنا چاہتے ہیں جو حقیقت میں اُس ادب واحترام کے مستحق تھے اور اب اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف چلے گئے۔
اس کے علاوہ اس قسم کی زیارتیں زائرین کو پروردگار کی عظمت اور انسانِ فانی کے ضعف کو یاد دلاتی ہیں گے۔ اگر یورپ والے شکسپیر کے مکان کی زیارت کرتے ہیں تو ہم مسلمانوں کے لئے اس میں کونسی مضرت ہے کہ ہم ایسی قبور کی زیارت نہ کریں جو تیرہ سو سال سے قائم ہیں اور اس مدت میں برابر بزرگان دین وعلماء اُن کی زیارت کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہمارے گذشتہ علماء اور عقلاء سب ان زیارتوں کی وجہ سے وہابیوں کے عقیدہ کے بموجب

کافر ہو گئے۔

ابن سعود کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ آج اپنے ہم مذہبوں کو یہ حقیقت اچھی طرح سمجھا دیں کہ ہندوستان ایران وغیرہ کے مسلمانوں کا ان سے متحد ہو جانا ان کے لئے نہایت مفید ہو گا اور اگر یہ اتحاد قائم ہو گیا تو سیاست خارجیہ میں ان کا اثر و نفوذ نہایت مضبوط ہو جائے گا۔ یہ بات مخفی نہیں رہنا چاہیے کہ اجنبی حکومتیں جب محسوس کرینگی کہ ابن سعود کے افعال سے عامتہ المسلمین خوش نہیں ہیں بلکہ اظہار بیزاری کر رہے ہیں تو پھر آئندہ معمولی سی رقم بھی اس کے بجٹ میں نہیں رکھی جا سکیگی۔ اگر وہ آج اس کا مطالبہ کر رہا ہے کہ اس معاہدہ میں جو برطانیہ سے ہوا ہے تعدیل کر لی جائے۔ کیونکہ جب معاہدہ منعقد کیا گیا تھا تو حالات دوسرے تھے۔ اب بہت کچھ تغیر ہو چکا ہے چنانچہ اسکے لئے یہی نہیں ہے کہ اپنے ہمنواؤں کو سمجھائے کہ عقائد وہابیہ کے اجراء کے واسطے سخت تشدد کی ضرورت ہے۔ اور اس سے عالم اتحاد میں رخنہ پڑیگا جسکی ضرورت سلطان کو بہت زیادہ ہے اور پھر آج وہ صرف نجد کا بادشاہ نہیں ہے بلکہ حجاز کا بھی سلطان ہے اس لئے بھی اوسے رویہ بدلنا چاہیئے۔

یہ وہ خیالات ہیں جو ایک ذمہ دار اہل الرائے نے ابن سعود کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ ان میں نہ کوئی جنبہ داری ہے نہ پہلوئے نفرت بلکہ محض سیاسی طریقہ پر ضرورت زمانہ کو دیکھتے ہوئے ایک ایسا نظریہ قائم کیا ہے جس پر اگر درحقیقت ابن سعود عمل کرے تو شاہراہ ترقی کے واسطے نہایت مفید و کارآمد ثابت ہو۔

اُدھر نجدی سلطان کے ذلہ ربا اور ہواخواہ مسلمانان ہند کو ابتک یہ کہہ کے برابر دھوکہ دے رہے ہیں کہ صرف مزاروں پر سے قبے اتروا دیئے گئے ہیں

اور قبریں بدستور باقی ہیں، مگر وہاں سے آنیوالے موقر و معتمد افراد نے جو حقیقت بیان کی ہے وہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار کے ڈھیر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ جس سرزمین میں رسولؐ کے خلیفہ و اہلبیت اطہار دائمی خواب راحت میں آسودہ ہیں وہاں بے تکلف کوڑہ کرکٹ ڈالا جاتا ہے اور نجدی پہریدار سپاہی درود و سلام پڑھنے سے روکتے ہیں نجدی سلطان کو متمسک بالکتاب والسنۃ" کے بڑے بڑے دعوے ہیں مگر عمل یہ ہے کہ ایک مشہور تاریخی مسجد قبا میں قصاب کی" دوکان) کھلوا رکھی ہے" اور اس کے اطراف و جوانب کی مساجد میں سے اکثر شہید کردی گئیں اور باقی ماندہ مسجدوں میں بھی کسی کو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مسجد خدا کا گھر اور ملکیت وقف ہے جس پر نص قرآنی کی رو سے کسی کو ملکیت کا دعویٰ نہیں پہونچتا مگر متمسک بالکتاب السنۃ۔ سلطان نے مساجد پر بھی اپنا تملیکی حق قائم کیا ہے اور ان میں نماز بند کردی ہے حالانکہ پروردگا عالم اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:۔

"ومن منع المسجد الخ" اس فعل کے متعلق کس قدر سخت وعید موجود ہے۔

جو پروپگنڈا پنجاب کے بعض اہل جرائد کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ بھی کسقدر حقیقت سے بعید ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب غزنوی اپنے رسالوں اور مضامین میں تطہیر حجاز کے جو کارنامے اپنے ممدوح سلطان ابن سعود کیطرف منسوب کر رہے ہیں وہ بالکل ملمع کے مرادف ہیں۔ افسوس ہے کہ ارض مقدس حجاز کے مآثر متبرکہ و آثار قدیمہ جن کی محبت و عظمت ہر مسلمان کے قلب میں جاگزیں بلکہ جان کی طرح رگ و پے میں ساری ہے آہ وہ حالت زار و نزار دیکھی گئی ہے جس کو سن کے بے اختیار دل سے آہ جگر دوز نکلتی ہے اور اس امر کا

یقین واثق ہوتا ہے کہ فی الواقع یہ مسلمانوں کی شامت اعمال ہے جو نجدی سلطان کی صورت میں اس وقت ارض حجاز پر متسلط ہوگئے کیونکہ سلطان موصوف اور اُن کے لشکریوں نے ہیمیت وبربریت کے جو طریقے مرکز اسلام میں اختیار کئے ہیں وہ نہ صرف سب مسلمانوں کے لئے بحد تعجب خیز وزہرہ گداز ہیں بلکہ مہذب اقوام عالم کی نظر میں اُن کو ذلیل کرنے والے ہیں۔ اور چونکہ نجدی اپنے ان افعال کو غلط طور پر اپنے مذہب کی تعلیمات سے منسوب کرتے ہیں، لہذا اسلام بھی اُن کی بدولت بدنام ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ کے مشہور الفاظ میں کو وہ الوقبیس کی چوٹی پر سے بزبان حال فریاد کر رہا ہے کہ اس کو ان نادان اور غلیظ دوستوں سے بچایا جائے۔

مسجد نبوی جس کی بنیاد خود حضور سرور کائنات فخر موجودات کے دست حق پرست سے پڑی ہے اور خلفائے راشدین سلاطین مابعد برابر اس کی توسیع وآراستگی میں مساعی رہے ایسی مسجد کے ایک حصہ میں وہ گنبد خضرا ہے جسکی تمنائے زیارت ہر مسلم کے قلب کو ہمہ وقت مضطرب رکھتی ہے۔ واقعی نجدیوں کی ضلالت اور شقاوت کا کیا ٹھکانا ہے کہ خود اُن کو مسجد وروضۂ نبوی کی خدمت بجا لانے کی توفیق نہیں ہوتی اور اگر کوئی صاحب ثروت مسجد نبوی میں فرش فروش کا انتظام کرتا ہے تو وہ عمال حکومت کی دست برد سے نہیں بچنے پاتا۔

حیف صد حیف کہ جس ذات بابرکات سے توحید کی روشنی ساری دنیا میں پھیلی ہے اُس کے روضۂ اقدس پر اب تاریکی رہتی ہے اور جو کنواں آپ کے اسم گرامی سے منسوب ہے اس میں قفل ڈالدیا گیا ہے۔ اور بستان فاطمہ کے سبزہ زار کا نشان تک باقی نہیں رہا۔

مستند ذرائع سے معلوم ہو چکا ہے کہ ۱۳۴۷ھ میں بمقام مکہ معظمہ عید اضحیٰ کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ خدا جانے سلطان نجد نے کس بنا پر دنیائے اسلام کے

اہم ترین مرکزی مقام پر نمازِ عید کی نماز کو موقوف کر دیا ہے۔ روضہ مطہرہ کے ساتھ عامل نجدیہ کی گستاخیاں بھی سن لینے میں آئیں جہاں تک معلوم ہوتا ہے حکومت حجاز سے کوئی خوش نہیں ہے۔ حرص و آز کا یہ عالم ہے کہ پچھلے سال حج کے موقعہ پر اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پچانوے ۹۵ ہزار حاجیوں سے کم سے کم چار کروڑ روپیہ وصول کر لیا گیا اور حاجیوں کو جس قدر مصائب جھیلنے پڑے اُن کا ذکر ہی کیا ہے۔

اب ہم ایک خاتون صالحہ کی زبان سے جنت البقیع کی روداد بربادی بیان کرنے کے بعد اپنی تمہید ختم کر دینگے اور ملک الحجاز کے وہ ظاہر و پوشیدہ اسرار و افعال کے خاکے آپ کے سامنے پیش کرینگے جنہیں سُن کے آپ کے حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہیگی۔

ایک انگریز نو مسلمہ خاتون جن کا قبول اسلام کے بعد بی بی زیتون نام رکھا گیا گذشتہ سال حج بیت اللہ شریف کو گئیں تھیں آپ حنفی عقائد کی پیرو ہیں اور ایک نہایت خوش عقیدہ مسلم خاتون ہیں آپ نے اپنے تاثرات جنت البقیع اور وہاں کی چشم دید کہانی جن پُر درد الفاظ میں سپرد قلم کئے ہیں وہ مسلمانوں کو خون سے آنسو رلانے کو کافی ہیں۔ ہم اخبار "خلافت" بمبئی سے ماخوذ کرتے ہیں:۔

کس لئے اب آہ اے طوفان جگاتا ہے مجھے ۔۔۔ میرے مٹنے کا زمانہ ہے مبارک ہو تمہیں
مثل شبنم دیدہ پُر نم جاگتا ہوں خستہ جان ۔۔۔ میری پھلواری پہ اب دور خزاں ہے حکمراں

آفتاب کی تیز اور گرم گرم شعاعیں جنت البقیع کے شگفتہ اور پامال مزاروں کو غم و حسرت سے دیکھ رہی تھیں۔ یہ قرون اولیٰ کے اسلامی رہنماؤں کی قبریں ہیں شکستہ اور مسمار سفید چہار دیواری کی دوسری جانب تاڑ اور کھجور کے درخت ہوا کے جھونکوں سے ہل ہل کر قبرستان کے بیرونی حصہ پر سایہ فگن تھے جہاں دوپہر کی تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے چرند و پرند آرام لے رہے تھے کہیں کہیں سیاہ چشم لڑکے زردی مائل سفید بالو میں مصنوعی خزانوں کی تلاش میں گڑھے کھودتے اور کھیلتے ہیں ایکطرف

مسجد نبوی صلعم کے بلند مینارے نمایاں تھے اور درختوں کی اوٹ سے گنبد خضرا کی جھلک نظر آکے سرکار دو عالمؐ کی آرامگاہ کا پتہ دے رہی تھی۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

جنت البقیع کی دوسری جانب ڈھلوان زمین کی بلندی پر بہت سی سفید اور بلند عمارتیں اپنی مسمار شدہ حالت میں مدینۃ الرسولؐ کی گذشتہ عظمت و اقتدار کا پتہ دے رہی تھیں۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ مکینوں کے ساتھ ان مکانات کی ساری زندگی اور زندہ دلی بھی ختم ہو گئی۔ ہوا کے جھونکوں کا ان مکانات کی کھڑکیوں کو اپنی مرضی کے مطابق کھولتے اور بند کرنے پر نگاہ اُٹھ جاتی ہے کیونکہ اب انسانوں کا ان میں نام تک نہ تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ان کے مکین کیا ہوئے اور یہ سن کے بعد قلق ہوا کہ جب موجودہ حکمران کا قبضہ ہوا تو یہاں کی کثیر آبادی ہجرت کر گئی انہیں دیکھ کر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ اون کی ویرانی درگاہ رب العزت میں فریاد کناں ہے۔

پھر یہ خیال آتا تھا کہ اس مقدس گورستان میں خدا جانے کتنے ہزار اپنی آخری منزل میں آرام کر رہے ہو نگے اور ان فرش خاک کے سونیوالوں کو کیا معلوم ہوگا کہ ہزار سال کے بعد ان کے مزاروں کی کیا گت بنائی گئی ہے اس زمانہ کے بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ یہ سب تہذیب و تمدن دور حاضرہ کے طفیل میں ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اس خوابگاہ کے آرام کرنے والے اس تہذیب و تمدن کے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہوں گے جنکی بدولت ان کی خوابگاہیں تباہ و مسمار کی گئی ہیں جس وقت میں نے یہاں قدم رکھا اس بربریت اور تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا اور دل بیٹھ گیا موجودہ حکمرانوں کی توپوں نے جو رخنے بنائے تھے اور جس طرح یہاں کی زمین کھودی گئی تھی اسے دیکھکر پتہ چلتا تھا کہ کس بیدردی سے پہلے رحول سے یہاں شکست و ریخت کی ہے۔ یہاں کا ہر ٹوٹا ہوا سنگ مزار زبان حال سے فریاد

بلند کر رہا تھا آخر یہ کن کے ہاتھوں سے ہوا۔ ہم مسلمان اپنی تہذیب پر فخر کرتے ہیں ہمارا
دعویٰ ہے کہ ہلالی پرچم کے نیچے علم کی روشنی پھیلتی ہے مگر کس درجہ حیرت کی بات ہے
کہ تیرہ سو برس کے بعد ہم اپنے ہی مُردوں پر گولیاں چلاتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار
یہاں ہر بزرگ اور مقتدر رہنما کی قبر توڑ پھوڑ کر خراب و خستہ کی گئی ہے۔ یہی
نہیں بلکہ جنہوں نے سب سے پہلے قرون اولیٰ میں علم اسلام بلند کیا آج اُن کی پاک
ہڈیاں گولوں سے چور چور اور سنگ مزار ٹکڑے ٹکڑے اور وہ زمین جو ان سونے والوں
کی برکت سے مقدس بن گئی ہے خراب و خستہ حالت میں پڑی ہے

خدا ہی اس چپ کی داد دیگا جو تربتیں روندے ڈالتے ہیں
اجل کے مارے ہوئے بچارے نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

اس مقدس زمین میں سیکڑوں تو وہ صحابہ کرام ہیں جو رسول عربی روحی فداہ
کے حکم پاک پر اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے مقدس مشن پر چل کھڑے ہوتے تھے۔
کون ہے جس کے دل میں ان بہادر مجاہدین کی زیارت کی تمنا نہ ہو جو قوی بازو
بارعب چہرہ مضبوط دل اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی راہ میں شوق جہاد سے مست
اپنی دبلی اونٹنیوں پر سوار مدینہ کے قدیم الایام دروازوں سے نکل نکل کر تیر و کمان
تیغ و سنان سے مسلح شجاعت و ایثار کا نمونہ بنے ہوئے راہ نورد ہیں کھلے میدان
کی ہوا میں اُن کی عبا کے دامن لہرا رہے ہیں اور اُن کے سروں پر اسلام کا ہلالی
پھریرہ لہرا رہا ہے اب ذرا اُن کے پیشوا اور سردار کا تو خیال کرو۔ اُن کے متین اور
سنجیدہ چہرہ پر ایک ایسا نور چمک رہا ہے جس کا مثل بحر و بر میں ملنا محال ہے اور وہ
مقدس سردار جسمانی کمزوری اور خستگی کو خاطر میں نہ لا کر اپنی بھاری سفید اونٹنی پر
سوار اس مجاہدین کے قافلہ کی سیادت و قیادت کر رہا ہے۔ تیرہ سو سال گذر گئے
مگر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ

مجاہدین کا قافلہ ایک ایسے مشن پر جا رہا ہے جہاں سے اس کی کبھی تو امید نہیں کہ واپس آکر اپنے عزیزوں سے مل سکیں انہیں تو شوق شہادت لئے جا رہا ہے جو آج نہیں تو کل نصیب ہی ہوگا۔ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے اسلام کو اس عروج تک پہونچایا اور آج میں انہیں بزرگوں کی ابدی خوابگاہ میں کھڑی یہ دیکھ رہی ہوں کہ یہیں اسلام کے ثمر اولین اور گلہائے نوبہار کے مزار ہیں اور کس قدر قابل تاسف یہ امر ہے کہ خود انہیں کی اولاد آج ان کی قبروں کو نیست و نابود کر رہی ہے۔

گھومتے گھومتے میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کے پاس پہونچی جس کے دامن میں ایک ضعیفہ بیٹھے پرانے کپڑے پہنے اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی اور اس عالم میں بھی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو منہ سے تو کچھ نہ بولی مگر ایک طرف اشارہ کیا گویا یہ ایما تھا کہ خود بھی روؤ اور ہندوستان والوں کو بھی رلاؤ۔ کچھ فاصلہ پر ایک ٹوٹی ہوئی کھڑکی کی جالی پڑی تھی جس پر سورج کی کرنیں تیز پڑ رہی تھیں نہ پھول تھے نہ سایہ تھا کوئی نشان قبر بھی تو نہ تھا۔

"یہ حضرت خاتون جنت کی آرام گاہ تھی" میں نے جب یہ نام پاک سنا تو بدحواس ہوگئی کوئی اس سے چند گز کے فاصلہ پر دوسرے نور دیدگان کے مزار تھے توقعات تو یہ تھیں کہ خوشنما سنگ مرمر کے سر بفلک قبے ان پاک مزاروں پر صاحبان مزار کی عظمت کا پتہ دے رہے ہوں گے۔ مگر دل بیتاب ہو گیا جب یہ دیکھا کہ مٹی کے تیل کے کنستروں کو چپٹا کرکے ان پر بچھا دیا گیا ہے حضرت بی بی کے مزار مقدس کے پاس میرا شوہر جو دل کا بہت مضبوط تھا پھوٹ پھوٹ کے رو یا میں عورت تھی اور کمزور مگر بجائے آنسو کے غم و غصہ کے جذبات میرے دل میں موجیں مار رہے تھے۔

آہ! اس رتبہ کی مقتدر خاتون کا مزار اور اس کی یہ حالت رسول خدا کی گود کی پالی اور حرم نبی کی پروردہ ناز اور اسکی آخری آرامگاہ کی یہ بےحرمتی اک زمانہ تھا جب

رسول خدا اپنی اس محترم بچی کو آیات قرآنی سکھاتے تھے۔ کیا اس واجب التعظیم باپ کو اپنی اس نور دیدہ کی آخری آرامگاہ کی بربادی پر صدمہ نہ ہوا ہوگا۔ لبضعتہ الرسول کی قبر اور گولیوں کا نشانہ بنے اور انہدام مزار کے جنون میں صاحب مزار کے احترام کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اس مدینہ کے چوپائے تک سایہ میں تھے اور فاطمہ زہرا کا مسمار شدہ مزار دھوپ اور شدت آفتاب میں نمونہ دشت کربلا بنا ہوا تھا۔

آگے چلکر دوسرے مذہب والے ہم پر ہنسیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اپنے مُردوں کو گولیاں مارتے ہیں" میرے شوہر کو بیحد جوش تھا اس لئے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس پر کوئی یادگار قائم کردوں اُسے بتایا گیا کہ والی کا اعلان ہوچکا ہے کہ اس کی مرمت کرنے والے گرفتار کرلئے جائیں گے۔

غم و غصّہ میں میں نے اس بربریت کا سبب پوچھا بتایا گیا کہ حکومت حال کا خیال ہے کہ ہم ان مقتدر مردوں کی اس درجہ عزت کرتے ہیں کہ بت پرستی کے مرادف ہے نہیں نہیں ہم بی بی فاطمہ کو صنم نہیں سمجھتے ہم اونہیں عفت پاکدامنی اور تقدس کا مجسّمہ سمجھتے ہیں۔ کیا ان خوبیوں کا احترام صنم پرستی ہے۔ بی بی فاطمہ (خدا کی رحمت اُن پر ہو) ہر مسلم خواتین کے لئے نور ہدایت ہیں ہم گوشت پوست کی پوجا نہیں کرتے ہاں ہم ان کی پاک ذات سے رشد و ہدایت کے طالب ہیں اور اُن کے نقش پا پر چلنا ہماری سعادت و نجات کا ذریعہ ہے۔ اعلیٰ مقام والوں ہی کو دیکھکر انسان کو ترقی کا شوق ہوتا ہے۔ ہماری ساری زندگی تقلید کا نمونہ ہے۔ نہیں نہیں حضرت بی بی کو ہم بت سمجھکر نہیں پوجتے وہ تو ہماری رہنمائی اور ہدایت کا زندہ نمونہ تھیں۔ کیا اس تخریب و انہدام کا یہ منشا تو نہیں کہ ہم اس محترم اور قابل تقلید خاتون کو بھول جائیں۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ جو ہاتھ آج بیٹی کے مزار کو مسمار کرنے پر جری ہے وہ مقدس باپ (محمد صلعم) کے مزار مبارک کی طرف گستاخانہ اور بے ادبانہ نہ بڑھیگا۔

کیا علم اسلامی کو سرفراز اور سربلند رکھنے کی یہی صورت ہے ؟

اے بسراپردۂ یثرب بہ خواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

نظم

(از حضرت صفی لکھنوی)

ستم رسول کی عشرت پہ ڈھائے جاتے ہیں ۔۔۔ نشان قبر بھی وہ جو مٹائے جاتے ہیں
وہ بے زبان جو کسی سے خبر نہیں ہوتے ۔۔۔ ہزار حیف لحد میں ستائے جاتے ہیں
جو اہل دل ہیں وہ سب جنت البقیع کا حال ۔۔۔ خموش سنتے ہیں آنسو بہائے جاتے ہیں
بنے ہوئے تھے جو قبے قدیم عہدوں سے ۔۔۔ وہ اہل نجد کے ہاتھوں سے ڈھائے جاتے ہیں
ہمیں کسی کے عقائد سے جب نہیں کوئی بحث ۔۔۔ تو کیوں ہمارے مآثر مٹائے جاتے ہیں
جہاں پہ حکم تھا قطرہ لہو کا بھی نہ گرے ۔۔۔ وہاں پہ خون کے دریا بہائے جاتے ہیں
اگر زبان سے نکل جائے یا رسول اللہ ۔۔۔ تو اس گناہ پہ درّے لگائے جاتے ہیں
سعودیوں کے تصرف میں جب سے ہے کعبہ ۔۔۔ نمازیوں کے مصلّے اٹھائے جاتے ہیں

جو زندگی کی ہے خواہاں تو قوم مل کے رہے
صفی رہیں نہ رہیں یہ بتائے جاتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

عنفوانِ شباب

ذکر ہو کیا شباب کا حال دل خراب کا
جوش کا التہاب کا درد کا اضطراب کا

جوانی دیوانی مشہور ہے اس میں نہ کسی انسان کی تفریق ہے نہ حیوان کی اس کے اثرات سب پر یکساں ہوتے ہیں جو لوگ فطرت کا غائر مطالعہ کرتے ہیں وہ بخوبی حقیقت آشنا ہو جاتے ہیں کہ انسان و حیوان تو در کنار کائنات کے ذرہ ذرہ میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہونیکا وقت آتا ہے اُس وقت تمام موجودات میں خاص انتہائی رونما ہو کر ہر ناظر کی توجہ کو جذب کرنے کا مادہ نمودار ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فطرت کے وولیعت فرمودہ جذبہ میں کوئی توازن و تعین نہیں ہوتا تاہم اور حالات کو دیکھتے ہوئے مقابلتاً باریک فرق نمایاں ہوجاتا ہے اور اہل نظر فوراً تاڑ لیتے ہیں کہ یہ وہی خاص موقعہ ہے جو عمر کے ایک حصہ کے لئے بنایا گیا ہے۔

فطرت کی رنگین کاریوں اور موشگافیوں کو شاعر جس قدر فریفتگی ذوق سے دیکھتا ہے اور کوئی اس طرح دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ بعض اشعار تیر و نشتر کی طرح موثر ہوتے ہیں سامع کو کلیجہ تھام لینا پڑتا ہے۔

بجلی سی دوڑنے لگی اب جسم زار میں
دیواریں کیا ندلنے لگے وحشی بہار میں

کون مست شباب ہے جس پر یہ مقولہ صادق نہیں آتا کس پر ان واردات وحالات
کا انکشاف نہیں ہوا کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا یہ دوسری بات ہے کہ والہی و
آشفتگی میں احساس وادراک کا وقوف رہے۔ واقعی وہ ہستیاں ہر طرح قابل احترام ہیں
جو ان جذبات بیخودی کے باوجود قوائے مدرکۂ محسوسہ سے کام لیکے صحیح معنوں میں اسکا
صرف کرتے ہیں۔ فطرت کے مجربہ اصولوں کا سلسلہ لامتناہی ہے اور فیاضی عام عارض کی
تعمیم معارض کے انتخاب پر موقوف ہے اگر وہ راہ راست اختیار کرکے گل سربد چن لے
تو کسی کو اعتراض واختلاف نہیں مگر جوش شباب میں اور کیفیات کمزور ہو جاتے ہیں
ورنہ اس ولولہ کی برانگیختگی راہرو کو منزل مقصود کی بھی رہنمائی کرسکتی ہے۔ مجاز وحقیقت
پر اس زمانہ کے موسوم عشق کو عقلائے منقسم کیا ہے اور یہاں تک مجاز کو جس کا حقیقت
کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ ہے رعایت دی ہے کہ شاہراہ عمل اگر غلط سمجھ میں آجائے
اور جادۂ حقیقت پر گامزن ہو تو منزل مقصود تک پہونچ جائیگا۔ مجاز کی بے ثباتی
اور بے وفائی سد راہ نہیں ہوتی۔ اور ابتدا ہی سے حقیقت کا راستہ اختیار کیا ہے
تو بے کھٹکے حجاب دور ہوتے جاتے ہیں لیکن اس وقوف کے باوجود کہ گمراہی سے
اعراض کرکے راہ راست اختیار کی گئی ہے یہ جادہ خطروں سے خالی نہیں قدم قدم
پر رہزنوں کا ڈر رہتا ہے ذرا بھی پاؤں ڈگمگایا اور قعر ذلت میں گرے۔

میں عرض کرچکا ہوں کہ قدرت نے تعمیم میں بڑی فیاضی سے کام لیا ہے اسی
واسطے عارف کے لئے کوئی قید و بند نہیں بقول جامی۔ بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست یا بقول مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے۔
اور کیوں نہ ہوتا عمومیت کے ساتھ مساوات ہونا ازبس ضروری تھا۔ البتہ دنیادار
الاسباب ہے کبھی خاک نشینوں کو سریر ایالت پر بٹھاتی ہے کبھی تاجداروں کو در در
کی ٹھوکریں کھلاتی ہے۔ دنیا میں ہر طبقہ اور ہر ملک وملت کے افراد کے بیشمار افسانے

مشہور ہیں اور شاید ان نام آوروں کی تعداد میں رہتی دنیا تک اضافہ ہوتا رہیگا۔ عنوان سب کا ایک واقعات میں اکثر مناسبت ہجر و وصل کے دل خونکن و دلخراش حالات ہیں مگر یہ کیا اعجاز ہے کہ جب کوئی نیا قصہ چھڑتا ہے یا کوئی داستان کہن ہی چھڑتا ہے تو استعجاب و تحیر کی بامحل ایک ہی کیفیت رہتی ہے۔ بغیر سنے رہا نہیں جاتا۔ نتیجہ کا بےچینی سے انتظار ہوتا ہے دلچسپی میں مطلق فرق نہیں آتا۔ یہ دراصل نہ کوئی کرامت ہے نہ اعجاز انسان بالطبع روداد کو دلبستگی کا آلہ کار سمجھتا ہے اور اپنی ذہانت و طباعی سے باریک نکتوں پر نظر دوڑاتا ہے۔ اختلاف طبائع مانی ہوئی بات ہے اور ہر شخص اپنی طبیعت کے موافق کوئی نظریہ قائم کر لیتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد فوت نہیں ہوتا۔

عرب کے ریگستان۔ افریقہ کے عریاں پہاڑ۔ گرم ہوا۔ پانی کی۔ اشجار و اثمار کی کمی تمدن کی سادگی۔ باشندوں کی جفاکشی میں بھی حسن و عشق کی کرشمہ سازیاں اپنے رنگارنگ جلوؤں سے گلگونی و بوقلمونی کی محیر العقول مثالیں پیش کرتی ہیں۔ وامق عذرا۔ قیس و لیلائے عامری جن کے قصوں کو عام شہرت حاصل ہے انہیں ناموں اور انہیں کارناموں کے ساتھ بھیس بدل بدل کے بازی گاہ عالم میں حسن و عشق سے روشناس کرایا ہے۔ اہل نظر و ارباب علم و فضل سے پوشیدہ نہیں ہے کہ قیس و لیلے کے اسمار مشہورہ کیا تھے کتنے قصص وابستہ ہیں اور ہر قصہ سننے کے بعد وہی ہیرو نظر آتا ہے۔

نجد سے جانب لیلیٰ جو ہوا آتی ہے
دل مجنوں کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

لوگ کہتے ہیں کہ بنی عامر میں جذبہ عشق کی بڑی کثرت ہے اسی لئے یہ قبیلہ شہرت دوام حاصل کر چکا اور سرزمین نجد عشق خونین پیرہن کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ ایام جاہلیت عرب کا وہ زمانہ کہ مدنیت کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ بادیہ نشیں عرب خیموں میں راحت کی

زندگی بسر کرنے کے خوگر تھے۔ مقامات کے نام باعتبار لفظ ہوا ضع پڑگئے اور رفتہ رفتہ تہذیب و تمدن نے کچھ بھدے اور بدنما مکانات ابتدا میں تعمیر کرائے آخر میں آبادیوں کا اضافہ ہوا قریوں سے قصبے اور قصبوں سے شہر بن گئے۔ صرف لوٹ غارتگری۔ بکریوں دنبوں کی پرورش و تجارت ہی پر اکتفا نہ ہوئی مختلف تجارتیں شروع ہوگئیں ضرورتوں کیساتھ معاشرت نے سامان راحت وعیش مہیا کئے۔ خانہ جنگیوں میں کمی ہوئی بات بات پر تلواروں کا کھچنا موقوف ہوا۔ پانی بھرنے پر کشت وخون کے سدباب کئے گئے۔ شیوخ وسرداران قبائل سے چھوٹے چھوٹے رئیس اور رئیسوں سے امیر بنے اپنی اپنی حدود میں زیراثر قبائل کے ساتھ ترقی کرتے رہے۔ اور آخر میں شہروں کی آسائش اور سہولتوں نے بادیہ نشینی کی زندگی ترک کرادی مطلق العنانی وآزادی محض کے ساتھ کس مپرسی کی دلگرفتگی سوہان روح کا سبب ہوتی ہے اس لئے اس کو دور کرنے کے واسطے خود ہی قیود کی پابندی اپنے لئے لازم کرلی۔ ابتدا ہر چیز کی دشواریوں کے ہمراہ ہوتی ہے مگر آخر میں مفید ثابت ہونے پر ہر اشیار خوشی سے کیا جاتا ہے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔

یہ ہے وہ مختصر جغرافیہ اور تاریخ اُس سرزمین کی جو صدیوں تک جاتی ہے۔ جہاں کے دلچسپ حالات میں اپنے ناظرین والاتمکین کی خدمت میں پیش کرنیوالا ہوں۔ میں مجنوں کے واقعۂ کہن یاد امق کی داستان پارینہ کو دوہرانا نہیں چاہتا اور نہ شعرا عرب کی طرح ہولوں کے جھنڈ اونٹنیوں کی خوبصورتی کھجوروں کے نخلستان کا ذکر کرکے آپکا وقت ضایع کروں گا۔

میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ دور حاضرہ میں بھی اُن قدیم روایات کی قدرت کی طرف سے تجدید ہوئی ابھی لوگوں کے دل سے نادر شاہ درانی۔ چنگیز خان تاتاری حیدر علی و ٹیپو سلطان وغیرہ کی داستانیں محو نہ ہوئی ہوں گی حالانکہ صدیاں

گزر گئیں ۔ یہاں سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا۔ دنیا نے دشت نجد سے ایک ایسے گمنام شخص کو پیدا کر کے عالم سے روشناس کیا جو اپنے کارناموں سے پہلے بیرون نجد تو بڑی بات ہے اندرون ملک میں بھی کوئی شہرت و ناموری نہ رکھتا تھا ۔

شہر ریاض کا ایک شہری رئیس اپنی حسن کارگذاری ذہانت و عقلمندی سے بڑا ہونیکی کوشش کرتا ہے اور زمانہ اس کے ساتھ مساوات کر کے ترقی کی راہیں دکھا دیتا ہے یہ ساٹھ سال گذشتہ کا واقعہ ہے "تاجدار حائل اور نجدی مشہور شیخ عبداللہ بابا کے مابین نزاع ہوا مغربی سلطنت نے اس کی حمایت کی اور فرمانروائے حائل کے ہاتھ سے حجاز نکل گیا اور اس کے ہاتھ میں زمام آگئی رفتہ رفتہ اس میں ترقی شروع ہوئی ۔ امیر فیصل جو ابن سعود کے جد تھے رکن رکنین حکومت حجاز تھے اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن حق خدمت ملک برابر ادا کرتے رہے ۔ اس وقت ابن سعود یعنی سلطان عبدالعزیز کا عنفوان شباب تھا وزرت کو ان کے ہاتھوں سے بڑے بڑے کام لینا تھے لہذا بلند خیالی اور عالی ہمتی حصہ میں آئی تھی درپردہ کوشاں رہے کہ حکومت حجاز پر خود بدولت کا بلا شرکت غیرے قبضہ ہو جائے ۔

عبدالعزیز ابن سعود بڑے دور اندیش زیرک ۔ طباع ۔ دلیر اور بلند ہمت تھے ابتدا ہی سے ان کے تمام کاموں میں اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے ہیں اور جہاں جاہ وہاں کی خواہش کا زور تھا ادھر شباب کی سرمستیاں اور ولولے بخلانہ بیٹھنے دیتے تھے سب سے پہلے ان کے عشق کی داستان چچازاد بہن سے شروع ہوتی ہے جو درحقیقت نہایت حسین خاتون تھیں ۔ خود ابن سعود میں علم و فضل کے علاوہ وجاہت مردانہ حسن و جمال میں بھی کافی حصہ ملا تھا ۔ اپنی کارگذاریوں اور خاندانی امارت کے سبب سے ہر خاندان کی قدرتاً خواہش تھی کہ ابن سعود کی نسبت اس کے یہاں قرار پائے ۔ چچا سے زیادہ کس کو حق حاصل تھا کہ ہونہار بھتیجے کو فرزندی میں لینا

اور خود ابن سعود کے واسطے اس سے زیادہ آسان اور بہتر صورت کون ہوسکتی تھی کہ جوانی کی اُمنگوں کے دریا میں جو جزر و مد تھا اُس کو اچھے اسلوب سے روکا جائے ابن سعود نے سن بلوغ تک نہایت عصمت و خودداری کیسا تھا اپنا وقت گذارا علمی ذوق مذہبی پابندیاں معاونت کرتی رہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں دوشیزگان نجد کے عشقیہ خطوط مختلف ذرائع سے اُس تک پہونچے لیکن اُس نے کوئی توجہ نہ کی حالانکہ جوش شباب کا یہ عالم تھا کہ مغیلاں کے جھنڈ نخلستان کے جھرمٹ جس وقت ہوا چلتی تھی تو اُسے پریاں رقص کرتے معلوم ہوتی تھیں کسی نازنین کی ترنم خیز آواز کانوں میں پڑی اور دل میں اتر گئی۔ یہ ضرور تھا کہ خود بخود اُس کے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ اگر عیش و عشرت کے جھگڑے میں پڑے تو تمہاری آئندہ کی ترقیاں مسدود ہو جائیں گی۔ وہ بغیر کسی تجربہ اور تفتیش کے صنف نازک کی بے اعتنائیوں اور قابو پرستیوں سے واقف ہو گیا تھا وہ جانتا تھا کہ ان ناز آفرینوں کے دلربایانہ عشووں کا چسکا پڑا پھر ساری خدائی سے الگ تھلگ ہو گئے ان کے قبضۂ قدرت میں آجانا پڑیگا۔ ناتجربہ کاری کے اس عجیب و غریب تجربے نے اُسے مناہی و ناقبول قبائح سے بالکل محفوظ رکھا وہ ہوشمند تھا۔ جوان تھا۔ بہادر تھا۔ دل کا دھنی تھا۔ ترقی کرنے والا تھا اس لئے ان مشاغل سے بالکل کنارہ کش ہو کے شباب کے لطف سے محروم رہنا نہ چاہتا تھا لیکن موقعہ کا متلاشی تھا اُسے اچھی طرح علم تھا کہ خوبرویان نجد اوس کی دعوت طلب پر لبیک کہنے کو تیار ہیں مگر وحشیوں کی طرح از خود رفتہ ہونا نہ چاہتا تھا معشوقوں کی عشوہ طرازیاں اُسے بھی مرغوب تھیں اُن کی بارونق انجمنوں میں شریک ہونیکا شوق تھا اور اپنا تھوڑا وقت دلچسپیوں میں بھی گذارنا چاہتا تھا۔ یہی ذوق بھی جذبہ تھا جو اکثر اوقات اُس کو وادیوں اور صحراؤں میں لئے پھرتا تھا۔

وہ دیکھئے ریاض کے صحرائی بوستان یعنی زرعہ نخلستان میں چند جور دش اور

ملائک فریب دوشیزہ کس قدر بے تکلفی سے باہم چہلیں کر رہی ہیں قمری مہینے کی ابتدائی تاریخیں ہیں چاند کا گورا چہرہ سارے صحرا کو اپنے نور سے منور کئے ہوئے ہے۔ دور تک اسفید ریت کا فرش بچھا ہوا ہے اور چاند کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے صاف وشفاف چاندنی بچھادی گئی ہے۔ ہموار جگہ پر اونٹ کے بالوں کے کمبل بچھے ہوئے ہیں اور یہ پری رخ عورتیں بیٹھی ہوئی کچھ باہم گفتگو کر رہی ہیں کچھ دوڑتی پھرتی ہیں کوئی گن گنا رہا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں سرود ہے اور کسی کے ہاتھ میں دف غرضکہ ایک غیر منظم جلسہ ہے جسکی طرف چشم فلک بھی دلچسپی سے پڑ رہی ہے۔

ہمارا ہیرو دور سے سرود دف کی صدا سنکے دبے پاؤں آیا اور نخلستان کی آڑ سے اس تماشہ کو دیکھنے لگا اُسے اس وقت دنیا کا کوئی کام نہ تھا محض تفریح طبع کیلئے نکلا تھا کہ قدرتی طور پر سامان تفریح پیدا ہوگیا۔ اُس نے تمام دوشیزہ لڑکیوں کو بے نقاب دبے تکلف دیکھا اُن کے دلفریب حسن جاذب نظر و توجہ جال ایسے نہ تھے جو کسی دیکھنے والیکو حسن کے پہلو میں اثر پذیر دل بھی ہو بیتاب نہ کر دیتے خصوصاً ابن سعود جو بمصداق مثل الشباب شعبۃ من الجنون تھا۔ آج اُس کے ضابط اور عاقبت اندیش دل کے اوسان جاتے رہے اُس کے زہد و تقوے کے وضو شکست ہوگئے خصوصاً ایک دوشیزہ نے جس کے ملائک فریب حُسن کے سامنے لعبتانِ فرنگ کیا مہ جبینان عالم گرد تھیں اپنی سادگی اور حسن کی بے پناہی سے عالم بیخبری میں ابن سعود کے دل پر تسلط کر لیا۔ وہ اس وقت نیلگوں لانبا کرتا پہنے ہوئے تھی جو چاندنی میں رات کے سبب سے سیاہ معلوم ہوتا تھا اُس میں اُس کا منور چہرہ معلوم ہوتا تھا کہ برنیرہ تار سے دفعتاً ماہتاب طالع ہوا۔

ابن سعود کی توجہ صرف مذکورہ دوشیزہ کی طرف منعطف تھی دوسری لڑکیوں کی چہلیں شوخیاں نغمۂ و سرود اُس کو اپنی طرف متوجہ کرسکے وہ باحواسی کا وقت تھا

کہ ابن سعود نے درختوں کی آڑ سے اس دلکش منظر کو دیکھا اور اگر بے حجابانہ ان نازآفرینوں کے سامنے آجاتا تو اس کی اس حرکت سے بے تکلفی نہ رہتی تنغص پیدا ہوتا اور وہ خود بھی لطف نہ اُٹھا سکتا۔ اس طرح ان زاہد فریب مہ جبینوں کی دلبستگی میں بھی کوئی فرق نہ آیا اور اس نے خط وافر اٹھایا۔

کسی قدر رات گذرنے کے بعد چاند کا خیری سفر قریب ختم ہوا اور رفتہ رفتہ اونچے درختوں کی چوٹیوں نے اُس کی صاف سنہری شعاعوں پر اپنے حجاب کی کمندیں ڈالنا شروع کیں۔ ادھر ان لڑکیوں میں وہ ولولہ نہ رہا جو صحرا کی ہوا لئے تازہ سے پیدا ہوا تھا ماندگی سی ہوگئی اور اپنے دستور کے موافق انہوں نے مکانوں کی طرف واپسی کا قصد کیا کھجوروں کی چھوٹی بڑی مسلسل جھاڑیوں نے ابن سعود کی موجودگی کا پردہ فاش نہ ہونے دیا اور اُس نے تہیہ کر لیا کہ مذکورہ حسینہ کا نام و نشان کسی طرح دریافت کرنا چاہیے کیونکہ دوبارہ اُن کا ملنا کوئی ضروری نہیں۔ اول تو خانہ خراب دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے اور اگر اس کا اثر نہ ہوا تو حصول مقصد کی کوشش کیجائے گی۔ کوشش کیواسطے نام و پتہ کی اشد ضرورت ہے ورنہ لاعلمی میں کیونکر سراغ لگایا جا سکتا ہے۔

گو اس عالم میں مسلسل کئی گھنٹے گذر گئے لیکن دلفریبی کے وقت کو گذرتے دیر نہیں لگتی بقول شخصے۔

دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

گھڑیاں شب فرقت کی تو کاٹے نہیں کٹتیں

غرضکہ وہ وقت آیا کہ چاند کا حسین چہرہ نخلستان کی آڑ میں ہوگیا اور ان لڑکیوں نے فرش وغیرہ سمیٹ کے ساتھ لیا اور اماں خراماں مثل کبک دری بیابان کی طرف قدم زن ہوئیں۔ ابن سعود سایہ کیطرح کسی قدر فاصلے سے چھپتا دیکھتا ہوا اُن کے

ہمراہ چلا گو عورتوں کا چلنا تھا مگر یہ راستہ بھی بہت جلد طے ہو گیا ابن سعود چاہتا تھا کہ جتنی دیر بھی ان ماہ وشوں کا ساتھ ہو غنیمت ہے مگر زمانہ کو ہمیشہ فرحت و انبساط سے عناد ہے تفریق کا جھونکا چلانے میں آندھی سے کم نہیں وہی ہوا ریاض میں داخل ہوتے ہی ایک ایک دو دو کر کے وہ عورتیں اپنے گھروں میں جانے لگیں کیونکہ مختلف محلوں کی تھیں لیکن وہ ناظورۂ عالم فریب مع اپنی چند سہیلیوں کے بڑھتی چلی گئی اور آخر میں وہ وقت بھی آیا کہ ابن سعود کو بادل ناخواستہ وہاں سے واپس جانا پڑا۔ مگر جس مکان میں اُس حسینہ نے قدم رکھا ابن سعود اُسے پہچان کے اوچھل پڑا اور جُدا ہونیکا جو حزن اُسے افسردہ کئے ہوئے تھا فوری مسرت اور بشاشت سے بدل دیا۔

ابن سعود واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ اُس مہ جبینہ کی نغمہ خیز آواز سنائی دی ہمہ تن گوش ہو کر سنا تو شعر تھا جس کا مفہوم حسب ذیل تھا ؎

نہ خیال ہے نہ حجاب ہے وم زینت اب تو یہ حال ہے
کوئی محو دید جمال ہے کسی بے خبر کو خبر نہیں (حسرت)

شعر سُن کے ابن سعود کے ہاتھ سے دامن صبر چھوٹ گیا اور جواب میں فوراً فی البدیہ یہ شعر کہہ کے پڑھ دیا جس کا یہ مطلب تھا ؎

جو نہ یاد آئے وہ خواب ہوں ہیں تباہ عہد شباب ہوں
تری آرزو میں خراب ہوں تجھے پھر بھی میری خبر نہیں (حسرت)

لیکن اس کا کوئی جواب نہ ملا اور ابن سعود سوچتا ہوا اپنے محل کی طرف چلا کہ میں ابتک اسی خیال میں تھا کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا ورنہ اس قدر حزم و احتیاط کی کیا ضرورت ہے۔ آہ لاعلمی نے مجھے اُس کی ہمکلامی سے محروم رکھا ورنہ باطمینان تمام گفتگو ہو سکتی تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس غلط فہمی میں ڈالنے کا سبب بھی وہی حسینہ ہے جس نے بے التفاتی اور ادائے ناشناسی سے میرے دل میں یہ گمان پیدا

نہ گذرنے دیا کہ اُس نے کس وقت مجھے دیکھ لیا۔ خیر وہ کچھ بھی ہو یہ وقت تو
نکل گیا آئندہ کے لئے کامیابی کی کافی توقع ہے کیونکہ خود اُسی کی طرف سے
گفتگو میں سبقت ہوئی اگر طبیعت کا رجحان نہ ہوتا تو ہرگز اس قسم کی چھیڑ نہ کیجاتی۔
میں بہت جلد کوشش کرونگا کہ اُس ویرآشنا قابو پرست حسینہ کو اپنے آغوشِ
شوق میں دیکھوں اور بمقتضائے ذوق ناز برداری کروں۔ پہلے اپنے خیال کی
تصدیق کر لینا مناسب ہے اُس کے بعد راہ محبت میں قدم رکھنا چاہیئے۔

باب ۲

بنت اسعد

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود
تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

لیلیٰ۔ بہن حمیرہ تم نے قدرت کے کرشمے دیکھے آج وہ غارت گرِ صبر و شکیب خود
ہی بال کا باندھا صحرا میں آگیا۔
حمیرہ۔ لیکن تم نے دیکھا بھی خوب لیکن جس وقت تم نے اشارہ سے مجھے بتایا ہے
چاندنی پتوں میں رخنے کرتی ہوئی اُس کے رخِ ضیا بار تھی میں نے بغور دیکھا کہ
وہ ہمہ تن تمہارے جمال جہاں آرا کیطرف ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے
خوبصورت چہرہ پر عشق کے تمام آثار موجود تھے۔ یہ تو بڑا خود دار اور مردم بیزار مشہور ہے۔
لیلیٰ۔ ہاں اس کی خودداری اور متانت میں کیا کلام ہو سکتا ہے تمام قبائل
کے شیوخ متمنی ہیں کہ اُس کے ساتھ رشتۂ اخوت قائم کریں۔ مگر وہ ایسی طبیعت کا
نوجوان ہے کہ مطلق کسی کی طرف اعتنا نہیں کرتا۔ اُس کا سنجیدہ چہرہ نگاہ کو صاف

دہوکا دیتا ہے اگر اپنے خیال میں وہ یہ نہ سمجھتا کہ کوئی اُسے دیکھ رہا ہے تو اتنا پتہ چلنا بھی ناممکن تھا۔ ہماری مدتوں کی محنت ٹھکانے لگی۔

حمیرہ۔ تو یہ کہئے آپ اسی لئے سیر صحرا کے واسطے جایا کرتی ہیں۔

لیلیٰ۔ ہاں یہ تو خاص مقصد ہے۔ لیکن اصل میں دل بھی گھبراتا ہے اور شب کو چند گھنٹوں کی تفریح سارا کسل کھو دیتی ہے۔

حمیرہ۔ سچ تو ہے۔ کیا آج بھی چلو گی۔

لیلیٰ۔ نہیں آج تو ارادہ نہیں ہے اب دو دن کے بعد چلیں گے۔ اس واسطے کہ سب کو اطلاع دینا پڑتی ہے۔ ورنہ تنہا جانے میں کیا لطف ہے۔

حمیرہ۔ اس کے لئے میرا ذمہ کسی طرح اطلاع کر دوں گی۔ اور زیادہ مجمع کی ضرورت بھی کیا ہے۔

لیلیٰ۔ پھر بھی صحرا کا واسطہ ہے خدا جانے اونچ پڑے نیچ اسی واسطے سبکو جمع کرتی ہیں

حمیرہ۔ میرے نزدیک تو اب اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جہانتک کمی ہو اچھا ہے کیونکہ تخلیہ میں گفتگو کی بھی سبیل نکل آئیگی۔

لیلیٰ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ وہ بھی پھر آئیں کل نہ جانے کیا بات تھی کہ اُدہر آگئے ورنہ اتنے دنوں سے ہم جاتے ہیں۔ ایک دن بھی نہ آئے۔

حمیرہ۔ اب تو وہ ضرور آئیں گے اور ابھی امتحان ہو جائیگا کہ ہمارا خیال صحیح ہے یا غلط۔

لیلیٰ۔ اُنہیں کیا معلوم کہ ہم لوگ روز آتے ہیں ممکن ہے وہ نہ آئیں تو کیا اس سے ہم اپنا وہ خیال جو قائم کر چکے ہیں بدل ڈالیں۔

حمیرہ۔ ہم نے تو یہی سُنا ہے ؎

دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر
از سوئے کینہ کینہ و از سوئے مہر مہر

لیلیٰ - ہاں یہ تو ممکن نہیں کہ ہم پر اثر ہوا ہے اور اُن پر کوئی اثر نہ ہو۔

حمیرہ - خیر یہ تو جو کچھ ہوا بہتر ہوا اب یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کو اگر تمہارے عشق کی اطلاع ہو گی تو وہ ناراض تو نہ ہوں گے۔

لیلیٰ - ناراض کیوں ہونے لگے۔ میں اُن کی اجازت سے صحرا جاتی ہوں اور اپنے کانوں سے سن چکی ہوں کہ وہ خود اس رشتہ کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں بلکہ وہ تو برابر اُن کی تعریفوں کے پل باندھا کرتے ہیں۔

حمیرہ - چلو ادھر سے بھی اطمینان ہوا۔

لیلیٰ - سب کچھ اطمینان ہے مگر اپنی تقدیر سے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی رخنہ نہ پڑے۔

حمیرہ وہم کی دوا تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔ اسی طرح کے منصوبے کریں تو کاہیکو زندگی ہو۔

لیلیٰ - نہیں یہ خیال میرا محض وہم پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اسباب ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن سے اندیشہ ہوتا ہے۔

حمیرہ - وہ کیا۔

لیلیٰ - سلطان عائل سے آجکل ان بن ہو رہی ہے اور یہ آل حلیمہ دیدوں کو ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔

حمیرہ - ان جھگڑوں میں پڑنے کی اُنہیں کیا ضرورت ہے۔

لیلیٰ - اُن کے خیالات بہت بلند ہیں ملک گیری اور حکمرانی کے جذبات بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

حمیرہ - یہ تو مرد کے جوہر ہیں اولوالعزمی اس سن میں نہ ہو گی تو کیا بڑھاپے میں ہو گی

لیلیٰ - سنتی ہوں کہ اپنے باپ دادا سے کہیں زیادہ ان کا اثر ملک میں قائم ہو چکا ہے اور وہ سلاطین مغرب سے اپنے تعلقات قائم کر کے اقتدار بڑھاتا

چاہتے ہیں۔ موجودہ فرماں روا سے بھی صفائی نہیں ہے۔

حمیرہ۔ یہ کیا غضب ہے کہ زمانہ بھر سے دشمنی مول لیتے پھرتے ہیں۔

لیلیٰ۔ مجھے اُن سے تبادلہ خیال کی نوبت نہیں آئی سنتی ہوں کہ اُن کی توقعات نہایت حوصلہ افزا اور خوشکن ہیں یہ بھی سنا ہے کہ مذہبی پابندی کا بیحد خیال کرتی ہیں

حمیرہ۔ ہاں ایک یہ صورت بیشک ترقی کی سمجھ میں آتی ہے فرمانروا تو فرمانروا ایک معمولی آدمی بھی مذہب کا پابند نہ ہو تو بیکار ہے۔

لیلیٰ۔ اُن کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ مذہبی جنون ہے۔

گفتگو کا سلسلہ یہیں تک پہونچا تھا کہ ایک برقعہ پوش نازنین کمرہ میں داخل ہوئی برقعہ اوتار کے الگ رکھا اور ان دونوں کے پاس صاحب سلامت کے بعد بیٹھ گئی۔ اس خاتون کا نام سلمٰی ہے یہ بنی خزرج کے شیخ کی صاحبزادی ہے۔ لیلیٰ سے گہرے مراسم ہیں دوسرے تیسرے دن برابر آتی ہے اور خود لیلیٰ بھی جاتی رہتی ہے۔

لیلیٰ۔ بہن سلمٰی آج تم خوب آئیں اب میں تمہیں مکان نہ جانے دونگی۔

سلمٰی۔ کیوں خیر تو ہے۔ میری خطا۔

لیلیٰ۔ خطا یہ کہ تم آج تین روز کے بعد آئی ہو لہذا تمکو اس کی سزا بھگتنا چاہیے۔

سلمٰی۔ خود تو آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اور میں تیسرے دن آئی تو سزا کی مستحق قرار دیگئی۔

لیلیٰ۔ تو اور کیا۔ ہاں جی یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ جانے دو گی۔

سلمٰی۔ خیر تم ہی بتادو۔

لیلیٰ۔ میں اس شرط سے بتاؤں گی کہ تم کوئی حیلہ وحجت نہ کرو۔

سلمٰی۔ نہیں اگر معقول بات ہوگی تو کیوں عذر کرنے لگی۔

لیلیٰ۔ میں نے چند روز سے دوسرے تیسرے دن صحرا جانا اختیار کیا ہے کیا کہوں چاندنی راتوں میں کتنا دلفریب منظر ہوتا ہے۔

سلمیٰ۔ اے ہے رات کو جاتی ہو۔ میں تو مکان میں اطلاع ہی نہیں کرائی۔

لیلیٰ۔ اطلاع یہاں سے ہو سکتی ہے تمہارے مکان ہی کی طرف سے جائیں گے چاہے تم خود چاہے کسی اور ذریعہ سے اطلاع کر دینا اور واپسی میں سہل پڑے تو اپنے مکان چلی جانا یا میرے ساتھ چلی آنا۔

سلمیٰ۔ نہیں جب اُدھر سے واپسی ہو گی تو کیا ضرورت ہے کہ اتنا راستہ طے کر تمہیں تکلیف دوں۔

لیلیٰ۔ یہ کہو کہ چلنے پر رضامند ہو پھر جو تمہارے جی میں آئے کرنا۔

سلمیٰ۔ کون کون جائیگا؟

لیلیٰ۔ میں ہوں تم ہو بہن جمیرہ ہیں۔ ایک مکان بیچ عائشہ ہیں اُن کی دونوں بہنیں ہیں بس اتنے ساتھی کافی ہیں۔

سلمیٰ۔ ہاں سات آٹھ آدمی بہت ہیں۔

شام کا وقت تو قریب ہی تھا چراغ میں بتی پڑی اور ان شوخ حسینوں کا قافلہ مثل سابق بیرون شہر کی طرف روانہ ہوا۔ فاصلہ زیادہ نہ تھا کوئی نصف گھنٹے کی مسافت میں اُس جگہ پہونچیں جہاں گذشتہ شب کو سب نے داد عیش دی تھی قدرت کی صاف سنہری زمین پر فرش بچھایا گیا اور گفت و شنید کھیل کود میں مصروف ہو گئیں جس قدر رات زیادہ آتی جاتی تھی ہوا کی لطافت و خنکی بڑھتی جاتی تھی۔ سب دوشیزہ خاتونیں بے حجاب برقعے اُتارے ہوئے ہوا کی مستانہ رفتار اور صحرا کے پُر کیفیت منظر کا لطف اُٹھا رہی تھیں۔ قریب ہی نخلستان تھا اور کسی قدر فاصلہ سے بے ترتیبی کے ساتھ ببولوں کے درخت کہیں دو چار اکٹھا کہیں تنہا لگے ہوئے تھے باقی حد نگاہ تک ریت سے ہموار میدان تھا اور بہت دور پر پہاڑی سلسلہ گویا میدان کی حد بندی کرتا تھا رات کو تو بالکل معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ کی

دیوار دھندلے دھوئیں کے مانند کھنچی ہوئی ہے۔ جس مقام پر یہ سب بیٹھی ہوئی تھیں کوئی سو گز کے فاصلہ پر ایک صاف اور شیریں پانی کا چشمہ تھا اگرچہ آب کشی کا سلسلہ وہاں ہر وقت جاری رہتا تھا مگر اپنی مصروفیت کی وجہ سے ان نازآفرینوں کی توجہ بھی اُدھر نہ ہوتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد دف اور سرود نکالے گئے اور سب نے مل کے فرزدق کے ایک عشقیہ قصیدہ کو گانا شروع کیا آج یہ سب کچھ ایسی مصروف ہوئیں کہ معمول سے کہیں زیادہ رات آگئی اور شاید بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا مگر اس شب سب نے ببر و مہتاب (چشمہ آب) کی طرف سے کچھ آدمیوں کے آنے کی آہٹ پائی اور گھبرا کے ایک ساتھ سب کی نگاہ اُسی طرف اُٹھ گئی۔ دیکھا تو پندرہ بیس بدو گھوڑوں پر سوار نیزے ہاتھ میں لئے بے تکلف ان کی طرف چلے آتے ہیں۔ اُن میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ان سہمی ہوئی مہ جبینوں کے قریب کے گویا ہوا۔

سوار۔ کیا آپ اجازت دینگی کہ ہم تھوڑی دیر آپ کی خوشی میں شریک ہو جائیں۔

حمیرہ۔ آپ کون ہیں اور کہاں سے آرہے ہیں۔

سوار۔ میں خیرہ کا رئیس ہشام ہوں اور یہ سب میرے رفیق ہیں۔ میں آج اتفاق سے ہواخوری کرتا ہوا ادہر آنکلا۔

حمیرہ۔ معاف کیجئگا۔ ہم شرفاء ریاض کی بیٹیاں ہیں اور بدقسمتی سے ہمارے ساتھ کوئی بڑا بوڑھا بھی نہیں ہے کہ اس کے مشورہ پر کاربند ہوں۔ اپنی "تنہائی" کے خیال سے آپ کی درخواست منظور نہیں کر سکتے۔

ہشام۔ مجھے خود افسوس ہے کہ میں کیوں آپ صاحبان کے سامنے آیا ورنہ پوشیدہ طور پر لطف اٹھاتا۔

حمیرہ۔ وہ آپ کو اختیار تھا اور ہمکو کوئی خبر نہ ہوتی۔۔

ہشام - لیکن صحرا میں اگر کسی گوشہ میں ہم ٹھہر کے فائدہ اٹھائیں تو آپکا کیا نقصان ہے۔

حمیرہ - ہمیں اپنی رسوائی کا خیال ہے یہ خبر مشہور ہو جائے گی کہ دختران شرفائے یمن ایک اجنبی رئیس کی ہم جلیس ہوئیں ہماری ناکتخدائی اور بھی ہمیں اس قسم کے خطروں سے بچنے کی سفارشی ہے۔

ہشام - میں تو بجبر و اکراہ آپ کا یہ حکم مان ہی لونگا مگر میرے ہمراہی اس سلوک پر رضامند نہ ہوں گے۔

لیلیٰ - میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

ہشام - مطلب تو بہت صاف ہے کہ میرے ہمراہی جو مجھے او بہار کے یہاں لائے ہیں اپنی خواہش کو ٹھکرا دینے پر سخت ناراض ہو گئے ہیں اس لئے وہ ضد کر رہے ہیں کہ ضرور آپ کا گانا سنیں گے۔

حمیرہ - ہم کوئی پیشہ ور گانے والیاں نہیں جو کسی کی حکومت ہم پر چل سکے یہ صحرا ہمارے شہر کی حدود میں داخل ہے اور ہم ہر طرح اس مقام پر اپنے فعل کی مختار ہیں۔

ہشام - لیکن اگر آپ پر تشدد کیا جائے تو کون حمایتی ہیگا۔

لیلیٰ - خدا۔

ہشام - ہاں خدا ضرور اپنے بندوں پر رحمت کرتا ہے اور الحمدللہ کہ مسلمان ہونیکی حیثیت سے ہم بھی مستحق رحمت ہیں۔

لیلیٰ - مگر کچھ بھی کیوں نہ ہو ہم آپ کا حکم یا درخواست منظور کرنے پر مجبور نہیں ہیں۔

ہشام - ہم بھی قدرتاً بمقتضیٔ "الانسان حریص ما علی ما منع" اپنی خواہش پوری کرنی چاہیں گے۔

لیلیٰ - مگر یہ زیادتی ہوگی اور کمزور عورتوں پر اسے آپکی غیرت مردانگی کیونکر گوارہ کریگی۔

ہشام۔ ایک کمزور گروہ کا یہ انصاف کب ہو سکتا ہے کہ بے ضرر ابنائے جنس کی ایسی خواہش کو جس کے پورا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے بیدردی سے ٹھکرا دے۔

لیلیٰ۔ نقصان اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اجنبیوں کے سامنے ہم بیٹھ کے بے تکلفی سے گائیں اور اپنے اوپر بدنامی لیں۔

ہشام۔ اول تو کسی کو اطلاع ہی کیوں ہونے لگی۔ اور بالفرض ہو بھی گئی تو ہم لوگ تھوڑی دیر ٹھہر کے اپنے مکان واپس جائیں گے ایسی صورت میں کوئی تفتیش کرنے والا ہے نہ تحقیق۔

سلمیٰ۔ بُری بات کے پر لگ جاتے ہیں آن واحد میں خبر مشہور ہو جائیگی۔ بلکہ آپکی شرافت اور جوانمردی کا یہ مقتضا تھا کہ شب کے وقت بے تکلفانہ تحفہ ناکتخدا لڑکیوں میں ہرگز آنیکی جرأت نہ کرتے۔

ہشام۔ کیا خوب۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی ضد پر قائم رہیں گی۔

لیلیٰ۔ کیا وجہ ہے کہ آپ کا غیر ضروری حکم مان لیں۔

ہشام باتوں میں رہا اور اس کے ہمراہی بڑھتے بڑھتے ان عورتوں کے چاروں طرف حلقہ کرکے کھڑے ہو گئے عورتوں نے ان کے بشرے تیور اور ضد کو خوف کی نگاہوں سے دیکھا اور کسی طرح چھٹکارہ ملتے نظر نہ آیا۔ چونکہ شب نصف کے قریب آچکی تھی اس واسطے ماہتاب کھجوروں کی آڑ میں ہو گیا تھا اور ہوا تیز چلنے لگی تھی۔

سلمیٰ۔ اگر آپ کو اصرار ہے کہ آپکی تمنا پوری کی جائے تو ہم طوعاً و کرہاً منظور کرتے ہیں۔ لیکن آج رات زیادہ آچکی ہے۔ کل اگر آپ ابتدائے شب میں آئے تو حسب طرح مناسب سمجھیں تعمیل ارشاد ہو جائے گی۔

ہشام۔ یہ میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ رات زیادہ آچکی ہے اور کسی قدر دیر بھی ہو گی تاہم میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے شہر میں بحفاظت تمام پہنچا دونگا اسوائے

تاخیر کے اور کوئی تکلیف آپکو نہ ہونے پائیگی۔

حمیرہ۔ اب تو آپ کو زبردستی نہ کرنا چاہئیے۔ اور ہماری تجویز پر عمل کرنا چاہیے۔

ہشام۔ (اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کے) کیوں بھائیو کیا رائے ہے۔

ایک۔ اس کے واسطے کون کل اتنا سفر طے کر کے آئیگا۔ بات پڑگئی ہے لہذا ان سے کہئیے کہ ابھی ہماری آرزو پوری کر دیں۔

ہشام۔ معزز خاتونوں میرے ہمراہی آج ہی کے لئے مصر ہیں۔

لیلیٰ۔ لیکن ہم لوگ ملنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ہشام۔ دیکھیے سوچ سمجھ کے جواب دیجئے ایسا نہ ہو انجام میں کف افسوس ملنا پڑے۔

لیلیٰ۔ سوچنا سمجھنا کیا۔ نہ ہم آپکی رعایا ہیں نہ آپ سے کبھی کے مراسم ہیں کہ مروت ہو نہ ہم نے آپکا کچھ بگاڑا ہے۔

ہشام۔ یہ سب درست و بجا مگر اس قدر ضد سے کیا فائدہ۔

لیلیٰ۔ یہی سوال آپ اپنے دل سے بھی کر سکتے ہیں۔

ہشام۔ تو آپ یہ چاہتی ہیں کہ دل کی مرضی پر کام لیا جائے۔

لیلیٰ۔ ضرور کیونکہ دل ہی کی مرضی تو آپ کو یہاں لائی بھی ہے۔

ہشام نے جیب سے نکال کے بگل بجایا اور سوار حلقہ کئے ہوئے کھڑے ہی تھے کمندیں پھینک کے ساتوں عورتوں کو اسیر کر کے گھوڑوں پر بٹھا لیا اور ہنستے قہقہے لگاتے بر وہب کیطرف چلے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ جب کل آنا ہی ٹھیرا تو پھر جی کھول کے کیوں نہ سنیں جلودن میں خوب جشن رہیگا اور شام کو آپ سب اس جگہ پہنچا دی جائینگی۔

عورتوں نے کچھ جواب نہ دیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگیں کہ یہ کہاں سے بلا آگئی جس نے تمام لطف کرکرا کر دیا۔ اور دیکھئے کہاں لیجا وینگے گھروں میں خدا جانے کیا کیا پریشانیاں اور خیال آرائیاں ہونگی۔ لوگ ڈھونڈھنے نکلیں گے۔ ساتھ ہی

اس کے غیور و خوددار عورتوں نے ایک مرتبہ بھی اپنی رہائی کے واسطے ان جابروں سے درخواست نہ کی اور تن بتقدیر پر ساتھ ہولیں ۔ سوار بے تکلف ریاض سے جانب مشرق تیز تیز روانہ ہوئے اور چند گھنٹوں کے بعد خیرہ میں پہونچ گئے ۔ رئیس خیرہ ہشام کا محل قدیم صنعت کا تھا اوس کے عالیشان دیوان خانہ میں سب پہونچے اور عورتوں کے لئے علیحدہ ایک جگہ تجویز کر دی گئی ۔ اور آرام و آسائش کا سامان مہیا کر دیا ۔ مگر ان بدنصیبوں کو نیند کہاں ایک ایک کے چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں ۔ گھر والوں کا اندیشہ رہائی کا خوف اجنبیوں کے مظالم کا ڈر ۔ اپنی اسیری کا صدمہ غرضکہ بیچاریوں نے آنکھوں میں رات کاٹی ۔ ادہر ہشام چین سے پاؤں پھیلا کے سویا تو دن چڑھے کی خبر لایا ۔ اوسکے ملازم و مصاحب اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے تھے صبح کے وقت سب جمع ہوئے اور ہشام کے بیدار ہونے کے بعد جلسہ کی ٹھہری ۔

دیوان خانہ کے بڑے دالان میں فرش بچھایا گیا اور ریاض کی خوشنوا عنادل وہاں لائی گئیں مگر ان سب نے اس بلا کی خاموشی اختیار کی کہ وہ لوگ کہتے کہتے تھک گئے مگر گانا تو درکنار کسی کی بات کا جواب تک نہ دیا ۔ ان وحشیوں کو ان نازک اندامون کی ایک رخی بے رخی پر بہت طیش آیا مگر کرتے تو کیا کرتے آخر یہ تجویز کیا گیا کہ ان کو اوس وقت تک خیرہ میں قیام کرنا پڑیگا جب تک اپنی ضد کو ترک نہ کرینگی ۔ جتنے لوگ جمع ہوگئے تھے مایوس ہو کے اوٹھ گئے ۔ ہشام نے علیحدہ بھی بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر تریا ہٹ مشہور ہے یہ بھی جی کڑا کر کے اپنی بات پر اڑی رہیں بلکہ لیلیٰ نے ہشام سے کہا ۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم لوگ بے وارث ہیں کوئی دم میں تم پر آفت نازل ہوا چاہتی ہے ۔

ہشام ۔ اوہ ! اسکی کسے پرواہ ہے یہاں جرأت و دلیری کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں ۔

حمیرہ ۔ سب شیخی دہری رہ جائے گی ۔ تمہاری بہادری تو اسی سے ظاہر ہے کہ بے بس

عورتوں کو گرفتار کر کے بے وجہ لے آئے۔

ہشام - وجہ تو ظاہر ہے کیوں کسی سپاہی سے اُلجھو وہ تو اکھڑ ہوتے ہی ہیں۔

حمیرہ - سپاہی اور بہادر ہونے کا دعویٰ بالکل غلط ہے ہم نے وثوق کے ساتھ سنا ہے کہ بہادر ہمیشہ انصاف پسند اور رحمدل ہوتے ہیں۔ مگر تم ایسے ہو کہ دونوں باتوں کا پتہ نہیں۔ تمہاری جرأت کا امتحان کون کرے عورتیں ہر طرح مجبور ہیں۔

ہشام - تم کہتی ہو کہ تمہارے حامی آئیں گے اُس وقت تمہاری یہ تمنا پوری ہو جائیگی۔

حمیرہ - ضرور آئیں گے اور تمکو تمہارے جور و ظلم کا مزا چکھائیں گے۔

ہشام - ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں آخر تم کیوں ذراسی بات پر اسطرح اڑ گئی ہو۔

حمیرہ - ہم کسی کے ملازم نہیں اپنا جی بہلانے کو صحرا میں شغل نغمہ و سرود میں مصروف تھے وہاں جو کچھ تم سُن چکے ہو یا اور چھپ کے سُن سکتے تھے لیکن ہم سے اس قسم کی فرمایش ایک اجنبی گروہ کی کس قدر بیجا اور شرمناک بات ہے۔

ہشام - آہ تم کو کیا خبر کہ اُس وقت شب میں تمہاری الحان و لگداز نے کس قوت اور جذب سے کام لیا ہے کہ ہم لوگ باوجود خستگی و درماندگی سیر ہو جانے پانی لینے کے بعد اُوہر لپٹ پڑے کان اُسی طرح مشتاق ہیں اور تم لوگوں کو ضد ہو گئی ہے۔

حمیرہ - تو تم کو یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ صحرا جو ہمارے نزدیک تخلیہ تھا اور اس میں اپنی خوشی سے جو کچھ کیا وہ ارادہ سے محال کیا نا ممکن ہے۔ اول تو ہم لوگوں کو عادت نہیں دوسرے کوئی ہمارا پیشہ نہیں ہم شرفاء ریاض کی بیٹیاں ہیں پردہ شب میں دل بہلانیکو کبھی کبھی صحرا کی طرف نکل جاتی ہیں ہم سے فرمایش پوری ہونیکی توقع رکھنا فعل عبث ہے۔

ہشام - شرافت و امارت تمہارے چہروں سے برستی ہے اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے لیکن ہم نے خوشامد کا کوئی درجہ اوٹھا نہیں رکھا خیر مجبور ہو گئے

توحصول مقصد کے لئے یہ تدبیر سوچی وہ بھی کارگر نہ ہوئی صرف بات کی پچ رہ گئی ہے ورنہ ہمارے ضمیر خود منفعل ہیں۔

حمیرہ۔ ضد کو جانے دو اور ہمیں آزاد کرو کہ اپنے مکانوں کو سدھاریں جھگڑا بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ہشام۔ مگر یہ میری ذاتی رائے یا فیصلہ سے باہر ہے۔ ہمراہیوں سے مشورہ کروں تو کسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہوں۔

حمیرہ۔ تم سردار قبیلہ رئیس دیہہ ہو تمہاری ہر بات کو وہ لوگ تسلیم کرینگے۔

ہشام۔ مگر میں تحکم سے کام لینا نہیں چاہتا۔

حمیرہ۔ مردوں سے حکومت نہیں چلتی اور عورتوں پر تم کی بجلیاں گرانے پر تیار ہو

ہشام۔ آپ دلشکن گفتگو نہ کریں کہ طرفین کے ملال کا سبب ہو بلکہ جو بات کہیے ٹھنڈے دل

حمیرہ۔ دل تو تم نے خوب ٹھنڈا کیا ہے ہم معقول بات کہتے ہیں تم سے جواب نہیں بن پڑتا تو بگڑتے ہو اور بغلیں جھانکنے لگتے ہو۔

ہشام۔ میں نے جب اقرار کرلیا کہ بیشک ایک لغزش ہم سے ہو گئی تو اس کا اعادہ بیکار ہے۔ یہ بتاؤ کہ تلافی کی کوئی صورت ممکن ہے یا نہیں؟

حمیرہ بالکل آسان ہم اگر ابھی آزاد کردیئے جائیں تو گذرنے والی تکلیف سے گذر گئی۔ اب کوئی شکوہ نہیں ہے۔

ہشام۔ مگر میں معذور ہوں۔

حمیرہ۔ یہ عذر ہرگز صحیح نہیں۔ ہم تو اپنی حالت پر صبر کئے لیتے ہیں مسبب الاسباب منتقم حقیقی کوئی صورت جلد سے جلد پیدا کردے گا۔

ہشام۔ خیر یا قسمت یا نصیب

باب ۳

تلاش اور کامیابی

عشق کی فسوں کاریاں اور شعبدہ بازیاں ضرب المثل اور اظہر من الشمس ہیں جہاں ان کو نیچے لٹکا نیکا موقعہ ملا پھر اُس پر پورا تسلط قائم کرنا ان کے لیے بالکل معمولی بات ہے۔ ابن سعود گذشتہ شب میں لطف صحرا اٹھا چکا تھا اور لیلی کا زاہد فریب حسن اُسے گرویدہ بنا چکا تھا جس کی بنا پر ابن سعود لیلی کے کاشانہ عشرت تک گیا اور اس فکر میں رہا کہ اُس کے حالات دریافت کرلوں پھر عقد کی درخواست بھیجوں گا اوسے واپسی میں ایک اپنے دوست سے معلوم ہوگیا کہ جس مکان کو وہ دیکھے ہوئے آرہا ہے وہ اُس کے چچا کا ہے اور اُس کے والد سے کچھ زمانہ ہوا کہ ناچاقی ہے لہذا مدت سے آمد و رفت کا سلسلہ موقوف ہے۔ ابن سعود کو اس قصہ کی مطلق اطلاع نہ تھی لیکن اطمینان ہوگیا کہ لیلی کے ہمراہ مناکحت میں کوئی دشواری لاحق نہ ہوگی

دن بھر ابن سعود اپنے ایک خاص مشن میں منہمک رہا اُسے آل حلیمہ کے ایک بڑے گروہ کو اپنا موافق بنانا تھا جس کے لیے مدت سے کوشش میں مصروف تھا اُس قبیلہ کے بعض اکابر و شیوخ ریاض میں آئے ہوئے تھے لہذا ابن سعود چاہتا تھا کہ اونکے ذریعہ سے اپنا مقصد حاصل کرے چنانچہ دوسرے روز ایک مقام تجویز ہوا کہ ابن سعود ان لوگوں سے ملکے اپنے خیالات کا اظہار کرے گا۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا کہ جلد انجام پاجاتا لہذا سارا دن اسی تگ و دو میں کٹ گیا اور شام کو اگرچہ دن بھر کی محنت سے درماندہ تھا اور کہیں آنا جانا دوبھر معلوم ہوتا تھا مگر چیدہ جانیکا خیال دفعتاً آیا اور وہ کپڑے پہن کے جانیکو تیار ہوگیا۔ وہ سیدھا اُسی صحرا میں

پہونچا جس میں گذشتہ رات کو دلفریب و دلکش منظر دیکھ چکا تھا۔ حسب سابق چھپتا چھپاتا مزرعہ نخلستان میں پہونچا اور جہاں تک وہ دیکھ سکتا تھا اس نے دیکھا لیکن کسی متنفس کا پتہ نہ تھا البتہ درختوں کے قریب ایک گوشہ میں فرش بچھا ہوا معلوم ہوا اُسے حیرت تھی کہ فرش بچھا ہے اور کوئی نظر نہیں آتا یہ کیا واقعہ ہے لیکن وہ سمجھ میں کیونکر آسکتا تھا بہت دیر کھڑے کھڑے ہوگئی تو نخلستان سے باہر نکلا اور اس مقام پر پہونچا جہاں فرش بچھا ہوا تھا۔ پھر بار بار سب طرف دیکھتا ہے کہ یہ نازک اندام عورتیں کہاں چھپ رہی ہیں جو میری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اسی فکر میں پریشان فرش کے گرد چکر لگا رہا تھا اور دماغ پر زور دے رہا تھا کہ اس طرح کا کونسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ عورتیں موجود نہیں اور فرش اسی طرح بچھا ہے چاند کی روشنی تقریباً جا چکی تھی درختوں کی آڑ نے اس کھلی ہوئی جگہ کو بھی تاریک کر رکھا تھا کہ پتوں کے اندر سے چاندنی کا کچھ حصہ اس فرش پر پڑا تو دیکھتے ہی ابن سعود نے ایک کاغذ اٹھا لیا جو فرش کے کنارے پڑا تھا اس نے بہت کوشش کی کہ چاند کی روشنی کچھ سا عدت کرے مگر نہ پڑھ سکا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کے ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہوا مکان کی طرف پلٹا۔ سب سے پہلے اس نے روشنی میں کاغذ پر نظر دوڑائی۔ تحریر تھا " رئیس خیرہ ہشام کے دستِ ظلم میں اسیر ہو گئی ہیں اگر کسی کو یہ کاغذ ملے تو ہماری مدد کرے خدا اجر دے گا"۔ ابن ہشام یہاں کیونکر پہنچ گیا۔ ابن سعود نے چونک کے کہا بڑی دشواری پہ لاحق ہو گئی کہ خیرہ یہاں سے فاصلہ پر ہے اور آج مجھے جلسہ میں شریک ہونا ہے جس کی میں نے خود تحریک کی ہے اگر اسی وقت تعاقب کرتا ہوں تو میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ رات کا وقت کچھ انتظام کرنے کا موقعہ نہیں بہتر ہوگا کہ کل اس کام سے نبٹنا کے جلسہ میں شریک ہوں۔ مگر نہیں جلسہ میں شرکت نہایت اہم ہے اور یہ کام دوسرے دن بھی ہو سکتا ہے۔

ابن سعود پڑے پڑے یہی سوچتا رہا کہ کس کام کو مقدم سمجھنا چاہیے اور کونسا ضروری ہے۔ ضروری دونوں ہیں لیکن مقدم ہونے کے قابل وہی کام ہے جو ایک غیر معنی مدت تک نہ ہو سکے۔ حسن اتفاق ہے کہ شیوخ قبائل جمع ہو گئے ہیں اور نہ ان کو ایجا جمع کرنا بھی آسان کام نہیں خدا کا نام لیکے پہلے اس معاملہ کو طے کر دینا چاہیے رہا ان عورتوں کی رہائی کا معاملہ وہ آئندہ روز خدا نے چاہا تو سب سے پہلے انجام دونگا۔ خدا جانے رئیس خیرہ اونہیں کیوں اسیر کر کے لے گیا اوس کا بجز اس کے کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ اون میں سے کسی پر مائل ہوا ہے اور عقد کرنا چاہتا ہے لیکن بڑا نا عاقبت اندیش ہے کیا وہ سمجھتا ہے کہ ان عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں یا اوس کی شخصیت سے مرعوب ہو کے کوئی تعرض نہ کریگا۔ بیوقوف نے بری جگہ پگڑی الجھائی اس سرکشی اور زیادتی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ اُن عورتوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتا ہے قید میں رکھا ہے یا خاطر مدارات ہو رہی ہے خیر یہ سب کچھ معلوم ہو جائیگا جس قدر خیال کو وسعت دیجائیگی اوہام باطلہ پیدا ہوتے جائیں گے اس سے اللہ کے بھروسے پر ایک دن کے واسطے ملتوی کر دینا چاہیے۔ اسی قسم کی خیال آرائیوں میں مصروف رہنے کے بعد ابن سعود کو نیند آگئی لیکن نصف گھنٹہ بھی نہ گذرا تھا کہ گھبرا کے آنکھ کھل گئی فوراً بستر سے اُٹھا اپنی سواری کا گھوڑا اصطبل سے لیا اور سوار ہو کے یکہ و تنہا خیرہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کا بادپا تازہ دم رات کا ٹھنڈا اور تنا ہوا سے باتیں کرتا ہوا چلا اور دو گھنٹے کی مسافت ایک ہی گھنٹہ میں طے کر لی۔ ابن سعود اگرچہ رئیس خیرہ کے مکان سے واقف نہ تھا نہ اس کو پہچانتا تھا مگر ذکر سن چکا تھا کہ ہشام بڑا شورہ پشت سردار ہے کئی قبیلے اس کے ہمت میں ہیں اور وہ بیدھڑک تاخت کیا کرتا ہے۔ ہشام کے عالیشان محل نے

بتادیا کہ کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تمام آبادی میں سب سے زیادہ ممتاز عمارت تھی۔ ابن سعود بے تکلف گھوڑا بڑہائے ہشام کے دروازہ پر پہونچا۔ دیوان خانہ میں بالکل سناٹا تھا آہنی پھاٹک کی زنجیر اندر سے بند تھی اور بڑے ہال میں ان سب عورتوں کے بستر بچھے ہوئے تھے۔ رات چونکہ بہت زیادہ آچکی تھی خواب راحت میں مصروف تھیں لیکن لیلیٰ تنہا جاگ رہی تھی اور کوئی بات کرنے والا نہ تھا اس لئے خاموش آنکھیں بند کئے دل ہی دل میں منصوبے کر رہی تھی۔ "معلوم ہوتا ہے ابن سعود ٹھہرا ہیں نہیں آئے اور اگر آئے تو وہ کاغذ اُن کو نہیں ملا۔ ورنہ ناممکن تھا کہ دیکھتے ہی فوراً نہ آجاتے۔ رات کا وقت ہوگا اور وہ کیا جانیں کہ اس قسم کا واقعہ درپیش ہو سکتا ہے اگر آئے بھی ہونگے تو سناٹا دیکھ کے واپس گئے ہوں گے کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ کے لئے کاغذ تلاش کرتے۔ بڑی چوک ہوئی کہ اطلاع کی کوئی صورت نہ نکال سکے۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی صورت ہونا بھی دشوار تھی۔ خدا ہی کو منظور ہے کہ ہمیں تکلیف ہو۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہائے گھروں میں کیا چہ میگوئیاں ہورہی ہوں گی کہ ہم لوگ کدہر چلے گئے اگر کسی نے لاعلمی کے سبب سے خبر نہ لی اور دو چار روز ہمیں ان گھاتوں میں کاٹنے پڑے تو کاہیکو جان بچیگی۔ ان بدنفسوں کی صورت دیکھ کے جی جل جاتا ہے بات کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی تقدیر نے کہاں سے کہاں پہونچادیا اور مجھ بدنصیب کے ساتھ اوروں کی بھی خواری ہوئی دیکھئے خدا کیا کرتا ہے اور کیونکر اس ضدی جاہل سے چھٹکارہ نصیب ہوتا ہے!!

ابن سعود نے باہر پھاٹک کی موٹی سلاخ میں گھوڑے کی لگام باندھ دی اور خود چابک دستی کرکے سلاخوں کے ذریعہ سے پھاٹک پر چڑھا ابھی وہ دوسری طرف اترنے کو تھا کہ ایک زناٹا ہوا اور کان کے پاس سے گولی بھن بھناتی ہوئی نکل گئی

ابن سعود اُسی جگہ دبک رہا اور فوراً سمجھ میں آگیا کہ اُوس کی نقل و حرکت کا کوئی نگران ہے۔ خدا نے بڑی خیر کی کہ بال بال بچ گئے یہاں بالکل تنہا ہوں اس موقعہ پر ضد سے کام نہ لینا چاہیئے خیریت اسی میں ہے کہ اس وقت اپنا ارادہ ملتوی کر دوں کل انتظام کر کے آؤں گا اور سر میدان ہشام کو سمجھ لوں گا۔ ایسا نہ ہو محافظ دوسرا فائر کرے اور نقصان پہونچ جائے۔ گولی بشک شبہ پر چلائی گئی تھی اسی لئے دوسری نہیں چلی اور ابن سعود حزم و احتیاط کے ساتھ اُوتر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور باول نخواستہ مکان کیطرف روانہ ہوا۔

واپسی کا راستہ روانگی سے بھی جلد طے ہوا گھوڑے کو اصطبل میں پہونچا کے ابن سعود بستر پر آیا اور تھک سا گیا تھا اس لئے تھوڑی دیر کے واسطے بیہوش ہو گیا۔ رات بہت کم باقی رہی تھی "الصلاۃ خیر من النوم" کے مبارک جملے نے آنکھ کھلوا دی اُٹھ کے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ طبیعت کسلمند تھی مگر فکریں جو لاحق تھیں مستعدی سے ہوشیار ہو گیا۔ قہوہ کی کئی پیالیاں پیں لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور دن چڑھ آیا۔ اپنے رفقار اور احباب کو بلایا ساتھ دینے کا وعدہ لیا سب نے بسر و چشم قبول کیا یہ لوگ سب تیار ہی تھے کہ آل حلیمہ کے شیوخ نے کہلوا بھیجا اگر ابن سعود حلیمہ سے پہلے ہم سے مل لیں تو زیادہ بہتر ہو گا کہ کچھ مفصل گفتگو کر سکیں

ابن سعود ابھی ذہن میں حلیمہ کو فراموش کر چکا تھا۔ سوچا کہ واقعی ایسا زریں موقعہ ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے آج اس کام کو ملتوی کر دوں اپنے احباب سے کہا کہ میں جس مہم پر جانیوالا تھا آج نہ جاؤں گا بلکہ کل پر اُوٹھا رکھتا ہوں کیونکہ شیوخ آل حلیمہ سے بعض معاملات پر نہایت ضروری گفت و شنید کرنی ہے اُن لوگوں نے کہا امیر کو اختیار ہے ہم تو حکم کے بندے ہیں آج نہیں کل سہی جس وقت بھی ہماری طلبی ہو گی بسر و چشم حاضر خدمت ہوں گے

احباب کے رخصت ہونے کے بعد ابن سعود نے پُر تکلف لباس پہنا اور سبزی نجدی گھوڑے پر سوار ہو کے مقام مجینہ پر پہونچا تمام شیوخ پہلے سے ایک جا انتظار ہی کر رہے تھے سب نے تعظیم دی اور تپاک سے صدر میں بٹھایا۔

ابن سعود۔ حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے لئے کتنی مشکلیں درپیش ہیں اور ہمارے فرائض کیا ہیں۔ ہم خدا کے احکام کے مقابلہ میں اپنی ضرورتوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور شریعت کا علم ہے۔ میں نے آپ صاحبان کو اسی غرض سے تکلیف دی ہے کہ اپنے خیالات کا اظہار کروں اور اگر وہ اس قابل ہوں کہ اونہیں آپ تسلیم کریں تو میری اعانت کیجئے تاکہ خدا کی راہ میں شرع شریف کے موافق جو کام کرنا چاہتا ہوں بوجہ احسن انجام دے سکوں۔ آپ حضرات نے زمانہ دیکھا ہے گرم و سرد اٹھائے ہوئے ہیں میں آپ کے مقابلہ میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا نہ مجھے اپنی عقل و دانش پر خاص اعتماد ہے البتہ یہ بھی خدا کی عطا فرمودہ توفیق ہے جو اپنی بساط سے زیادہ کام کرنے کی جرأت کر رہا ہوں اور کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو سمجھانا گویا لقمان کو حکمت پڑھانا ہے مگر وہ خاص باتیں جن کا آپکو اسلئے علم نہیں ہے کہ آپ حضرات شہروں کی آبادیوں سے علیحدہ رہنے کے خوگر ہیں اور سال میں حج کے موقعہ پر مختلف مقامات سے روشناسی کا موقعہ حاصل ہوتا ہے لیکن اول تو فرض کی ادائیگی کا انہماک دوسرے یہ ضروری نہیں ہے کہ سب ہی ہر سال اس فریضہ کو ادا کرنے کے قابل ہوتے ہوں۔ لہذا معاشرتی امور اور اُن بدعات و منہیات کا رواج جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں عام ہوتا جاتا ہے اب اس قدر بڑھا کہ ایک سچا مسلمان ہرگز اُسے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو بتاؤں اور یاد رکھیئے کہ سرزمین حجاز پر ایک قبیلہ کو بھی اگر ڈھونڈھیئے اور راہ راست پر پائیے تو خدا کا شکر کیجئے۔ مگر نہیں آپ کو نہ ملیگا۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں

کہ اس میں نہ آپکی خوشامد ہے نہ اپنی بڑائی کچھ جادۂ مستقیم پر اگر کسی کو پائے گا تو الحمد للہ آل علیہ میں یا میرا خاندان۔ آپ اپنے درمیان میں آسانی سے میری گذارش کا امتحان کر سکتے ہیں۔ اور اپنے خاندان میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس تحقیقات کے واسطے آپ کو سہولتیں پہونچا دوں گا۔ آپ کہتے ہوں گے کہ ابن سعود کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا امامت کا مدعی ہونا چاہتا ہے مگر نہیں حاشا وکلا میرا یہ قصد نہیں ہے خادم ملک وملت ہو کے رہنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔ میری یہ خواہش ضروری ہے اور جب تک جان میں جان رہے گی تمام دنیا کے مسلمان صراط مستقیم سے رتی برابر نہ ہٹیں احکام شرعی کا تمام وکمال لحاظ رکھیں جادۂ شریعت سے نہ ہٹکیں۔

ایک شیخ۔ بارک اللہ۔ یہ ہر مسلمان کا فرض اور قدرتاً خواہش ہونا چاہیئے۔ لیکن مجھے اس میں کلام ہے کہ آپ نے اپنے نظریہ سے اپنے خاندان یا آل علیہ کو مسلمان مانا ہے باقی کسی گروہ کسی قبیلہ کو مسلمان نہیں مانتے آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

ابن سعود۔ وجہ تو ظاہر ہے کہ احکام شریعت کی پابندی چھوڑ دی ہے۔

شیخ۔ لیکن کلمہ گو کو کافر سمجھنا اصول اسلام کے خلاف ہے۔

ابن سعود۔ کلمہ اگر کسی یاد کرنے والے جانور کو سکھا دیا جائے تو کیا وہ مسلمان ہے۔

شیخ۔ شریعت نے جہاں تک احتیاط کی ہے کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو ممکن ہے کہ مرتے وقت اس کی زبان سے کلمہ طیبہ نکل جائے۔

ابن سعود۔ لاریب۔ کافر نہ کہنا چاہیئے لیکن جو خدائے واحد وقدوس کی صفت میں کسی کو شریک کرے وہ تو مشرک کہلائے جانیکا مستحق ہے۔

شیخ۔ مگر نیت پر موقوف ہے اور ایمان کا دارومدار بھی سمجھا جاتا ہے۔

ابن سعود۔ شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے اگر دو شہادتیں کامل پہنچ جائیں اور حقیقت کچھ اور ہو تا احکام شرعیہ کا نفاذ ہو جائیگا

شیخ ۔ اس میں شاہدوں پر صحت و غلطی کا بار رہتا ہے اور شریعت بری الذمہ ہے۔
ابن سعود ۔ صحیح ہے ۔ ہاں آپ کو شاید اس کا اتفاق نہ ہوا ہو لیکن میں تو بار بار دیکھتا ہوں اور تلخ تجربہ نے میرے خیالات کو اور مستحکم کر دیا ہے کہ زیارات قبور منت مرادیں مانگنا بالواسطہ یا بلا واسطہ کس قدر حکم خدا کی عدم پابندی ہے ایسے لوگوں کو مشرک کہتے ہیں ہرگز باک نہ ہونا چاہیئے کیونکہ شرک صریح کا اُن سے ارتکاب ہوتا ہے ۔
شیخ ۔ شریعت مکلف نہیں ہے اور اس لئے خود بزرگوں کا احترام و آداب شرعیہ سکھائے ہیں اگر لوگ اس پر عامل ہیں تو اُن کا کوئی قصور نہیں اور زیادہ نادانستگی کی وجہ سے کچھ کمی زیادتی ہو جاتی ہے تو بھی قابل گرفت بات نہیں۔
ابن سعود ۔ معاف کیجیئگا مسائل شرعیہ کی بحث چھڑ جائے گی تو اُس کے لئے ایک زمانہ کی ضرورت ہے اور یہاں تھوڑے سے وقت میں بہت سے کام کرنے ہیں لہذا اگر مناسب ہو تو تھوڑی دیر کے واسطے میری گذارش کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور جو کچھ سوال کرنے ہوں بے تکلف فرمائیں اگر ممکن ہو گا تو میں جواب دوں گا ۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سب حضرات یکجا ہو گئے ورنہ سب کو اطلاع دیکے جمع کرنا آسان کام نہ تھا ۔ لہذا ہمیں اس مبارک موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے میں نہایت سچے دل سے عرض کرونگا کہ جب تک شرعی اور معاشری خرابیاں دور نہ کیجائیں گی ملک ترقی نہیں کر سکتا بلکہ اسلام کے مقدس مقصد کو اس سے صدمہ پہونچتا ہے بری باتیں دنیا میں جلد رائج اور مشہور ہو جاتی ہیں ۔ لہذا تھوڑے زمانہ میں اسلام کی خوبیاں مفقود ہو کے خرابیاں ہی خرابیاں رہ جائیں گی ہم سبکو یکساں حق حاصل ہے کہ اسلام کی برکات سے عالم کو روشناس کرائیں لہو ولعب شرک وبدعت ۔ غیر شرعی اور ممنوعہ باتوں کو اپنے برادران اسلام سے چھڑوائیں

اگر وہ فہمائش پر عمل نہ کریں دوسرے طریقے اختیار کریں تاکہ ان کے اندیشہ سے وہ مذموم افعال سے اجتناب کریں۔

شیخ۔ ہیں ایک مقصد سے قطعی اعتراف ہے اور تا امکان آپکا ہاتھ بٹانا چاہتا ہیں

ابن سعود۔ آل علیہ کے قدیم دشمن خاندان محمد بن عبدالوہاب ان معاملات میں بہت پیش پیش ہے حکومت کا غزہ نیک وبد سوچنے نہیں دیتا میرے نزدیک سب سے پہلے ان کی تنبیہہ ہونی چاہیئے۔ ہاں میں یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کے اور خاندان عبدالوہاب کے باہمی نزاع سے میں فائدہ نہیں اوٹھانا چاہتا البتہ آپ کی جمعیت اور جنگجوئی سے ضرور مستفیض ہونا چاہتا ہوں ایسی صورت میں آپ سے بڑھکے اوس کے مقابلہ کے واسطے کوئی موزوں نہیں۔ میں تنہا ظاہر ہے کہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا لہذا آپ کی امداد و اعانت کی ہر وقت مجھے احتیاج ہے میں قیادت کا بھی متمنی نہیں ہوں اگر آپ حضرات میری خدمات کو پسند کریں گے تو کوئی عذر بھی نہ ہوگا۔ فی الحال اسی مسئلہ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے آپ حضرات غور فرمائیں اور اگر مناسب معلوم ہو تو مجھ سے وعدہ کرکے اطمینان بخشیں۔

شیوخ باہم دیر تک مشورہ کرتے رہے اور ابن سعود نے کہا کہ اچھی بات ہے آپ جلسہ کے وقت ہم سے پھر یہ سوال کیجیگا ہم جو کچھ طے کرینگے جواب دینگے۔

ابن سعود۔ اب جلسہ کی کیا ضرورت ہے اس وقت کی تقریر بھی یہی ہوگی آپ نے وقت دیگر ہمیں سبکدوش کردیا البتہ غور کرنے کے واسطے کسقدر وقت کی ضرورت ہے۔ اوس کے لئے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ضروری بات نہیں ہے کہ آپ فوراً بغیر سمجھے جواب دیدیں ایک دن دو دن چار دن یا اس سے بھی زیادہ خوب تشفی وفراز پر غور کرلیجئے پھر جواب باصواب سے مستفیض فرمائیے۔

شیوخ نے اس تجویز کو پسند کیا اور ایک ہفتہ کے بعد جواب دینے کا وعدہ

گیا تاکہ اپنے قبائل سے بھی مشورہ کر سکیں۔ اور ابن سعود سب کے ملکے خوش وخرم واپس ہوا دل میں شکر کرتا تھا کہ بڑا کام ہو گیا۔ آل حلیمہ ضرور میرے طرفدار ہو جائیں گے یہ دلیر بدو بحید جری اور صف شکن ہیں خدا نے چاہا تو چند ہی دن میں میرے سب مقاصد پورے ہو جائیں گے۔

ابن سعود نے خیال کیا کہ اس سلسلہ میں عورتوں کو بھی قید و بند سے رہائی ملجاتی تو اچھا تھا اب کل تک کا کون انتظار کرے میں نے ناحق کو اپنے دوستوں سے کل کے واسطے کہدیا پھر دوبارہ بلا کے کہنا میری شان کے خلاف ہے چاہے منہ پر نہ کہیں مگر دل میں ضرور کہیں گے کہ عجیب متلون المزاج شخص ہے۔ اور بھروسہ بھی اپنا ہی اچھا ہوتا ہے چلو تن بہ تقدیر آج قسمت آزمائی کریں اگر موقعہ مل گیا تو تنہا سب کو لیکر نکل آؤنگا۔

خیرہ میں جلسہ کا انتظام ہو رہا ہے جوق جوق لوگ جمع ہوئے اور بنات خنفار ریاض سے گانے کی فرمائش کی گئی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا آخر تک اپنی بات کی پابندی کی یہاں تک کہ سب لوگ ناراض ہو گئے اور جلسہ برخاست ہوا اس مجمع کے ساتھ شام کے دیوانخانہ میں داخل ہونے کا ابن سعود کو موقعہ مل گیا اور ایک پوشیدہ مقام پر ٹھہر کے تمام کارروائیاں مشاہدہ کیں۔ جب سب لوگ جا چکے عورتیں اپنے بستروں پر خواب ناز میں مصروف ہو گئیں تو ابن سعود باہر نکلا اور دبے پاؤں لیلیٰ کے پلنگ کے پاس پہونچا۔ سب سو رہی تھیں لیلیٰ کو نیند کہاں آئے آہٹ پاکے آنکھ کھولی تو ابن سعود کو احتیاط سے اپنی طرف آتے دیکھا وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔

ابن سعود۔ کیا تمہارا نام لیلیٰ بنت اسعد ہے۔

لیلیٰ۔ ہاں۔ اور آپ؟

ابن سعود۔ پھر دریافت کر لینا اسوقت اس کا موقعہ نہیں اپنی ساتھیوں کو جگاؤ اور نکل چلو
لیلیٰ۔ ریاض یہاں سے دُور ہے سواری کا کیا انتظام ہو گا۔
ابن سعود۔ شام کا اصطبل سامنے ہے گھوڑے لے لیں گے۔
لیلیٰ۔ بہتر ہے۔ آپ گھوڑے تیار کیجئے میں سب کو احتیاط سے ہوشیار کرتی ہوں
سب سے پہلے سلمیٰ کے پاس گئی اور شانہ ہلا کے کہا سلمیٰ! سلمیٰ! اٹھو رہائی کا وقت آگیا۔
سلمیٰ۔ کیوں ستاتی ہو ایک تو یوں ہی نیند حرام ہے اور آنکھ لگی تو تم کو دل لگی سوجھی۔
لیلیٰ۔ نہیں دل لگی کا وقت نہیں ہے خاموشی سے ہوشیار ہو جاؤ۔
اس کے بعد حمیرہ کے پاس گئی اور اُسے بیدار کیا پھر تینوں نے مل کے
سب کو جگا یا اتنی دیر میں ابن سعود نے سات گھوڑے اصطبل سے نکالے اور
سب کو احتیاط سے سوار کیا پھاٹک کی زنجیر کھولی باہر سے اپنا مرکب لیا آبادی
سے نکل کے صبا رفتار گھوڑوں کو تیز کر دیا جب تین چار میل راستہ طے ہو گیا تو
لیلیٰ گھوڑا بڑھائے ابن سعود کے پاس آئی۔
لیلیٰ۔ اگرچہ میں اپنے محسن کے اسم گرامی سے واقف نہیں ہوں لیکن اس احسان
کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔
ابن سعود۔ شکریہ کی کیا ضرورت ہے انسان کا کام انسان سے نکلتا ہے۔
لیلیٰ۔ صرف میں ہی نہیں۔ میری اور بہنیں بھی آپکی شکر گذار ہیں۔
ابن سعود۔ سب سے کہہ دیجئے کہ اتفاق سے میری خدمت قبول ہو گئی جس کے
لئے صرف خدائے واحد مستحق شکر ہے۔
لیلیٰ۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو اپنا اسم گرامی بتا دیجئے۔ تاکہ ہم اپنے محسن کا نام یاد
رکھ سکیں۔
ابن سعود۔ مجھے عبدالعزیز کہتے ہیں۔

لیلیٰ - اور ابن سعود۔

ابن سعود - جی ہاں۔

لیلیٰ - آپ نے یہ وقت کیونکر گوارہ کی۔

ابن سعود - آپ کے پرچہ نے مجھے آمادہ کیا۔

لیلیٰ - میرا پرچہ آپ کو ملگیا۔

ابن سعود - ہاں ورنہ مجھے کیا معلوم ہو سکتا تھا۔

لیلیٰ - خداوندا تیرا شکر ہے کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

ابن سعود - شاید آپ کو یہ سبق ملا ہوگا کہ تنہا عورتوں کا صحرا میں جانا کسقدر خطرناک ہے اور آیندہ احتیاط کیجیگا۔

لیلیٰ - بیشک ہمیں سبق ہوگیا آیندہ ایسی جرأت ہی نہ ہوگی۔

ابن سعود - اور مکانوں پر آپ کے کوئی اطلاع ہے۔

لیلیٰ - اس کا موقعہ کہاں ملا سب پریشان ہونگے اور خدا جانے کتنی بدگمانیاں ہونگی۔

ابن سعود - اس کی کوئی تلافی۔

لیلیٰ - وہ بھی آپ کے امکان میں ہے۔

ابن سعود - فرمائیے میں ہر طرح حاضر ہوں۔

لیلیٰ - کل واقعہ بیان کردیں بس اسی قدر کافی ہے۔

ابن سعود - میری طرف تو کوئی شک نہ ہوگا۔

لیلیٰ - آپکا تقدس ملک بھر میں مشہور ہے۔

ابن سعود - میں ایک گناہگار شخص ہوں وہ کوئی دوسرا ہوگا۔

لیلیٰ - ہاں آپ کیونکر اقرار کرینگے مصرع ہند شاخ پرمیوہ سر بر زمین۔

ابن سعود - میں اپنی فکروں میں ضرور پھنسا رہتا ہوں اس لئے عیش و آرام کا

موقعہ نہیں ملتا اس مجبوری نے جامہ تقدیس پہنا رکھا ہے۔
لیلیٰ۔ تو کیا شادی کا قصد بھی نہیں ہے۔
ابن سعود۔ اب تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے پہلے البتہ ادہر خیال نہ تھا۔
لیلیٰ۔ دیکھئے وہ کون خوش نصیب خاتون ہوتی ہے۔
ابن سعود۔ کاش وہ سعادت آپ ابن سعود کیواسطے تجویز کرتیں۔
لیلیٰ۔ میری سہیلیوں میں سے اگر کوئی مرغوب ہو تو میں بسر وچشم کوشش کیلئے تیار ہوں
ابن سعود۔ ہاں ایک ہے جس نے میرے دل پر قبضہ مخالفانہ جما رکھا ہے لیکن آئندہ میں اس موضوع پر آپ سے گفتگو کروں گا۔

اسی قسم کی باتوں میں ریاض کی مسجدوں کے بلند مینارے چاندنی رات میں نظر آنے لگے اور تھوڑی دیر میں سب داخل شہر ہوئے اپنے اپنے مکانوں میں عورتیں گئیں صبح کو ابن سعود نے آکے اُن کے عزیزوں وغیرہ سے واقعہ بیان کرنے کا وعدہ کیا پھر لیلیٰ سے بھی رخصت ہوا ہر ایک ابن سعود کے احسان سے متاثر تھی اور خود ابن سعود اس اتفاقیہ کامیابی پر شاداں وفرحاں تھا کہ کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی اور اتنا بڑا کام اس قدر آسانی سے انجام پاگیا۔ مگر اسے اندیشہ سا کہ صبح کو شام جب خبردار ہوگا تو ضرور کچھ نہ کچھ شرارت کریگا۔ مگر اس کو اس کا پتہ چلنا دشوار ہے کہ کس کا کام ہے۔ شاید وہ بھی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص تنہا اتنی بڑی جرأت کر گذریگا۔ یہ ضرور سمجھیگا کہ عورتوں کے حامی آئے اور موقعہ پاکے نکال لے گئے معاملہ بالکل خفیف ہے لہذا اقتنا کے قابل نہ سمجھے گا۔ آئندہ جو کچھ ہو دیکھا جائے گا۔

علی الصباح قہوہ نوشی کے بعد ابن سعود سب سے پہلے اسعد کے مکان پر پہنچا اسعد نے بڑی محبت سے بٹھایا اور من وعن واقعہ سنکے نہایت متاثر ہوکر زور

الفاظ میں بھتیجے کی حسن خدمت کا شکریہ ادا کیا۔ ابن سعود خاموش سنتا رہا آخر میں اُس نے کہا کہ آپ مجھے شرمندہ نہ کریں اول تو بنی آدم اعضار یکدیگراند دوسرے آپ میرے عم محترم ہیں اگرچہ مجھے آپکی صاحبزادی کا علم نہ تھا پھر بھی جو کچھ خدمت بجالایا ہوں میری سعادت اور فخر ہے۔ اس کے بعد حمیرہ۔ سلمیٰ۔ اور عائشہ کے یہاں جلکے سب سے واقعہ کی تفصیل بیان کی اور یہ ذکر کیا کہ میں اتفاق سے خیرہ گیا ہوا تھا اور چونکہ تنہا تھا لہذا چھپ کے نکال لایا ورنہ بجبر لانا تنہائی کے سبب مجھے اتنا گوارہ کرنا پڑا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ ہشام کے اصرار پر ان لوگوں نے بہت کچھ سخت وسست کہا اور اُن کی منت وسماجت تنبیہہ وتہدید کا مطلق خیال نہ کیا۔ ممکن ہے کہ وہ اس کا کچھ عوض کرلے" لیکن خدا نے میرے ذہن میں عمدہ تدبیر ڈالدی اور میں اُس میں اُس کے فضل سے کامیاب بھی ہوگیا۔ وہ سب بھی ابن سعود کے بیحد شکر گذار ہوئے۔ اس کے بعد ابن سعود اپنے مکان پر واپس چلا آیا۔

باب ۴

آل حلیمہ و ابن عبدالوہاب

ہمارے ناظرین آل حلیمہ سے روشناس ہوچکے ہیں ہم نے قوسین میں یہ بھی بتایا ہے کہ حجاز کے تمام بادیہ نشین بدو آل حلیمہ کہلاتے ہیں ان کے شیوخ یعنی سرداران قبائل سے ابن سعود ملاقی ہوچکا ہے اور اپنی زوردار تقریر سے ہموار بھی کرچکا ہے۔ شیوخ قبائل نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ایک ہفتہ کے بعد اپنی رائے سے آگاہ کریں گے چنانچہ ایک ہفتہ گذر گیا اور کوئی جواب نہ ملا تو ابن سعود کو

تشویش ہوئی اور سوچنے لگا کہ کوئی تقریب ایسی نکالنی چاہیئے کہ وہ لوگ حسب مرضی مضا مند ہو جائیں پھر امیدوں کا باغ ہرا بھرا نظر آئیگا۔ ابن سعود کے توقعات کچھ بیجا نہ تھے اور نہ اوس کی نظر انتخاب نے کوئی غلطی کی تھی۔ ایسی درمیان میں ابن سعود نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ دول یورپ کے ساتھ اتحاد و ارتباط کے لیئے ہاتھ بڑھایا۔ اگرچہ اوس کے آبا و اجداد پہلے بھی اس قسم کی کوششیں کر چکے تھے اور چند عہد نامجات بھی مرتب ہوئے مگر ان کی نہ کوئی وقعت تھی نہ کوئی پابندی کرتا تھا۔ ابن سعود نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی اوس کا مقتضا بھی یہی تھا کہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلے چنانچہ وہ موقع کا طالب رہتا تھا۔ اتفاق سے ایک موقع ایسا اوسکے ہاتھ لگا کہ وہ امید سے کہیں زیادہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔

یہ جنگ عظیم کا زمانہ تھا کہ اتحادی ہر طرف دوستی کے لیئے تگ و دو کر رہے تھے اور ادنیٰ ادنیٰ حکومتوں سے مواعید وعہود کر لئے۔ سلطان نجد یعنی عبدالعزیز ابن سعود نے خواہش کی اور ہاتھ مل گئے۔ وقت ایسا تھا کہ شرطیں بھی خلاف توقع قرار پائیں۔ کیونکہ اتحادیوں کو اندیشہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی عربی ریاستیں اگر متحد ہو جائیں گی تو ایک عظیم الشان دشمن کا اضافہ ہو جائیگا۔ کیونکہ ترک برابر اس کی کوشش میں مصروف تھے چنانچہ سلطان حائل کو جو نجد کی ہمسایہ اور رقیب حکومت تھی ترکوں نے اپنے موافق کر لیا اور شاید ابن سعود بھی ادہر ہی توجہ کرتا لیکن اس کا اتحادیوں کی طرف رجحان کئی باتوں پر منحصر تھا اول تو حسب قرارداد اتحادیوں سے ایک معتدبہ سالانہ رقم اوس کے لئے مقرر ہوئی دوسرے حائل کی رقابت قدیمی نے پاؤں نہ جمنے دیئے اور سلطان حائل راشد سے ترکوں نے وعدہ کر لیا تھا کہ حکومت حجاز بھی تمہارے زیر نگین مثل سابق ہو جائے گی تم ہماری حمایت میں برابر جنگ کیلئے ہو۔ سلطان راشد نے

معاہدہ کے بموجب آخر وقت جنگ تک نہایت دیانت اور ایمان کے ساتھ عمل درآمد کیا۔ تیسرے ابن سعود کو روپیہ کی ضرورت تھی اور ترکوں کے پاس روپیہ کہاں تھا کہ اسے کچھ امید پڑتی۔ چوتھے ترکوں کی حمایت میں جنگ ضروری تھی جس کے لئے نہ اس کے پاس منظم فوجیں تھیں نہ ان کے واسطے اخراجات کا کوئی بندوبست کرسکتا تھا اتحادیوں نے بلا شرط خدمت زرِ خطیر مقرر کردیا اور بڑے بڑے وعدے کئے کہ جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد معاون اتحادیوں کیساتھ مساوات کا برتاؤ کیا جائیگا۔ مفتوحہ علاقہ جات کی تقسیم میں وہ بھی حصہ دار ہونگے اور مقبوضہ و مفتوحہ مقامات میں اگر کچھ دشواریاں لاحق ہونگی تو اتحادیوں کا فرض ہوگا کہ سپاہ اور اسلحہ و مالیہ سے امداد کریں ابن سعود کے واسطے اس سے بہتر دریں موقعہ کیا ہوسکتا تھا۔ وہ اپنی مملکت میں بیٹھا ہوا اطمینان سے وظیفہ کھاتا رہا اور اقتدار و اثر کے بڑھانے میں مصروف رہنے لگا۔

بدقسمتی سے ترکوں جرمنوں کو شکست ہوئی اور شرائط صلح قرار پائے سلطان نجد سے جو وعدہ تھا اسے ایفا کیا لیکن اس کا کوئی موقعہ فی الحال نہ تھا کہ حجاز کا تخت اس کے سپرد کردیا جاتا۔ ایک تو ترکوں کی حمایت کے سبب سے سلطان حائل کا دفعیہ کسی طرح سمجھ میں نہ آتا تھا دوسرے اس کے حق توارث کے خیال سے اکابر و امرار و شیوخ قبائل نجد چاہتے تھے کہ نجد پھر حائل کا باجگذار ہوجائے۔ ابن سعود کو جہانبانی اور حکمرانی کی دھن یوں تو زمانہ طفلی سے تھی مگر یہ ایک ایسا خواب تھا جسکی تعبیر دینے میں خود اس کا دل مطمئن نہ ہوتا تھا۔

اسے علم تھا کہ نجد کی حکومت کیونکر حاصل کی گئی ہے۔ اسے معلوم تھا کہ کون درپردہ اس کی ہر قسم کی امداد کرنے کو تیار ہے۔ پھر شورش ملک کے خیال سے وہ ہچکچاتا تھا کہ مبادا میرا نظریہ غلط ثابت ہوا تو پھر کہیں ٹھکانا نہ رہیگا

بہرنوع اوس کی دوربین نگاہ دلیر و جنگجو قوم بدو کی طرف اوٹھی اور ہر حیثیت سے اونہیں مکمل پایا۔

اوس کے لیے علاوہ حائل کے ایک اور جان لیوا کانٹا خاندان عبدالوہاب کا نجد پر حاکم ہونا تھا وہ ہرگز اون کے اقتدار اور حکومت کو پسند نہ کرتا تھا۔ اوس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہوگا دشمن ملک وقوم کو سلطنت سے محروم کردونگا۔ اور خود سریر حکومت پر جلوہ گر ہوکے داد عدل و انصاف دونگا۔ اوسکا نظریہ شرعی قوانین کا تکمیل کیساتھ نفاذ اور پابندی پر مبنی تھا اس ضرورت کو پورا کرنے کے واسطے بدوؤں کو ہموار کیا اور مختلف مواقع پر ان سورما اور جنگجو حمایتوں سے کام لئے۔ اس قوم نے انواع حیل و اقسام طریق جنگ سے مخالفین ابن سعود کے دانت کھٹے کردیئے۔ محمد ابن عبدالوہاب کے ساتھ جو کچھ معاہدے تھے اون سے قطع نظر کرکے قتل و غارتگری کی صورتیں نکالیں۔ ہر جگہ حکومت کو نقصان اٹھانا پڑا۔

اس میں شک نہیں کہ ابن سعود کے واسطے یہ موقعہ نہایت نازک تھا کہ خاندان عبدالوہاب سے مخالفت سلطنت حائل سے دشمنی۔ حائل کو ترکوں کی حمایت پہونچتی تھی مگر اس مستقل مزاج امیر نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور سلاطین مغرب کی امداد حاصل کرکے اپنی بنیادیں مضبوط کرنی شروع کیں آخر وہ وقت آیا کہ مغرب میں آتش جنگ فروزاں ہوئی اس کے شعلے جہاں سوز ثابت ہوئے حلیفوں اور حریفوں میں ہر ایک نے بجائے خود کوشش کی کہ جسکو جسکی حمایت مل سکے حاصل کرے جرمن حکومت نے ترکوں کو اپنے ساتھ ملاکے مشرق اقصیٰ و ادنےٰ دونوں میں ایک قسم کا سلسلہ مواخات پیدا کیا ترکی حکومت تو اتحاد و ہمدردی کے شرائط پورے کرنے میں مصروف ہوئی چھوٹی چھوٹی مشرقی

ریاستوں کو موقعہ ملا کہ اپنے دائرہ حکومت میں توسیع کریں۔ اس دوران میں شریف مکہ اور مغربی فرمانرواؤں کے معاہدے میں کچھ رخنہ پڑا حجاج پر ظلم وستم ہونے شریف کی حرص وآز پریشان ہوکے جس نے جبر وتشدد کی صورت اختیار کرلی تھی اسلامی دنیا چیخ اٹھی اور سخت اختلال واقع ہوا۔ اس موقعہ سے ابن سعود نے کافی فائدہ اٹھایا برائے نام اسلامی سلطنتوں سے مواعید کئے کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کرینگے۔ اور حتی الامکان سب کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا سب سے زیادہ اہم اور بیش بہا وعدہ تھا جسے "موتمر اسلامی" کے نام سے منسوب کیا اس میں تمام عالم اسلام کے نمائندے شریک کرنے کا وعدہ کیا ساتھ ہی اس کے یہ بھی اعلان تھا کہ ہم کو حجاز کی حکومت نہیں چاہیئے۔ صرف شریف حسین کا اخراج منظور ہے جس نے حجاج کو ناقابل برداشت آلام میں مبتلا کر رکھا ہے اور اسلام کے شاندار فریضہ کی ادائگی میں دشواریاں حائل کردی ہیں۔ اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اُن واقعات کو تحریر کیا جائے جو آل خلیفہ کی حمایت ووساطت سے ابن سعود کو حاصل ہوئی ہیں۔ مشرق ومغرب یا جزیرہ نمائے بلقان کی باہم جنگ آزمائیاں تقریباً نصف صدی سے جاری ہیں اور بڑی بڑی لڑائیوں میں چھوٹے چھوٹے واقعات کی طرف دنیا کو توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا لہذا یہ ادنٰی قومیں بھی دست وگریباں رہیں اور کبھی کبھی کے ساتھ واقعات کا علم ہوتا رہا لیکن شاید یہ خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ معمولی آویزشیں جن کا اثر محدود ممالک متحارب پر منحصر ہے اور اُن کے نعرہ ہائے انسانیت سوز تمام عالم میں ہلچل ڈالدینگے۔ آہ کون جانتا تھا کہ نجدیوں کے دست تطلم ذی حیات افراد عالم کے علاوہ بزرگ ومقدس مآثر کے ساتھ بھی جبر واستبداد کا عمل کریں گے۔ آل خلیفہ اپنی عادت قدیمہ کے بموجب جس کے طرفدار ہوجاتے ہیں پھر ادھر سے نہیں پھرتے چنانچہ موجودہ دور میں بھی انہوں نے اپنی قدیم روایات خاندانی کو قائم رکھا اور ابن سعود

کی حمایت و ہمدردی میں کوئی کمی نہ کی۔

باب ۵

وہابی جماعت

(از جناب وحید الدین سلیم پانی پتی مرحوم)

عجب نہیں مت نبی پر اگر خدا مہرباں نہیں ہے / رگوں میں خون رواں نہیں ہے دلوں میں سوز نہاں نہیں ہے
جبیں کی افتادگی ہے باقی مگر نہیں ہے کو اب بلندی / ہماری دنیائے زندگی میں زمین ہے آسماں نہیں ہے
گھٹا جو قبلہ سے اٹھ کے آتی وہ نجد کی تھی سموم گویا / چمن میں وہ تازگی نہیں اب بہار کا وہ سماں نہیں ہے
جلال ابن سعود کا ہے اگرچہ دیوار و در پہ طاری / مگر سعادت ہے نام جسکا حرم کی اب پاسباں نہیں ہے
جہاں روا داریاں تھیں پہلے وہاں جفا کاریاں ہیں پھیلی / تجمل سلطنت کے آگے تحمل اب حکمراں نہیں ہے
سنا ہے اک قیس نجد میں تھا کہ اسکو دیوانگی کی دھن تھی / نہیں کوئی نام واں اب ایسا جنوں کا جسمیں نشاں نہیں ہے
تعصب مذہبی میں آ کر نشان سلف کے رہے مٹا کر / تشدد ایسا کہیں نہیں ہے وگرنہ مذہب کہاں نہیں ہے
نہیں ہے دنیا میں کوئی مسلم لگی نہ ہو ٹھیس جسکے دل پر / نہ پاؤگے کوئی آنکھ ایسی جو درد سے خونچکاں نہیں ہے
نہیں ہے اب کوئی ترک ایسا جو کر سکے ترک شکوہ سنجی / نظر نہ آئیگا کوئی افغاں لبوں پہ جسکے فغاں نہیں ہے

یہ منزلیں خشکی و تری کی الٰہی کسطرح طے کریں ہم
کہ ناخدا ہے سارباں نہیں ہے سفینہ ہے بادباں نہیں ہے

بنی تمیم کا ایک فرد محمد بن عبدالوہاب مذہب وہابی کا بانی ہے یہ شخص مقام عنیبہ ملک نجد میں ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۶۹۱ء پیدا ہوا اور مذہبی تعلیم اپنے والد سے حنبلی طریق پر پائی۔ مکہ معظمہ اور بصرہ میں علم دین کی تکمیل کی۔ شیخ عبداللہ بن ابراہیم مدنی کا مرید ہوا لیکن کچھ زمانہ کے بعد اس کے خیالات میں تغیر عظیم رونما ہوا۔

اور زیارات قبور تقلید و پیری مریدی کو برا سمجھنے لگا اور چونکہ پڑھا لکھا تھا بہت عمدہ مقرر تھا علانیہ مواعظ میں اس کا عام طور پر اعلان کر دیا کہ شریعت اسلامیہ حقہ میں بہت سی آمیزشیں کر دی گئی ہیں لہذا تجدید اسلام کو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں تاکہ خلقت جو بہک گئی ہے راہ راست پر آ جائے ۔

اس نے بظاہر قرآن و احادیث کو اپنا ہادی اور رہنما بنایا اور ان کے مطالب وعظ میں اپنے عقائد کے موافق بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے کئی رسائل توحید باری عز اسمہ کے متعلق اور بدعت و شرک کے بارہ میں تصنیف کئے۔ ہزار ہا لوگوں نے اس کے وعظوں کو پسند کیا اور اس کے طریقہ کو تسلیم کر کے پیروی کرنے لگے اول تو یہ بڑا چرب زبان تھا دوسرے دلائل و مباحث اس قدر زبردست لاتا تھا کہ خلقت کا عام طور پر اس کیطرف رجحان ہوتا تھا اس کے علم و فضل کا ڈنکا بج رہا تھا۔ دُور دُور سے لوگ مواعظ میں شرکت کے لیے آتے تھے اور جدید آمیزش کے ساتھ فیض تعلیم و تلقین سے مستفیض ہو کے جاتے تھے۔ شدہ شدہ اس کی شہرت عام ہونے لگی۔ اس کی تعلیم کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے :-

وہ کہتا تھا کہ کسی نبی۔ ولی یا صالح کو نجات کا ذریعہ بنانا۔ تقلید کرنا یا کسی سے شفاعت یا بخشش کی امید کرنا یا کسی کو وسیلہ سمجھ کے پکارنا کسی نبی ولی یا صالح کی زیارت کو جانا۔ یہ سب شرک اکبر ہیں۔ نذر و نیاز دلانا۔ روضے قبے گنبد بنانا بدعت ہے۔ فاتحہ دلانا مزارات پر چراغاں کرنا۔ محفل میلاد بہ نیت ثواب منعقد کرنا۔ پیری مریدی کرنا۔ مجاور بننا۔ ریشمی کپڑے پہننا تسبیح پڑھنا سب حرام ہیں۔ جب ابن عبدالوہاب کی جماعت زیادہ بڑھ گئی تو حاکم نجد سے مخالفت بڑھی کیونکہ وہ حنفی المذہب تھا ملک عرب میں نجد اُس حصہ ملک کو کہتے ہیں جو حجاز و عراق درمیان بصرہ و مکہ معظمہ واقع ہے۔ حجاز اُس حصہ ملک عرب کو کہتے ہیں جس میں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ

طائف اور دوسرے بلاد و امصار جو نجد و غور کے درمیان واقع ہیں۔ حجاز کے لغوی معنی دو چیزوں کا درمیان میں حائل ہونا۔ چونکہ ملک حجاز مابین نجد کی زمین بلند ہے اور تہامہ کی زمین نشیب ہے حائل ہے اس لئے اس کو حجاز کہتے ہیں۔

حاکم نجد محمد بن عبدالوہاب کی تعلیم اور اس کے اثر و اقتدار سے واقف ہوا تو ملک و مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ لاحق ہوا لہذا اس فتنہ کو رفع کرنے کی فکر میں مصروف ہوا ابن عبدالوہاب خوفزدہ ہوکر وہاں سے فرار ہوا اور محمد بن سعود رئیس واعیہ کے پاس پناہ گزیں ہوا اس نے محمد بن عبدالوہاب کو پناہ دی اور بہت خاطر و مدارات کی اگرچہ اس کے عقائد ابن عبدالوہاب سے ملتے ہوئے نہ تھے لیکن وہ علماء کا قدردان تھا اس لئے اس کو ایک فاضل جلیل سمجھ کے اپنی حمایت میں لے لیا۔ رئیس مذکور کا فرزند عبدالعزیز نامی اس کا شاگرد اور خلیفہ ہوا ۱۲۰۶ھ میں یکے بعد دیگرے محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود دونوں نے انتقال کیا اور عبدالعزیز دونوں کا جانشین قرار پایا۔ وہابیوں کی وجہ تسمیہ عبدالوہاب کے سبب سے ہے۔ عبدالعزیز نے طریقۂ وہابیہ کی نشر و اشاعت میں بڑے انہماک و دلسوزی سے کام لیا۔ فوجیں جمع کرکے دیگر فرق اسلام سے جنگ و جدال شروع کر دی۔ قریب و بعید کے دیار و امصار میں وہابی مذہب پھیلانے کی سعی کی اس مذہب میں تعصب بے حد ہے۔ اب ہزاروں کی تعداد اس فرقہ میں شامل ہوچکی تھی جنگجو بدو ان کی سپاہ میں داخل تھے۔ اطراف میں اشاعت مذہب کے بعد دو لاکھ سپاہ جرار لیکے سنہ ۱۲۱۶ھ مطابق سنہ ۱۸۰۱ء کو عتبات عالیہ میں داخل ہوا شدید خونریزی ہوئی۔ قتل عام کر دیا محبوب التواریخ میں لکھا ہے کہ ایک ہزار مجاورین ساکنین ارض مقدس کو تہہ تیغ کیا۔ صرف مسلمانوں اور کلمہ گویوں کے قتل پر اکتفا

نہیں کی بلکہ روضۂ اقدس کا تمام مال واسباب لوٹ لیا اور صندوق منظر جو کہ صندل سفید کا تھا اُسے توڑ کے قبر شریف کے سرہانے ڈال دیا اور آنجناب کے مزار منور کو شگافتہ کیا تو دیکھا حضور پُر نور جان عالم فدائے خاک پا بش باد خواب راحت میں ہیں ناگاہ اسقدر تیز و تند آندھی چلی کہ تمام وہابی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد نجف اشرف کا رخ کیا اور وہاں بھی قتل وغارت کا بازار گرم کیا دیگر مزارات متبرکہ کو مسمار کر دیا (قصص العلماء) یہ گروہ اشرار ممالک اسلامیہ میں تاخت وتاراج کرتا پھرتا تھا اور مشاہیر زیارات کی بربادی پیش نظر تھی۔ نجف اشرف کے بعد طائف پر دست تعدی دراز کیا اور وہاں کے آثار ومقابر کیا تھا انہدام وبربادی کا عمل کیا۔ خلقت سخت مصیبت میں مبتلا تھی کسی مقام پر ایسی کوئی قوت نہ تھی جو ان غارتگروں کی سرکوبی کرتی اور آثار اسلامیہ کو بربادی سے بچانے کی ساعی ہوتی۔

۴ محرم الحرام ۱۲۱۸ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۸۰۲ء کو مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا طرح طرح کی بے ادبیاں ان ناعاقبت اندیشوں سے سرزد ہوئیں ہزار ہا ملکی اور زائرین ممالک غیر کو تہہ تیغ کیا قریب قریب کل مقابر و قُبّے مسمار کر دیئے جن میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کا مکان اور قبۂ مولد النبی بھی شامل تھے۔ تمام بربادیوں اور اہانتوں کو دیکھ کے اور تباہی ومساری سے عاجز ہو کے اہل مکہ نے اطاعت قبول کر لی اور اکثروں نے طریق وہابیہ کو تسلیم کر لیا۔ عبدالعزیز کی فوجوں نے اہل مکہ مکرمہ سے تسبیحیں اور ریشمی کپڑے چھین لئے اور اُن کو جلا دیا۔ تمباکو پینا حرام قرار دیا۔ چار مصلوں کی تفریق کو مسدود کر دیا اور سب کو ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھا دی وہاں سے چلکر عبدالعزیز اور اُسکے بیٹے

سعود نے جدہ پر حملہ کیا۔ اس محاصرہ نے کسی قدر طول کھینچا اوسی دوران محاصرہ میں ایک شیعی مذہب نے عبدالعزیز کو قتل کر دیا اور اس قتل سے لڑائی کا رنگ ایسا بدلا کہ سعود کو جدہ کا محاصرہ ترک کر دینا پڑا۔ لیکن اُن کی شرارت اور فتنہ انگیزی کا سدّباب نہ ہوا۔

وہابیوں کا گروہ عظیم جدہ کا ترک محاصرہ کر کے مدینہ منورہ کی طرف چلا اور نہایت شدومد سے محاصرہ کیا۔ یہاں بہت سخت مقابلے پڑے عظیم خونریزی ہوئی مگر سعود اور اوُس کے گروہ وہابیہ کی تقدیر زبردست تھی مدینۂ منورہ بھی فتح ہو گیا پورے شہر پر کامل تسلط حاصل کیا اولیائے مقدسین کے گنبد توڑ ڈالے روضۂ رسول اکرم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بےادبیاں کیں روضۂ منورہ کا تمام اسباب لوٹ لیا حتیٰ کہ حجرہ شریف کی چادر بھی اتار لی۔ اور ان دشمنان شریعت و دشمنانِ رواداری کا نو سال تک مدینہ منورہ پر تسلط رہا۔ اُن کی فتوحات روز بروز بڑہتی گئیں تمام ملکوں میں اِن کے نمائندے پہونچنے لگے جس طرف چاہتے تھے بیدھڑک حملہ کرتے تھے اس قدر فتوحات ہوئیں اور اتنا وہابیت کا غلبہ ہوا کہ سلطان روم کو اپنی سلطنت کے واسطے خطرہ محسوس ہوا

ان شرانگیزوں اور فتنہ گروں کے دفعیہ کی تدبیریں سوچی گئیں پہلے تو سلطان نے چاہا کہ ترکی سپاہ بھیج کے انکا استیصال کردیں لیکن ترکوں کی فوج کی قیادت کے واسطے عربی سپہ سالار کی ضرورت تھی تاکہ اُس سے کوئی امر بےادبی مقامات مقدسہ نہ سرزد ہو لہٰذا سنہ ۱۲۲۶ھ مطابق سنہ ۱۸۱۱ء میں خدیو مصر محمد علی محمد پاشا اس خدمت کے واسطے منتخب کئے گئے اور ترکی فوج کو اپنے تحت میں لیکے مکہ مکرمہ و مدینۂ منورہ کو وہابیوں سے فتح کر لیا۔ اگرچہ ان مقامات مقدسہ کے فتح کرنے میں بڑی دقتیں پڑیں

کیونکہ وہابیوں نے بڑے استحکام کئے تھے اور فوجیں بھی اُن کی تجربہ کار و جرار تھیں لیکن شکست خوردہ یہودی طائف کے قریب بصیل ہیں بتعداد کثیر مجتمع ہوئے اور محمد علی پاشا کو اس جنگ کیواسطے نہایت اہتمام وانہاک سے کام لینا پڑا۔

بصیل کے وادی اخضر میں ایک طرف ترکی اور ایک طرف عربی سپاہ خیمہ زن ہے دونوں جانب بڑے سامان جنگ ہو رہے ہیں اسلام کے فرزندوں کو بدقسمتی نے دو گروہوں پر تقسیم کیا اور دونوں ایک دوسرے کے حریف و مدمقابل ٹھہرے۔ کیا اچھا ہوتا کہ بجائے شقاق و نفاق یہ دونوں قومیں ایک ہو کے کفار سے مقابلہ کرتیں اور دین حقہ کی نشر و اشاعت میں چار چاند لگا دیتیں۔ کون مخلص اور ہمدرد اسلام ہوگا جو اس بیجا تفریق کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا پسند کرے گا۔ ایک مذہب و ملت کے پیرو ایک قبلہ کی طرف سر جھکانے والے ایک رسول کے کلمہ گو اس طرح اپنی قیمتی جانیں افراط و تفریط شرک و الحاد کی جا و بیجا پابندی و نفرت سے اپنے ہاتھوں اپنے گلے پر چھری پھیرنا چاہتے ہیں کوئی ان میں ایسا با اثر اور مصلح نہیں اوٹھ کھڑا ہوتا کہ زہریلے مادۂ نفاق کا انسداد کریں۔

وہ دیکھئے دونوں جانب افواج میں نقل و حرکت شروع ہوئی صفوف قتال آراستہ ہونے لگیں۔ سبز دیماں مرکبوں پر سوار کچھ پیادہ عرصہ گاہ مصاف میں اپنی اپنی جگہ پر پہونچ کے فریق مخالف کو تیز تیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ عربوں کی مسلمہ شجاعت ترکوں کی عالمگیر جرأت سے زمانہ واقف ہے طرفین سمجھتے ہیں کہ حریف زبردست سے مقابلہ ہے جس کسی کو فتح و نصرت نصیب ہوگی لوہے لگ جائیں گے۔

محمد علی پاشا کے حکم جنگ مغلوبہ ہونے لگے اور خود پاشا موصوف نالیچہ بچھا کے جنگ گاہ کے ایک بلند مقام پر فروکش ہوئے تاکہ میدان شرو پیش نظر رہے

تمام فوج اور افسران فوج کے روبرو بعد حمد و مناجات باری تعالےٰ فرمایا۔ میرے بہادر سپاہیو میرے شجاع سردارو تمکو معلوم ہے کہ کیسی جنگ ہے یہ وہ جنگ ہے جسپہ دشمنان اسلام خندۂ دندان نما کر رہے ہیں۔ یہ وہ محاربہ ہے کہ اسلام کی برکتوں میں فتنہ و فساد کی آمیزش نے مذہب کو انگشت نما کر دیا ہے تم ان سے برسر پیکار ہو جس کے ظالم ہاتھوں نے تمہارے بزرگوں اور اسلاف کے مقابر و قُبب ڈھا دیئے اماکن مقدسہ و مآثر متبرکہ کی بیحرمتی کی وہ پُر شوکت و جلال مقابر جنکو دیکھ کے دیگر فرق و اقوام پر خدائے قدوس و واحد کی عظمت کا اظہار ہوتا تھا منہدم کر دیئے بحمدللہ تم نے فتنہ پردازان اسلام کو مسلمانوں کے مقدس ترین اور اہم ترین مقامات سے بتائیدایزدی رفع کر دیا اور اب وہ پھر گروہ در گروہ اس جگہ مجتمع ہوتے ہیں کہ اپنی کثرت سے تم پر غلبہ حاصل کریں وہ بہادر ہیں۔ پُرجوش ہیں لیکن تمہارے جوش تمہاری جنگجوئی تمہاری تجربہ کاری اور تنظیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے تم حق کے لئے جنگ کر رہے ہو تم الحاد و الحاد کو اسلام کا جزو ہونے سے روکنے کے لئے سرکیف ہو تمہیں معلوم ہے کہ میں نے علاوہ تمہاری کامیابی اور فتح کے لئے کیا کیا ہے۔ میں نے خدا کے سامنے عہد کیا ہے نہیں نہیں قسم کھائی ہے کہ اس جنگ کو فیصلہ کن جنگ سمجھوں اگر فتح ہمیں نصیب نہ ہو تو ہم خوشی سے عروس مرگ کو گلے لگائیں گے خدا کی راہ میں بے خوف و خطر جانیں گنوا دیں گے بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے میں خدا کے حضور میں مصروف دعا ہوں اور صرف دو صورتوں میں سے ایک کا خواہش مند ہوں یعنی **فتح یا موت۔**

معرکہ نہایت سخت تھا طرفین کے ہزاروں بہادر خاک و خون میں غلطاں ہوئے ہر طرف میدان کارزار میں کشتے ہی کشتے نظر آتے تھے لیکن بجز جرأت کے ہنگامہ تنا در ہی ہیں مصروف تھے کسیکو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ پہرے

دلیران سے میدان رزم گونج رہا تھا سر سبز وادی میں مقتولوں کے خون کی آمیزش سے لالہ زار کی کیفیت تھی۔ آخر وہابیوں کے چھکے چھوٹے اور ترک غالب آئے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کے محمد علی پاشا نے درگاہ باری میں سجدۂ شکر کیا اور سپاہ کی ہمت افزائی کے واسطے اعلان کرا دیا کہ جو شخص ایک وہابی کا سر کاٹ لائیگا اسے پندرہ روپیہ انعام کے مرحمت ہوں گے۔ جوش جنگ وپاس مذہبی نیز مسرت فتح کیساتھ انعام کی آرزو نے اور بھی دست و بازو میں قوت پیدا کر دی دلیر سپاہی برابر وہابیوں کے سر لائے پر یدہ پاشا موصوف کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ یہانتک کہ سروں کا انبار لگ گیا اور ایک منارہ بنا دیا گیا اسی طرح پانچہزار سر انعام کی جہت سے پاشا کے سامنے جمع ہو گئے۔ مقتول وہابیوں کے سروں کا ایک منار مدینۂ منورہ میں بھی باب عنبریہ کے پاس بنوایا گیا جو قبتہ الرؤس کے نام سے مشہور ہے اور وہ وہابیوں کے سروں کو اینٹ پتھر کے بجائے چنکر بنوایا گیا تھا فتح بصل کے بعد وہابیت کا زور بہت کم ہو گیا اور محمد علی پاشا اپنی پیرانہ سالی کے سبب سے ملک مصر واپس گئے لیکن اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قیادت میں ایک معقول سپاہ وفاع اشرار وانسداد فرقۂ وہابیہ کے واسطے چھوڑ گئے۔ اس اثنا میں سعود بن عبدالعزیز بھی مر گیا۔

جس وقت حضور سرور کائنات علیہ والتحیتہ نے قریش کو دعوت اسلام دی اور وہ بغرض مشورہ قتل سردار عالم مجتمع ہوئے تو شیطان علیہ اللعن بصورت پیر مرد اُن لوگوں میں شریک ہو گیا لوگوں نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اُس نے جواب دیا کہ میں شیخ ہوں اور نجد سے آیا ہوں کہ تمہارے اس مشورہ میں شریک ہوں اسی لئے شیطان کو شیخ نجدی کہتے ہیں۔

سعود بن عبدالعزیز کے بعد اُس کا بیٹا عبداللہ بن سعود اُس کا جانشین ہوا

اور ابراہیم بن محمد علی پاشا اس سے برسرپیکار رہے۔ ہر جگہ شکست فاش دی رفتہ رفتہ وہابیوں کے تمام مقبوضات پر قابض ہو گئے۔ اور عبداللہ بن سعود کو اسیر دپا بہ زنجیر کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا جہاں بجرم ارتداد و بغاوت اس کا سر قلم کر دیا گیا ۱۲۳۳ ہجری مطابق ۱۸۲۶ء میں سرزمین حجاز کو وہابیوں کے فتنہ خیز و شر انگیز وجود سے نجات ملی۔ عبداللہ کا بیٹا ترکی عبداللہ بمقام زیاد فرار ہو کے پہونچا اور وہیں مارا گیا ترکی عبداللہ کے بیٹے فیصل بن ترکی عبداللہ نے زیاد میں حکومت کی طرح ڈالی اور پھر وہابی مذہب وہاں پرورش پانے لگا بعد مرور زمان نجد و ہند و بخارا و بلخ وغیرہ میں وہابی طریق باطل کی نشو و نما ہوئی۔

ہندوستان میں وہابیوں کا طریقہ اشاعت عقائد و تبلیغ خفیہ اور علانیہ دونوں طریقوں سے ہوا۔ خفیہ اس طرح کہ بعض لوگ لباس درویشی میں اہلسنت والجماعت کو مرید کر کے اپنے عقائد کی تلقین کرتے ہیں ایسے کثرت سے ہیں جو حنفی مذہب کو گمراہ ثابت کرتے ہیں اور اپنے عقائد باطلہ کی طرف جلدی سے رجوع کر لیتے ہیں۔ کیونکہ مذہب حنفی میں تبلیغ کا کام بالکل گھٹ گیا ہے علماء کی تعداد کم ہو گئی ہے طریقت و ارشاد کی طرف سے آنکھیں پھیر لی گئی ہیں۔ شریعت کی طرف سے توجہ ہٹا لی گئی ہے احناف کے بچے وہابیوں کے زیر تعلیم ہیں اونکے ساتھ ہر وقت نشست و برخاست رہتی ہے صرف اون کے عالموں کو اپنا عالم سمجھتے ہیں اون کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہیں حالانکہ احناف اور وہابیوں میں اختلاف عقائد کے بارہ میں مدتوں جھگڑے رہے۔ مقدمات عدالتوں میں پہونچے وہابیوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری ہوئے انسے سلام وکلام بند کیا گیا۔ ہندوستان میں وہابی بڑی مکاری سے کام لیتے ہیں۔ اور اہلسنت والجماعت کے مذہب میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔ وہابیوں کے دوسرے نام

غیر مقلد اور اہلحدیث وغیرہ ہیں۔

موجودہ ملک الحجاز سلطان عبدالعزیز ابن سعود انہی خاندان عبدالعزیز سے ہے اور ہمیں ایسی دلدادہ و دعویدار شریعت اور متمسک بالکتاب کے خونین اور جگرخراش واقعات اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے ہیں۔ وہ تمام وکمال واقعات جن کا تعلق دنیائے اسلام سے ہے آج ڈہائی سال کا زمانہ ہوا کہ ہمارے سامنے مختلف خونچکاں پیرایوں میں آئے ہیں اور خدا جانے کیا درد وا ثر ہے کہ بغیر خون کے آنسوؤں سے رلائے نہیں رہتے۔

میں اس مختصر تاریخ وہابیہ کے بارہ میں جو کچھ عرض کر چکا ہوں وہ واقعات بھی رونے رلانے کو کم نہیں تھے مگر تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد پھر انہیں حالات کا اعادہ اور اضافہ کے ساتھ کسقدر بیچین و مضطرب کرنے والے ہیں۔ مجھے اُس گروہ سے نہ کوئی تعلق ہے نہ اُن کو اس بارہ میں سہیم و شریک سمجھتا ہوں جو دور دراز کے مقامات پر بیٹھے ہوئے بھی حرص دنیا اور جاہ طلبی کے واسطے ایسے جابر و بد اندیش بادشاہ کے خیر سگال ہیں۔ اُن حامیوں اور طرفداری کرنیوالوں کے نام بھی ہندوستان میں انگلیوں پر شمار کرنے کے قابل ہیں میرا مقصد مشاہیر سے ہے لیکن میں اپنے اشارۂ قلم سے اُن کو بے نقاب نہیں کرنا چاہتا حالانکہ اُن کی شہرت نام کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ نہ مجھے اُن کی مخالفت سے کسی قسم کا اندیشہ ہے۔ بلکہ اُن کے مکروہ اور خلاف طریق اسلام حیات واعمال کے تذکرے سے اپنی تالیف کو گندہ نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارے لئے وہی شخصیت کیا کم ہے جس کے اشارۂ چشم وابرو اور لائحہ عمل سے ایک عالمگیر اور گہسار زہرہ گداز آفت تمام دنیائے اسلام پر طاری ہوئی ہے۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ حنفی المذہب خود بدولت اور وہابیت سے قطعاً نفرت ہے لیکن تصنیفات وتالیف کے موقعہ پر میں طرفداری

یا تعصب سے تاامکان بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

باب ۶

جوہرہ بنت سعد

ناظرین ہم آج آپ کو مطلق العنان اور متمسک بکتاب اللہ سلطان نجد کی حقیقی ملکہ سے روشناس کرلتے ہیں جس کا افسانۂ محبت خود سلطان نجد کی زبان سے غیرملکی مہمانوں تک نے تحسر و تاسف کے ساتھ سُنا ہے جوہرہ نہایت حسین وجمیل خوش سلیقہ خاتون تھی علاوہ ابن سعود کی محبوب ملکہ ہونے کے وہ چچازاد بہن بھی تھی۔ تمام حجاز میں اس ملکہ کے حُسن کی شہرت تھی اوُس کی نیک دلی۔ فیاضی اور عام طور پر لوگوں سے ہمدردی پر ایسی صفتیں تھیں کہ گھر گھر اوُس کے لئے قصیدہ خوانی ہوتی تھی خود فرمان فرمائے حجاز اس قدر اُس سے مانوس تھا کہ بغیر اوُس کو دیکھے ہوئے چین نہ آتا تھا۔ یہاں تک تو جو کچھ واقعہ ہے عام طور پر زن وشوہر میں ہوتا ہے دل ملجانے پر محبت کی شدت بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس قدر وفور الفت اور ابن سعود کے نکاحوں کی کثرت عام کلیہ کو توڑے دیتی ہے میں نے "قلب عرب" سے اقتباس کرکے ابن سعود کے بیان کے بموجب ازدواج کا صحیح خلاصہ پیش کیا ہے جس سے ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ایک ایسا شخص جس کے ملکی ومالی اقتصادی اور معاشرتی دھندا یا اس کثرت سے درپیش ہوں وہ اتنا وقت اور تزویج کے لئے سہل انکاری کا کیا نتک امرتکب ہو سکتا ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ بقول مسٹر فلبی خود ابن سعود نے بیان کیا کہ میں اس وقت تک بچاس عقد کر چکا ہوں اور یہ سلسلہ ابھی آگے بڑھیگا اوپر مسٹر فلبی حاشیہ چڑھاتے ہیں

کہ اب غالباً سلطان نجد کے نکاحوں کی تعداد سو تک پہونچ چکی ہوگی اور شئے صرف نکاحوں پر حرص و آز کا خاتمہ نہیں ہوتا نفس پروری اور عیش پسندی اس سے بھی زیادہ بظاہر شرعی حدود میں پاؤں پھیلاتی ہے چنانچہ مسٹر موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ کنیزوں کے متعلق میرا خیال تھا کہ ابن سعود روا نہ رکھتے ہوں گے کیونکہ اُنکے محلات کی کثرت اس کی اجازت کہاں دیسکتی ہے۔ لیکن جب وہ ابن سعود کے ہمراہ ایک فوجی چھاؤنی کو جارہے تھے تو ایک مقام پر کسی کنیز کی نادانی سے یہ عقدہ اُن پر کھل گیا کہ ابن سعود حرموں سے بھی وابستگی کے تعلقات رکھتے ہیں۔

ملکہ جوہرہ حسن صورت و حسنِ سیرت میں جہاں بے بدل تھی وہاں اُس کو بمقتضائے نسوانیت ابن سعود کی ان فراخ دستیوں اور بدلگامیوں سے صدمہ بھی پہونچتا تھا وہ شریف خاتون دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کے رہ جاتی تھی اور اُسوقت کا اُسے انتظار تھا کہ ابن سعود ان ناپسندیدہ زیادتیوں سے باز رہے۔ بلکہ اکثر اوقات اپنی تدابیر سے کوشش کرتی تھی کہ ابن سعود کو کسی جدید تعلق کے پیدا کرنے میں کامیابی نہ ہو اُس کا اثر بھی ملک میں کافی تھا اور ہر قبیلہ و خاندان اس سے واقف تھا کہ جوہرہ خاتون اور ابن سعود میں انتہا انس ہے میاں بیوی ہونیکے باوجود عاشق و معشوق کی کیفیت ہے۔

ان باتوں کے باوجود ابن سعود نے جوہرہ کی حیات میں پچاس عقد کئے اور تسخیر بالغیب کا اندازہ خود سلطان موصوف کو ہوگا۔ لیلیٰ جس کی محبت کا پہلا تیر ابن سعود کے سینہ میں پیوست ہوا زینت آغوش و رونق شبستاں ہوئی اور اس کے بعد بنت خوبلد وغیرہ نے حرم سرائے شاہی کو حسن عالم افروز سے ضیا بار کیا مختلف قبائل و اثر کی خواتین نے عشرتکدۂ سلطانی کو دلبستگی کا سامان وافر بہم پہونچایا اور نتیجہ میں اُنکی تعداد پچاس تک پہونچی۔

ناظرین آپ اعتراض کرینگے کہ متمسک بالکتاب سلطان رواداری و حکم شرعی سے انحراف کیونکر کرسکتا ہے اوس کے لئے یہ جواب کافی ہے کہ ابن سعود ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ نہ رکھتا تھا اور اس کی یہ صورت تھی کہ جب کسی ماہ پیکر دوشیزہ پر مائل ہوا کسی ایک منکوحہ کو طلاق دیدی اگر مطلقہ صاحب اولاد ہوئی تو اس کے لئے مکان دیدیا گیا کہ بچوں کی آرام سے پرورش و پرداخت کرے اور اگر صاحب اولاد نہ ہوئی تو اپنے باپ کے گھر "عطائے تو بلقائے تو" کے مصداق بھیجدی گئی۔ مطلقہ عورتوں کو باستثناء صاحب اولاد کامل آزادی دی جاتی ہے کہ وہ اپنا عقد ثانی کرلیں۔

مصنوعی الفت اور وقتی جوش کے صید زبوں شکوہ جور فلک و نکبت خزاں یا بے پروبالی کی شکایت کے سوا کیا کریں۔ اُن کا غنچہ عصمت و خودداری عصبیت و ہوس کاری کی ہوائے مسموم سے شگفتہ ہوچکا جگمگاتا ہوا تاج دستبرد میں آگیا جسکی تلافی ناممکن کھلا ہوا پھول منہ بند کلی نہیں ہوسکتا کھوئی ہوئی دولت ہاتھ لگتی ہے اس طریق عمل اور ظلم صریح کی شہرت تام ہوئی نفسیات و اخلاقیات کی شرمناک تفصیل ایک ایک کے نوک زبان تھی۔ محجلگیاں حریم ناز و پردگیان حجاب کو ان حالات سے اجتناب ہونے لگا "الانسان حریص علی ما منع" کے مطابق یہاں عیش و کامرانی کا جذبہ روبترقی تھا اب دوسری تدبیریں کی جانے لگیں تاکہ دامن حرص و آز خالی نہ رہے پہلے اعمال و اخوان میں یہ رشتے مربوط کئے جاتے تھے اب اونکی احتیاط و عاقبت اندیشی دیکھ کر اغیار و احباب کی طرف زمام توجہ منعطف کی گئی۔

قیام گاہ قبائل و مدائن بعیدہ میں اس مخصوص اور ذاتی غرض کے واسطے افراد منتخب ہوکے بھیجے جانے لگے کہ وہ حسین و شوخ و شنگ لڑکیوں کو نکاح کے لئے آمادہ کریں۔ دنیا میں ظاہری وجاہت اور امتیازی امارت و حکومت عجیب چیز ہے کچھ

تا وا تفقیت کچھ آرزو ئے جاہ نکنت او بہار او بہار کے تازہ اسباب لتفنیش بہم کر دیتے
ہیں اور نہایت سادگی سے قاضی اور چار گواہوں کی موجودگی میں عقد ہو جاتا ہے۔
جوہرہ کی اطاعت شعاری اور خوش مزاجی قسم کھانے کے قابل تھی وہ اپنے
متلون المزاج شوہر کی فتوحات کے افسانے نہایت تاسف و تحسر کے ساتھ سنتی
تھی اور خون کے سے گھونٹ پی کے خاموش ہو رہتی تھی۔ وہ حد کی غیور بھی تھی اور
ازدیاد محبت کے سبب قدرتاً اس کی خواہش تھی کہ پیارا شوہر اس کا ہو کے رہے۔
وہ باثر ملکہ تھی۔ اوس کے لئے راحت و آرام کے تمام اسباب مہیا تھے تمام منکوحہ
عورات میں سے کسی ایک کو بھی اوس کے مقابلہ میں ابن سعود نے کبھی ترجیح نہیں
دی۔ جوہرہ کی ایک ذات تھی کہ جمیع صفات حمیدہ سے متصف ہونیکی وجہ سے
ابن سعود کی محبت اوس کیطرف سے کم نہ ہوئی نہ اوس کی مجالست سے دل بھرا جتنی
دیر سلطان ملکہ کے کاشانۂ عشرت میں رہتا تھا جوہرہ بلبل ہزار داستان کی طرح
چہکتی رہتی تھی اور ہر ممکن طریقے سے ابن سعود کو تنہا دلشاد رکھنا چاہتی تھی صرف
یہی نہیں کہ ابن سعود کلفت دور کرلے اور دل بہلانے کے واسطے جوہرہ کو زینت خانہ
بنائے ہوئے تھا بلکہ جوہرہ کی دور بین عقل و فراست و ذہانت سے بھی فائدہ اوٹھاتا
تھا ملکی اور مالی عقدوں کے اکثر حل جوہرہ کی قابلیت کے ادنیٰ کرشمے ہوتے تھے
وہ باتوں باتوں میں اہم مسائل کو سلجھا دیتی تھی لیکن اوس کے امکان سے بعید
تھا کہ وہ ابن سعود کی ہرجائی اور کثرت طلب طبیعت کو بدل سکتی۔ اس نے بہت
کوشش کی ایڑی چوٹی کا زور لگایا اکثر ابن سعود بھی اپنے دل میں اس خیال کو
لیکے اوٹھا کہ واقعی یہ طریق عمل نہایت مذموم ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے
ایک اپنے نفس غیر مطمئنہ کے لئے بے اطمینانی اور بدگمانی کا موقعہ دینا اور سچی محبت
کے صادق جذبات سے محروم رہنا عقل کے خلاف ہے۔ لیکن یہ ادراک یا احساس

اُسی وقت تک رہتا تھا جب تک جوہرہ کے خط وخال سے سفارش ٹپکتی تھی۔ ادہر وہ نگاہوں سے اوجھل ہوئی اُدہر قوائے ملکیہ پر بہیمیہ کا تسلط ہوا اور تمام منصوبے نسیاً منسیا ہوگئے۔

جوہرہ صنف نازک میں بھی لطیف جوہر تھی اپنی فطری خوش مزاجی سے ایک طویل مدت کو ہنسی خوشی کاٹ لے گئی لیکن کہاں تک آخر اندرونی خلش نے اپنا اثر کیا عارضی کوفت قیامی ہوگئی۔ دل ہی دل میں گھٹنے کے بُرے نتائج پیدا ہوئے تقاضائے بشریت وجذبۂ مئوانیت نے خون کو کھولا دیا خفیف جراحتیں زخم بن کر ناسور بن گئے صبر وضبط کی قید میں آہ وفغاں رہتے رہتے فنا فی الجذب ہوئیں اور جذب نے اپنے زہریلے اثر سے تمام اعصاب کو مسموم کر دیا۔ وہ مہ پارہ خاتون جسکے اشاروں پر بڑے بڑے کام چشم زدن میں ہوتے تھے اپنی بے بسی کو دیکھ کے اس طرح متاثر ہوئی کہ ابتدا میں اضمحلال ہوا اس کی ترقی سے قوائے مدرکہ میں اختلال بڑہا جڑیں نہایت مضبوط ہو چکی تھیں نازک پھول کے لئے ہوائے گرم کا ایک جھونکا سبب افسردگی ہوتا ہے بہت قلیل مدت میں طاقت طاق ہوگئی۔ کچھ دنوں بتکلیف چلتے پھرتے اور نشست وبرخاست پر قابو رہا آخر میں صاحب فراش ہوگئی۔

ابن سعود کو باوجود اپنی کیثر مصروفیتوں اور مشاغل کے اپنی محبوب ومطلوب بیوی کی شدید اور مسلسل بیماری کا سخت قلق تھا وہ معالجہ میں بڑی مدد کرتا تھا شاہی اطبا رہر وقت تدابیر میں مصروف تھے غیر ملکی طبیب بھی اس خاص جہت سے طلب کئے گئے اور جس قدر علاج میں انہماک ہوتا تھا شکایت میں اضافہ ہوتا تھا بقول شخصے ؎

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑہتا گیا جوں جوں دوا کی

جوہرہ جانتی تھی کہ اُسے کیا بیماری ہے۔ سب ہی تسکین وتشفی دیتے تھے اور بجندہ پیشانی سن لیتی تھی مگر اُس کو یقین ہوگیا تھا کہ یہ بیماری بغیر جان لئے نہ جائیگی لیکن اُسے بڑا افسوس تھا کہ ابن سعود کے افتاد مزاج میں کوئی تغیر نہ ہوا تھا نہ آئندہ اُمید تھی اکثر مواقع ایسے بھی آئے کہ شاہ وملکہ نے بیٹھ کے دیرتک گفتگو کی اور نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ جوہرہ کی حالت میں جب اس قدر تغیر ہوا کہ ہر دیکھنے والا اُس کی زندگی سے مایوس ہونے لگی تو ایک دن دبی زبان سے اُس نے ابن سعود سے کہا کہ اگرچہ آپ دو مرتبہ میری عیادت کو آتے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ آپ جیسا مشغول شخص اگر اتنا ایثار کرے تو وہ بیحد شکریہ کا مستحق ہے لیکن یہ یاد رکھیئے کہ زیادہ دنوں کی یہ زحمت آپکے واسطے نہیں ہے جو وقت گذرتا ہے گزرتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں بھی اس سسکنے سے اکتا گئی ہوں۔

ابن سعود۔ جوہرہ تم اس قدر مستقل مزاج وہوشمند ہوکے مایوسانہ گفتگو کرتی ہو کیا لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کا وعید صادق بھول گئیں۔

جوہرہ۔ نہیں کوئی مسلمان اس اکرام ربانی کو فراموش نہیں کرسکتا لیکن یہ فرمان بھی تو یاد ہے "اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں موجودہ کشمکش حیات کو آخری سمجھوں یہ جہان فانی کسی کے واسطے ہمیشہ قیام کی جگہ نہیں البتہ اُس جہان باقی میں سب کو اپنے وقت پر پہونچنا ہے۔

سلطان۔ سچ ہے موت کا وقت نہیں ٹلتا اور وہ آئیگی لیکن کیا یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر مرض کو انسان مرض الموت سمجھ لے۔

ملکہ۔ آثار وحالات کا جو اقتضا ہے اُس سے انسان ایسا سمجھنے پر مجبور ہے خیر اسکی بحث کیا۔ میں کوئی مرنے سے ڈرتی نہیں اور اتنا تو خوش ہوں کہ موجودہ تکالیف نہ مجھسے اُٹھ سکتی ہیں نہ اپنی وجہ سے دوسروں کو زحمت اٹھاتے دیکھا جاتا ہے۔

سلطان - لیکن میرے دلبر تمہارا ہر فقرہ تیر و نشتر کی طرح پڑتا ہے کم سے کم میرے سامنے اس قدر مایوسانہ جملے نہ کہا کرو -

ملکہ - بیشک آپکو صدمہ ہوتا ہوگا میں آج سے احتیاط کرونگی بلکہ وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی اس قسم کا ذکر زندگی میں نہ آئے گا - لیکن آج میں جو کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اُسے سن لیجئے ممکن ہے موت کا فرشتہ مجھے اظہار خیال کی اجازت نہ دے یا زبان بند ہو جائے تو دل کی دل ہی میں رہ جائیگی - حالانکہ میں جانتی ہوں جو کچھ بھی کہا جائیگا سب بیکار ہے بقول شخصے بعد از بس من کن فیکون شد شدہ باشد -

سلطان - مجھے آج ایک نہایت ضروری جلسہ میں شریک ہونا ہے اور اُسکا وقت قریب آگیا ہے

ملکہ - میں ہرگز ایسے موقع پر نہ روکتی لیکن میرا یہ حال ہے کہ جیسے کوئی دل میں بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے ؎

غنیمت جان اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی ہے

اور جدائی بھی عارضی جدائی نہیں دائمی - میں آپ کی پُرخلوص محبت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور اپنی طرف سے محبت کا تقاضا ہے کہ کسی طرح کا صدمہ یا شکایت ساتھ نہ لیجاؤں آپ تسکین دیتے ہیں اطبا اطمینان کی باتیں کرتے ہیں اور کوئی تدبیر صحت اُٹھا نہیں رکھی جاتی مگر سب کی سننے کے بعد میرے یقین میں ذرا بھی تغیر نہیں ہوتا یہ تو میرے باطن کی کیفیت ہے باقی رہا ظاہر بھی اگر انصاف سے دیکھا جائے تو کوئی بہبودی کی صورت نظر نہیں آتی کبھی مرض میں تخفیف ہو اور بس بس دکھائی دے لیکن یہاں تو بقول میر ؎

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

دیں صاف صاف کہتی ہوں کہ اس وقت کے بعد اب تمہارا پیارا چہرہ میرے دیکھنے میں نہ آئیگا اگر اعمال درست ہیں تو قیامت میں ملاقات ہو گی ورنہ ہمیشہ کے لئے رخصت۔ خلاف معمول تم کو روک لینا اور تمہاری مذکورہ ضرورت کا خیال نہ کرنا ایسی جہت سے ہے کہ پھر تمھیں کوئی تکلیف دینے نہ آوں گی نہ کوئی ضد کرونگی یہ آخری التجا اور تمنا تھی کہ ؎

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے

تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

فقط اسی تمنا کو پورا کرنے کی غرض سے تمھیں روکا ورنہ مجھے نہ کوئی وصیت کرنا ہے نہ گلہ شکوہ ہے۔ اپنی اولاد کا تم مجھ سے زیادہ خیال کروگے میرے اعزہ تمہارے اعزہ ہیں میرے مرنے سے رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا وہ پہلے سے ہے اور میرے تمہارے بعد بھی خدا جانے کب تک رہیگا۔ کیوں تم میری آخری آرزو پوری کرنے کے لئے تیار ہو گئے آہ تم مرد ہو کے رونے لگے۔ مجھے ڈھارس دو مجھے سمجھاؤ ایسا نہ ہو اس گھبراہٹ میں جو دو باتیں کر رہی ہوں وہ بھی نہ کرسکوں بولو بولو تم خاموش کیوں ہوگئے آہ جب ابھی سے تمہارا یہ حال ہے تو میرے بعد کیا ہو گا دیکھو خدا کو مان کے اضطراب و بیقراری زیادہ نہ کرنا۔ ایک دن یہ وقت آنا اور ضرور آنا عورت کیلئے اس سے زیادہ خوش قسمتی نہیں ہوسکتی کہ اپنے مالک سرتاج کے سامنے پردہ ڈھک جائے۔ میں نے دیکھا ہے اور زمانہ بھر جانتا ہے کہ شوہر کے اُوٹھ جانے کے بعد عورت کی بڑی خواری ہوتی ہے خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے وہ منحوس وقت مجھے نہیں دکھایا میری خوش قسمتی میں کوئی کلام بھی نہیں کہ جب سے بیاہ کے آئی عیش و راحت ناز و نعم سے ہمکنار رہی اور آخر بھی مرضی کے موافق ہوں افسوس تم برابر رو رہے ہو میرا کلیجہ شق ہوا جاتا ہے۔ میں بہت ضبط سے کام لے رہی ہوں

ہر سانس میں مجھے کمزوری محسوس ہوتی ہے شاید پوری قوت زبان میں کھنچ آئی ورنہ جس روانی سے گفتگو کر رہی ہوں دست و پا کو حرکت نہیں دے سکتی اے خدائے قدوس واحد و یکتا تو مجھ گنہگار کی آخری دعا سن لے سلطان کو صبر جمیل عطا فرما اگر یہ سوگ کریں گے تو تیرے بندے ان کی خدمت سے محروم رہ جائیں گے۔ الرحم الراحمین مجھے بھی صبر و ضبط کی توفیق دے کہ تیرے حضور میں عاجز و منت گذار بندہ کی طرح حاضر ہوں۔

سلطان اسب سے زیادہ عزیز سلطان اگرچہ میری خواہش دلی تھی کہ تمہارے روبرو میرا خاتمہ ہو مگر تمہارا اضطراب دیکھ کے مجھے مایوسی ہو گئی اور شاید دم واپسین کا نظارہ تم دیکھنے کی تاب نہ لا سکو گے لہذا اس گذارش کو واپس لیتی ہوں اور نہایت خلوص و صداقت سے کہتی ہوں کہ تم اس وقت میرے پاس سے ٹل جانا۔ لاؤ اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھدو اور اجازت دو کہ میں ان کو بوسہ دوں۔ آہ میں تمہیں اب گلے لگانے کی جرأت نہیں کر سکتی اور دست بدعا ہوں کہ تم کو خداوند عالم و عالمیان جمیع مقاصد میں کامیابی بخشے میں محسوس کر رہی ہوں کہ میری آواز گرفتہ ہوتی جاتی ہے اور شاید تھوڑی دیر میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ ادا کر سکونگی۔ پیارے شوہر میرے محبوب سلطان اس وقت تم سے باتیں کرنے سے میرا دل نہیں بھرتا ہاں مجھے اپنے نور نظر لخت جگر فیصل کی یاد بھی بے چین کئے ہوئے ہے۔ میں خوب واقف ہوں کہ وہ بچہ ہونہار ہے۔ تم ادہر ادہر کیا دیکھتے ہو کہیں ایسا غضب نہ کرنا کہ اس وقت جبکہ احتضار کا عالم ہے تم اوسے یہاں بلا لو گو مجھے ایک نظر دیکھنے کی تمنا ہے مگر اسی مصلحت سے نہیں بلواتی کہ اسے صدمہ ہوگا تم میری طرف سے گلے لگانا پیار کرنا خدا و رسول کے بعد تمہارے سپرد کرتی ہوں بس پیارے سلطان اب مجھے کچھ نہیں کہنا ہے تم جا سکتے ہو خدا کو سونپا۔

ابن سعود - ایسی حالت میں دیکھ کے میرا قدم کیونکر اوٹھ سکتا ہے - کیا میرے سینہ میں دل نہیں ہے -

ملکہ جوہرہ - نہیں نہیں میں التجا کرتی ہوں تم جاؤ تمہارے دل کو سخت صدمہ پہنچیگا تمہیں نہیں معلوم کہ کسقدر جبر کرکے میں نے اسے گوارہ کیا ہے کہ دم واپسیں تمہارا جمال جہاں آرا دیکھتے ہوئے میرا خاتمہ ہو جائے جاؤ سدھارو دیکھو میرے سینہ پر دم ہے اور بات کرنے میں اب اذیت ہوتی ہے ہاں ہاں خدا حافظ -

ابن سعود دلبر سخت جبر کرکے اپنی محبوب ملکہ کے پاس سے اوٹھا اس کا یہ عالم تھا کہ پاؤں زمین پر گڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے کسی طرح قدم اوٹھائے نہ اٹھتا تھا اودھر ملکہ جوہرہ کی آنکھیں نیچے اوپر ہونے لگیں تنفس میں شدت ہوئی دست و پا میں تشنج کی کیفیت نمودار ہوئی ابن سعود نے پلٹ کے دیکھا تو ابھی تک بھری ہوئی پتلیاں اور ڈبڈبایا ہوا منکا جس قدر وقت تھی اوسی کی طرف پھیرا جاتا تھا اوس کے دل پر ایک گھونسہ پڑا اور دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا لاکھ لاکھ چاہا کہ قدم بڑھائے نہ بڑھ سکا اور الٹے پاؤں مریضہ کے پاس پلٹا ابھی وہ بالین مریضہ تک نہ پہونچا تھا کہ ایک ہچکی آئی اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا ؎

مریض غم نزع کی صعوبت تڑپ تڑپ کے بسر ہوئی ہے

آخیر ہچکی تھی کیا قیامت اودھر کی دنیا ادھر ہوئی ہے (حسرت)

ایک نوجوان حسینہ بادشاہ بیگم ہر دلعزیز ملکہ کی مرگ جس قدر تحسر و تاسف خیز ہو کم ہے ہر کہ و مہ کا برا حال تھا تھوڑی دیر رسم دنیا کے موافق نالہ و شیون رہا پھر حسب قاعدہ ایک مرنے والے کو جس طرح منزل تک پہونچانیکی تدبیریں کی جاتی ہیں کی گئیں اور وہ نیر تاباں افق حسن و جمال سیکڑوں من خاک کے نیچے دبا دی گئی فاعتبروا یا اولی الابصار -

باب ۷

فتوحات

ناظرین اس جگر خراش ودرد انگیز مرگ کے بعد تقاضائے وفا تو یہ تھا کہ تمام عمر ابن سعود کسی ماہوش حسین کیطرف متوجہ نہ ہوتا لیکن اوس کی اس خصوصیت میں تعمیم نفس اور بھی انسان کو نقش بدیوار بنانے کے واسطے کافی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ اوس نے اپنی محبوبہ کا سوگ نہیں کیا۔ بلکہ اکثر خصوصیات کو اوسی طرح مدنظر رکھا جس طرح اوس کی حیات میں امتیازات دے رکھے تھے اوس کے واقعات زندگی میں یہ واقعہ المناک اس قدر اہمیت رکھتا تھا کہ محبوبہ کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اپنے احباب سے اور تذکروں کے ساتھ اکثر کیا کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان انسان کو نہیں یاد کرتا بلکہ اوس کے افعال کو یاد کرتا ہے لوگ کہتے ہیں اور ہے بھی کہ اعمال ساتھ جاتے ہیں مگر اعمال اپنا نقش ہی گہرا چھوڑ جاتے ہیں۔ اور بھی وہ یادگاریں ہیں جو یاد آ آ کے منتسبین ومتعلقین کو آٹھ آٹھ آنسو رولاتے ہیں۔

ہمارا نفس پرور عیش دوست سلطان اپنے ہتکنڈوں سے کب باز آنیوالا مصرع "ہر سخن موقع وہر نقطہ مقامے دارد" وہ جہاں ملکہ جوہرہ کی جوان مرگی کا رونا رہا تھا وہاں یہ بھی فخریہ بیان کرتا تھا کہ تعدد ازدواج کا میں سختی سے حامی ہوں اپنے اس قول کو تقویت پہونچانے کے لئے مثال میں کہتا تھا کہ ستر عقد کنواری لڑکیوں کے ساتھ کر چکا ہوں اور ابھی میں اپنے لائحہ عمل کو بدلنے کا ارادہ نہیں رکھتا چاہے نکاحوں کی تعداد سو سے بھی متجاوز کیوں نہ ہو جائے۔

ایک طرف تو جوہرہ کی یاد قائم رکھنے کی غرض سے یہ انتظام کیا گیا کہ اُس کے رہنے کے آراستہ کمرے آرائشی اور ضروری سامان بجنسہٖ مقفل کہ اُس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہونے پائے اور دوسری طرف ایجنٹ مقرر کیے گئے کہ کل جدید الذید جدید سامان راحت فراہم کرتے رہیں چنانچہ وہ ایجنٹ شان وشوکت سے خیمہ استادہ کرکے مختلف مقامات پر قیام پذیر ہوتے ہیں اور اپنے آدمیوں کے ذریعہ سے رسوخ وسیل ملت سے برابر جدوجہد کرتے رہیں کہ ہز ہائنس شاہ کے احکام تاکیدی کی تعمیل ہوتی رہے۔ یہ لوگ خوبرو دوشیزہ کی تلاش میں بڑے بڑے اصراف کرتے ہیں وعدے وعید بھی ہوتے ہیں۔ سلطان کے حسن سلوک حسن صورت وحسن سیرت کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ اپنی طلاقت لسانی وچرب زبانی سے آمادہ کرتے ہیں۔ غرضکہ کوئی حیلہ کوئی تدبیر اُٹھا نہیں رہتی۔ پھر لڑکیوں کا کوئی کال بھی نہیں ہے۔ دستور عرب کے موافق عقد ثانی وثالث داخل عیب نہیں بلکہ نہیں تعداد ازدواج کا عمل جاری رہتا ہے لہذا وہاں کی خلقت میں یہ بات بالکل عام ہے اگر دشواریاں لاحق ہوتی ہیں تو صرف اس جہت سے کہ جس کو یہ معلوم ہوگیا کہ سلطان کا سلوک اپنی ازدواج کے ساتھ اچھا نہیں رہتا اُس کے مزاج میں تلون ہے وہ ایک عورت پر اکتفا نہیں کرسکتا چاہے حور کی بچی بھی کیوں نہ ہو۔ کچھ دنوں میں طبیعت سیر ہوجاتی ہے اور وہ نازآفریں وناز پرور تقشرای کردی جاتی ہے۔ تو ذرا سلسلہ قائم کرتے ہچکچاتا ہے ورنہ صدہا گھر اور متعدد خاندان ہیں جنکو اس شرف کی تمنا ہوتی ہے کہ سلطان کے خاندان سے آمیزش کا ہونا اُن کی فلاح وبہبود کا سبب ہے۔ متوسلین عروس کے ساتھ احسانات واکرامات کی بارش کی جاتی تھی لیکن یہ بھی اُس رشتہ کی طرح عارضی اور کمزور ہوتی تھی۔

جس معاملہ میں اس قدر انہاک کد وکاوش کیجائے اُس میں حکومت دائر

سے کام نہ لیا یہ بالکل بے معنی سی بات ہے ایجنٹوں کی مساعی کا صاف خود ایجنٹوں اور
منکوحہ کے لواحقین کے لئے مقررہ تھے اون میں گنجائش کلام نہ تھی گو شاہی حکم سے
کل امور انجام پاتے تھے پھر بھی ایک طرح کا دل لگاؤ اس میں نہیں ہوتا تھا اسی لئے
ہم انہیں فتوحات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اگر ان سب کو جداگانہ اختصار کیا تھا بھی
درج کریں تو ایک طومار عظیم ہو جائے اور ناظرین اس مختصر تطویل سے اکتا جائیں اسی
واسطے صرف اشارتاً اور مجملاً لکھدیتے ہیں جنہیں تو نفسیات اور اخلاقیات سے بحث
ہے تفصیل کی بیکار جگر کاوی نہ ہمارے مقصد کے موافق ہے نہ ناظرین کے لئے
دلچسپی کا سبب ہوگی۔

ہاں دوسری شق فتوحات کی مذکورہ فتوحات کے مقابلہ میں ممتاز اور اہم ہے
اس کے واسطے یہ ہوتا ہے کہ شاہ کے کانوں تک کسی کے حسن کا شہرہ پہونچا اور
آویزۂ گوش ہو گیا حسن سے قدرتاً لاگ ہے یہ تدبیریں کیجائیں گی کہ نامبردہ
مہ پارہ معائنہ سے گذر جائے یا مستند ذرائع سے اس کی تصدیق ہو جائے کہ جیسا کچھ
بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اگر درست نکلا تو کوشش کے اسباب و ذرائع بہم پہونچائے
جائیں گے۔ مروت سے لالچ سے مان گیا تو مان گیا ورنہ دوشیزہ کا وہ رشتہ جس کو
اوس پر کامل اختیار ہو حکومت کے شکنجہ میں جکڑا جائیگا۔ تحفظ جان و مال اور
پاس آبرو اسے طوعاً و کرہاً یا جبراً قہراً اس پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اور راحت طلب
سلطان داد عیش و عشرت دیتا ہے۔ ناظرین آپ شاید نکاحوں کے لاانتہا ہی سلسلہ
میں الجھ کے مالکہ جوہرہ آنجہانی کو بھول گئے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ عین شباب میں
اُسے کیوں موت آئی مانا کہ موت آنے والی تھی مگر حیلے رزق بہانے موت مشہور ہے
وہ حیلہ کون پیدا ہو گیا تھا کہ اوسے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا گو اس نے کھلے
لفظوں میں کبھی سلطان سے اس کا اظہار نہیں کیا کہ کس صدمہ سے وہ روز بروز

تحلیل ہوتی جاتی ہے۔ کس جان لیوا غم نے موت کا روگ لگا دیا لیکن سلطان واقف
تھا کہ ملکہ کے لئے یہ کوفت مفارقت روح کا سبب بن گئی۔ مگر وہ اپنی عادت کو بدلنے سے
مجبور تھا کیونکہ "العادت کا الطبیعتہ الثانیہ"۔

ہمیں سلطان کی ذات سے یہ بھی اُمید نہ تھی کہ مرنیوالی سے وہ اس قدر مانوس
تھا کہ ابتک اوس کے اسباب راحت و سامان خانہ داری کو بجنسہ رکھ چھوڑا ہے۔ کیا
میں سلطان سے وہ باتیں دریافت کر سکتا ہوں اور وہ اُن کا صحیح جواب بصمیم قلب دینگے
نہیں انسان کے عمل سے اوس کی طبیعت کا اندازہ ہو جاتا ہے "آدمی جانے سے سونا جانے
کسے" ہمیں معلوم ہوگیا کہ محبت تو خیریت سے جو کچھ تھی اور ہے وہ ظاہر ہوتی ہے۔ البتہ
انتظام قدرت ہے کہ سلطان پر اس بات کا بار لازم ہوگیا اور ہر مسلمان بطور خود پوچھنے
کا حق رکھتا ہے کہ سلطان نجد اپنے اس عمل سے اُن اعمال باطلہ کو کبھی مطابق نہ کر سکا
جو اُس نے انہدام قبور و آثار متبرکہ کے وقت کیا ہے۔ کیا نعوذ باللہ ملکہ جو ہرہ اوسکی
خدا تھی جسکی پرستش کے اسباب کو اس قدر احتیاط سے محفوظ رکھا ہے۔ مساجد کا انہدام
مقابر کی بربادی قبب کی شکست و ریخت کو کیونکر جائز رکھا یا ایسے بزرگوں کی یادگاریں
تو مستحق تھیں اور جو ہرہ کا سامان محفوظ رکھنا مستحسن۔ نا عاقبت اندیش دشمن عقل
وفراست وہ قبے جو صدیوں سے یادگار تھے وہ آثار جو عالم اسلام کیا تھ موجب صد
احترام تھے اونہیں غلط حیلہ شرعی سے گرا دیا مدعی اسلام متمسک بالکتاب ذرا
غور سے کام لے اپنی فرعونیت کو دیکھ اور خدائے قہار و جبار کے حکم پر نظر کر ہم انصاف
کو کبھی ہاتھ سے نہ دینگے جو اچھی بات ہوگی اوسکی تعریف کرینگے اور بری بات کی مذمت
سے دریغ نہ ہوگا۔ ابن سعود ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ نکاح میں نہیں
رکھتا یہ وہ حیلہ شرعی اور مطاعن سے بچنے کا آلہ ہے کہ کوئی فوری گرفت نہیں کیجا سکتی
اگر مسئلہ تعدد ازدواج پر بحث کی جائے تو ایک دفتر ہوتا ہے آدمی سکے ساتھ ایک سے

زیادہ نکاح کرنیکی شارع علیہ اسلام نے جن شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے وہ غور طلب ہیں ہم نے مانا کہ چار بیویاں بیک وقت رہتی ہیں اور اتو جب سے جوہرہ بنت سعد نے انتقال کیا تین ہی محل مستقل رہتے ہیں اور ایک جگہ اسامی پر کرنے کے واسطے باقی رکھی جاتی ہے۔ اور ہر چار کی تعداد پوری ہوئی اور کسی پانچویں پر دل آیا تو فوراً سیاست سے کام لے لیا گیا کہ موجودہ چار میں سے ایک کو طلاق دیدی اور خانہ پُری کرلی۔ اگر عدالت اسی کا نام ہے اور انصاف اسی کو کہتے ہیں تو بیشک یہ فعل مستحسن ہے شریعت نے اعداد کی کمی بیشی پر مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ قیود شرائط کی پابندی لازمی کی ہے. انصاف اسے کب چاہتا ہے کہ ایک منکوحہ کو بغیر کسی قصور کے صرف اس خواہش کے لئے طلاق دیدی جائے کہ عروس نو زینت خانہ بنے اس سے بھی بڑھکے ایک مثال پیش کی جاتی ہے جسکی رو سے عقد باطل اور حرمت کامل بین طور پر ثابت ہے۔

ابن سعود معہ خدم وحشم سفر میں ہے۔ ایک موضع میں پہونچ کے معتبر کردہ ایجنٹوں میں سے ایک حاضر ہوتا ہے اور نہایت چرب زبانی سے دست لبتہ گذارش کرتا ہے۔

اس موضع کے رئیس کی دختر نیک اختر حسن صورت وحسن سیرت میں عدیم المثال ہے جب سے مجھے اطلاع ہوئی ہے برابر کوشش میں ہوں کہ وہ گوہر یکدانہ خزانۂ شاہی کے قابل ہے اُسے طرۂ تاج کجکلاہ ہی ہونا چاہیئے۔

سلطان۔ اچھا تو پھر تمہاری کوشش کا کیا نتیجہ نکلا۔

ایجنٹ۔ میں نے بہت کچھ صرف بھی کیا اور مراحم خسروانہ کے وعدے بھی کئے ہیں ابن سے صرف اس قدر اثر ہوا کہ اُس کے والد نے اس بارہ میں غور کرلنے کا وعدہ کیا ہے جس کو دو ہفتہ سے زیادہ زمانہ گذرا مگر کوئی جواب ابتک نہیں ملا۔

سلطان۔ اصل مقصد بتاؤ وہ کیا چاہتا ہے۔

ایجنٹ۔ پہلی شرط تو اُس کی یہ ہے کہ خود سلطان ذیشان اُس سے ملنے آئیں اور اپنی زبان سے اظہار خیال فرمائیں۔

سلطان۔ وہ مقام یہاں سے کسقدر فاصلہ پر ہے۔

ایجنٹ۔ صرف پندرہ میل راستہ صاف ہے۔ بندگان عالی اگر زحمت فرمائیں تو میرا خیال ہے کہ یہ کام فوراً انجام پا جائے۔

سلطان۔ اچھا کل علی الصباح میں تمہارے ہمراہ چلونگا۔

ایجنٹ۔ ہاں بہتر بھاڑ کیصرورت نہیں ہے صرف رئیس کی ضد پوری ہو جانا چاہیے۔

سلطان۔ لڑکی کے کچھ اوصاف بیان کرو خصائل و عادات سناؤ۔

ایجنٹ۔ میں نے سنا ہے کہ جس طرح علم و فضل میں یکتائے روزگار ہے اوسیطرح مزاج بھی شاہانہ پایا ہے۔ باپ مستطیع اور شیخ قبیلہ ہے کئی مواضع کی مستقل آمدنی ہے۔ صورت تو ایسی پاکیزہ پائی ہے کہ زاہد صد سالہ بھی دیکھ کے فریفتہ ہو جائے ایک مرتبہ اپنے محل کے بالاخانے پر بے تکلف ٹہل رہی تھی میری نگاہ اُٹھ گئی دیکھ کے خدا کی قدرت یاد آئی اور معلوم ہوتا تھا ماہ چہاردہ روز طالع ہو گیا اُسکے حسن کی ضیا سے میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔

سلطان۔ اس قدر جمیلہ ہے اور اُس کا نام۔

ایجنٹ۔ یہی جو حضور نے ابھی لیا۔

سلطان۔ کیا خوب خود بخود نام مُنہ سے نکل گیا دیکھو کامیابی بھی جلد ہو گی۔

دوسرے دن علی الصباح سلطان بمعہ ایجنٹ اور دو مصاحبوں کے مقام معلومہ پر پہنچا رئیس موضع اپنے دیوان خانہ میں موجود تھا ایجنٹ نے آگے بڑھ کے اطلاع کی کہ امام وقت عبدالعزیز ابن سعود فرماں روائے نجد بنفس نفیس تشریف لائے

ہی رئیس اپنے مقام سے اُٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ تک استقبال کے واسطے پہونچا تھا کہ سلطان داخل ہوا رئیس نے حسب رواج مصافحہ و معانقہ کیا اور نہایت عجز و التماس سے صدر میں بٹھایا۔

سلطان۔ یا شیخ مجھے مدت سے آپکے ملنے کا اشتیاق تھا حُسن اتفاق کہ آج پورا ہوا۔

شیخ۔ میں اپنی خوش بختی پر جس قدر فخر و ناز کروں کم ہے۔ کہاں کلبۂ احزان اور کہاں ملک الحجاز کے قدوم میمنت لزوم۔

سلطان۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں آپکے پاس ایک عرض لیکر حاضر ہوا ہوں۔

شیخ (الحینبٗ کی طرف اشارہ کرکے) جی ہاں آپکے ذریعہ سے مجھے علم ہو چکا ہے۔ مگر

سلطان۔ ہاں جو کچھ فرمانا ہو بے تکلف ارشاد کیجئے کیونکہ اس وقت میں سائل ہوں اور آپ مجیب۔

شیخ۔ ظل اللہ مجھے شرمندہ نہ فرمائیں آپ کے قدم رنجہ فرمانے سے میری عزت افزائی ہوئی چہ جائیکہ جناب کوئی حکم دیں اور میں اُس کی تعمیل میں قصور کروں صرف ایک حقیقت ہے اس لئے فوری جواب سے متامل ہوا۔

سلطان۔ میری خود خواہش ہے کہ جو کچھ فرمانا ہو صاف صاف بیان کیجئے۔

شیخ۔ دراصل وہ کنیز جس کی خدمات بندگان سلطانی کو مطلوب ہیں میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہے مجھے اُس کی ذات پر ہر طرح کا اختیار ہے لیکن شادی کے معاملہ میں اُسکو اجازت دے چکا ہوں کہ اپنی مرضی کے موافق شوہر منتخب کرلے۔

سلطان۔ اسمیں کیا مضائقہ ہے۔ استصواب کا کیا طریقہ رہیگا مطلع فرمایئے۔

شیخ۔ میں ابھی جمیلہ کو جناب کی تشریف آوری اور ارشاد کی اطلاع دیتا ہوں وہ خود آپ سے براہ راست گفتگو کرلیگی۔

سلطان۔ مناسب ہے۔

شیخ سلطان کے سامنے قہوہ وغیرہ پیش کر کے محل میں گیا حسین جمیلہ اسوقت اپنے گیسوئے مشکیں میں شانہ کر رہی تھی۔

جمیلہ۔ عم محترم السلام علیکم

شیخ۔ وعلیکم السلام۔ بیٹی میں تمہارے پاس آیا ہوں۔

جمیلہ۔ ارشاد۔

شیخ۔ سلطان بذات خود دیوان خانہ میں تشریف فرما ہیں اور تمہارے ساتھ خواہش عقد رکھتے ہیں میں حسب قرار داد تم کو مطلع کرنے آیا ہوں کہ تم گفتگو کر کے ہاں یا نہیں کا جواب دیدو۔

جمیلہ۔ تو کیا اسی وقت گفتگو کرنی پڑے گی۔

شیخ۔ اُن کے پاس اتنا وقت کہاں کہ دوسرے موقع کیواسطے اوٹھا رکھا جائے۔

جمیلہ۔ لیکن آپ تو اپنے ارادہ سے مجھے مطلع فرماویں۔

شیخ۔ میرے نزدیک تم سے بڑھ کے کون خوش نصیب ہوگا کہ سلطان نے خود تمہارے گھر پر قدم رنجہ فرمایا۔

جمیلہ۔ سنتی ہوں کہ وہ یکے بعد دیگرے عقد کرنے کے خوگر ہیں۔

شیخ۔ تمہارے ملک کا رواج یہی ہے۔ پھر اس بارہ میں کیا اعتراض کر سکتی ہو۔

جمیلہ۔ اعتراض کرنا نہیں چاہتی لیکن صرف اسی خیال سے تامل ہوتا ہے۔

شیخ۔ اپنے نیک و بد کو تم سمجھ لو مناسب جواب دو۔ میرے نزدیک ابھی تک معاملہ بالکل ٹھیک ہے لیکن انکار کی صورت میں اگر اودھر سے ہم پر جبر کیا گیا تو ہمارے پاس اوس کا کیا دفعیہ ہے۔

جمیلہ۔ جب عقد ہونے سے پہلے اندیشہ کیصورت ہے تو بعد نکاح جو ظالم چاہیں کر سکتے ہیں

شیخ۔ وہ حاکم ہیں۔ ہر وقت جو چاہیں کریں اُن کو کون روکنے والا ہے۔

جمیلہ۔ تو پھر مجھے آپ کے حکم سے کیوں اختلاف ہونے لگا۔ آپ ہی اقرار کرلیں مجھے گفتگو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

شیخ دیوانخانہ میں واپس آیا اور ہسکر لکے کہا کہ مجھ سے بحث کرنیکے بعد جمیلہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا جو مناسب ہو آپ کی کنیز ہے لے جائیے۔

سلطان۔ در کارِ خیر حاجت استخارہ نیست، میں شرعی عقد چار گواہوں کی موجودگی میں کرتا ہوں وہ اس وقت بھی موجود ہیں یہاں کے قاضی کو اطلاع دیجئے کہ نکاح پڑھا دیں۔

آدمی بھیج کے قاضی صاحب بلوائے گئے تین گواہ سلطان کے ہمراہی اور چوتھا گواہ خود شیخ بن گیا چلئے قاضی صاحب نے نکاح پڑھادیا۔

جمیلہ کی سواری کی مادیہ عربی موجود تھی عروس زیبا کو لیکے سلطان محمد قیام گاہ پر پہونچا شیخ یہانتک پہونچانے آیا تھا بعدہٗ نم جمیلہ سے ملکے رخصت ہوا اور جمیلہ شاہی خیمہ کے ایک حصہ میں آراستہ کرکے بٹھادی گئی سلطان کی کنیزیں اور دو بیویاں ساتھ تھیں اونہوں نے حجلۂ عروسی درست کردیا۔

جمیلہ سے اور سلطان سے باتیں ہوئیں جنکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

سلطان۔ تم کس قبیلہ سے ہو؟

جمیلہ۔ بنی شمر سے۔

سلطان۔ تمہارے باپ کا کیا نام تھا؟

جمیلہ۔ عبداللہ بن خویلد۔

سلطان۔ افسوس ہے کہ تم نے عقد سے پہلے نہ بتایا نہ تمہارے چچا نے اسکا ذکر کیا۔

جمیلہ۔ آپ نے دریافت کیا تھا؟

سلطان۔ نہیں نہ اسوقت ایسی ضرورت محسوس ہوئی۔

جمیلہ ۔ اور اب کیا ضرورت نکل آئی ۔

سلطان ۔ تمہاری کوئی اور بہن بھی ہے ؟

جمیلہ ۔ ہاں بڑی بہن ہیں جنکو میں نے اپنے ہوش میں نہیں دیکھا اب خدا جانے وہ زندہ ہیں یا کہاں ہیں ۔

سلطان ۔ وہ حرم سرائے سلطانی میں ہیں ۔

جمیلہ ۔ مری بڑی بہن ۔

سلطان ۔ ہاں ہاں کہتا تھوں ۔

جمیلہ ۔ تو یہ نکاح فسق ہوگیا ۔

سلطان ۔ نہیں اس کی ایک تدبیر ہے ۔

جمیلہ ۔ وہ کیا ؟

سلطان ۔ میں اون کو طلاق دیئے دیتا ہوں پھر تو مجھ پر جائز ہو جاؤ گی ۔

جمیلہ ۔ اور مجھی کو طلاق کیوں نہ دیدیجئے ۔

سلطان ۔ وہ تو صاحب اولاد ہے اور ایک محل رہنے کو مل چکا ہے تمہارے ساتھ بعد طلاق خلاف معمول یہ معاملہ نہیں کیا جا سکتا ۔

جمیلہ ۔ لیکن یہ عقد کیونکر صحیح رہ سکتا ہے ۔

سلطان ۔ لاعلمی کے سبب سے ۔

جمیلہ ۔ اب تو علم ہوگیا زن وشوئی سے اجتناب چاہیے ۔

سلطان ۔ کل باتوں کا دارومدار نیت پر ہے جب میں ارادہ کر چکا تو سمجھ لو کہ طلاق ہوگئی ۔

جمیلہ ۔ میری طبیعت اس بات کو قبول نہیں کرتی نہ معقول معلوم ہوتی ہے ۔

سلطان ۔ ان باتوں میں کیا رکھا ہے اگر ہمیں شرعی حیلہ ملتا ہے تو اس سے

فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔

جمیلہ۔ آپ جانیئے اس گناہ وثواب کے جواز عدم جواز کے آپ ذمہ دار ہیں۔

سلطان۔ بیشک تم کچھ نکرو۔ میں ابھی طلاق نامہ لکھ کے تمہیں دکھائے دیتا ہوں۔

سلطان دوسرے کمرے میں گیا اور طلاق نامہ لکھ کے جمیلہ کے پاس لایا اُسے بیحد صدمہ ہوا کہ میری دوسری بہن مصیبت میں پڑی اور اگر کسی دوسری لڑکی سے عقد کیا تو ایک دن میری بھی یہی نوبت ہے لیکن اب کیا کرسکتی ہوں ایسا تو عقد ہوچکا دوسرے سلطان کے شکنجہ میں تھی زبان بھی ہلانا دشوار تھی خاموش ہو رہی اور دل کو سخت قلق ہوا۔

اُدہر طلاق نامہ پہونچا پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی لیکن وہی کہ چارہ کار کیا تھا غنیمت ہوا کہ صاحب اولاد تھی سلطان کی کفالت میں رہنے کی توقع تھی۔ اس طلاق ونکاح کے بڑے چرچے ہوئے رعب شاہی کیوجہ سے گنجائش چون وچرا تو کسیکو نہ تھی مگر ایک طرح کا انقباض سب کو ہوا۔

اس سے زیادہ ہوس رانی اور نفس پروری کی مثال وہ ہے جو حرموں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس حریص عیش کی عجب افتاد مزاج تھی کہ باوجود بکثرت نکاحوں کے حرموں کی تعداد بھی کم نہ تھی جن کا صحیح شمار خود سلطان کو ہوگا۔

ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ممالک عرب کا یہ دستور ورواج صنف نازک کو رسوا ور حقیر کرنے کا موثر آلہ ہے جس سے اُن کی خودداری کو ٹس مس کے ٹھیس لگتی ہے۔ ایسے عیش دوست تنعم پرور سلاطین کے واسطے کس قدر آزادی ہے کہ کی تعداد بھی کوئی مقرر نہیں۔ مصرع آنزا کہ خود گم اندکرا رہبری کنند۔

یہ شرمناک حالات ہیں اُس سلطان کے جو شریعت کی آڑ بغیر ایک قدم ہیں اوٹھاتا۔ رعایا امام کہتی ہے۔ جو باعلان کہتا ہے کہ سوائے آل خلیفہ کے

یا ہیرے دنیا کے کسی حصہ میں مسلمان نہیں ہیں اُس نے بڑے ذوق شوق سے اپنی فتوحات کے اضافہ کے واسطے بیان کیا کہ یہودیہ یا نصرانیہ کے ساتھ میں بڑی خوشی سے عقد کر سکتا ہوں۔ لیکن کسی نجی یا مدنی عروس کو ہرگز زیب آغوش نہیں کر سکتا۔

وہ مطلقہ عورات جو صاحب اولاد ہیں اور ان کو عقد ثانی کی بھی اجازت نہیں ان استبدادیت آمیز و بربریت خیز عمل سے جس قدر بھی متاثر ہوں کم ہے۔ ابن سعود کو اتنا دماغ کہاں کہ ان پابستگان رسوم وقیود شاہی کی کبھی تسلی تشفی کرے تاکہ ان کے مجروح دلوں سے دعائے بلند نکلے۔

سلطان نجد کو یہ بھی واضح رہے کہ اُس کی اولاد بمصداق الولد سرلابیہ اُن کی تمام عادات وخصائل کو رہنما بنائیگی اور اسی راستی سے وہ راستہ پر بے غل وغش قدم زن ہوگی اور کیوں نہ ہو مصرع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

باب ۸
گنبد خضریٰ

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

میں گنبد خضریٰ کے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھ رہا تھا کہ میلاد نمبر اخبار "منیدار" مورخہ ۲۹ اگست ۲۸ء میری نظر سے گذرا اور اوس میں جناب خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی کی نظم اسی عنوان سے وہ بھی مجھے بہت پسند آئی اور ضیافت طبع ناظرین کے لئے پیش کرتا ہوں۔

نظم

نکلا افق سے نور کی بارش میں آفتاب
ڈالے ہوئے جبیں پہ شرر آفریں نقاب

خورشید کے ظہور سے ظلمت فنا ہوئی
پیدا ہوا عقاب تو پنہاں ہوا غراب

لو دم زدن میں نور کا قالین بچھ گیا
رنگوں کی لواح سے تا حد فاریاب

دُرّاج کی نواؤں میں ہو جیسے کم ہوئی
دریا میں آب کو بھی ہے جنبش سی اضطراب

پنجاب کی زمین بھی جنت سے کم نہیں
ستلج ہے سلسبیل تو تسنیم ہے چناب

آخر غم حیات کا کچھ تو علاج ہو
ساقی پلا شراب مغنی اٹھا رباب

اے خطہ ہائے یثرب و بطحا کے ساکنو
کیا تم بھی درد سے ہو نہیں پیچ و تاب

تم بھی مثال لالہ شفق پیرہن ہو کیا
شام و سحر بہاتے ہو آنکھوں سے خون ناب

بیٹھے ہو تم تو روضہ اقدس کے سامنے
آتی ہے ہر دعا پہ جہاں بانگ مستجاب

کعبہ بایں شکوہ جھکاتا ہے سر جہاں
پنہاں ہے جس زمین میں رسالت کا آفتاب

معنی غبار بھی ہے جہاں عنبر آفریں
گویا کھلا ہوا ہے بہشت بریں کا باب

ملتا ہے اس طلسم کدہ کا کہیں سراغ
جبریل نے جہاں سے نہ پایا کوئی جواب

غلمان و حور محو درود و سلام ہیں
گویا اُٹھے ہوئے ہیں در دانۂ حجاب

اے دل جبیں اُٹھے نہ کہیں اضطراب میں
نادان! ہے تو حضور رسالتمآب میں

حجرۂ مبارک جس میں سردار دو عالم رحمۃ اللعالمین روحی فدا آسودہ ہیں۔ یہ آپکی محبوب بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان میں کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا حضور سرور کائنات نے اسی حجرہ میں وصال فرمایا اور حسب وصیت اسی میں مدفون ہوئے۔ ام المومنین بھی بدستور اُسی میں اقامت فرما رہیں حضور پرنور کے مزار مقدس اور اُن کے گھر کے مابین کوئی حجاب نہ تھا جب مسلمان بغرض زیارت

قبر شریف پر کثرت سے حاضر ہونے لگے تو جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دیوار آڑ کے طور پر درمیان میں اٹھوا دی تاکہ زائرین بے تکلف فیض زیارت سے مشرف ہوں۔

سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا اور بائیں مزار مطہر مدفون ہوئے۔ اپنے عہد خلافت میں خلیفۂ دوم حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر کرائی اور اسی سلسلہ میں سنہ ۱۷ھ تھا کہ مزار اقدس کے گرد کچی اینٹوں کا ایک حضیرہ بنوا دیا اور اُس میں دو دروازے بھی رکھے۔ دیوار میں ایک سوراخ بھی اس غرض سے رکھا گیا تھا کہ تبرکاً قبر مبارک کی خاک بھی اٹھا لیا کرتے تھے

سنہ ۲۳ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور اسی حجرۂ منورہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

صاحب خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ جو سنہ ۹۱۱ھ میں تالیف ہوئی اور نہایت مستند تاریخ ہے۔ بروایت معتبر تحریر فرماتے ہیں کہ جب قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیقؓ کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور جناب سید الساجدین حضرت امام زین العابدینؓ کے خالہ زاد بھائی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نانا اور ایک جلیل القدر رفیع المنزلت تابعی تھے آپ نے سنہ ۱۰۸ھ میں رحلت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے آپ نے اپنی پھوپی ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے ان قبور کی زیارت کی بڑی تمنا ہے۔ آپ نے بھتیجے کی استدعا قبول فرما کے حجرۂ متبرکہ کھولدیا۔ قاسم بن محمد نے وہاں تین قبریں مشاہدہ کیں جو نہ بہت بلند تھیں نہ زمین کے برابر مسطح بلکہ کسی قدر ابھری ہوئی تھیں اُن پر موضع عرصہ کے سرخ رنگ کے سنگریزے بچھے ہوئے تھے قبروں کی ترتیب یہ تھی کہ پہلے فخر کائنات خلاصۂ موجودات حضرت محمد صلعم کا مزار منور تھا اور دوش قبر مبارک کے محاذ میں خلیفہ اول کا سر مبارک اور پائیں مزار حضور پُرنور خلیفۂ دوم کا سر اطہر تھا۔

حضرت عثمان ابن عفان خلیفہ ثالث نے مسجد نبوی کی توسیع فرمائی ربیع الاول ۲۹ھ میں تعمیر کا آغاز ہوا اور محرم الحرام ۳۰ھ میں توسیع مکمل ہوگئی۔

۲۰ ذی الحجہ ۶۳ھ میں بعد شہادت سیدنا امام حسین علیہ السلام جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اوس کی شقاوت کیوجہ سے اہل مدینہ سخت مخالف ہیں اور ان سے اسکی حکومت کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہے تو حصین بن نمیر سکونی اور روح بن زنباع کو سردار لشکر مقرر کیا اور پورے لشکر کا سردار مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوے سال کی تھی یہ تینوں سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔

مسلم بن عقبہ یزیدی لشکر لیکے مدینہ منورہ پہونچا اور سخت جدال وقتال کے بعد کہ اہل مدینہ نے خوب خوب داد شجاعت دی جب کوئی تدبیر فتح مسلم بن عقبہ سے نہ بن پڑی تو منجنیقوں میں پتھر اور آتشگیر مادے رکھ کے پھینکے اہل مدینہ بڑی مصیبت میں پڑے خواب و خور حرام ہوگیا آخر مدینہ فتح ہوگیا اور بحکم یزید مسلم بن عقبہ نے سردار دو جہاں کے روضہ منورہ کیا تھا وہ بے ادبیاں کیں کہ قلم میں رعشہ ہے۔ قبر شریف کے قریب گھوڑے اور گدھے بی ادبی کرتے تھے اور مسجد نبوی میں جاہلان خدائے قادر ذوالجلال کے حکم سے بارش نور رہتی ہے وحوش و کلاب نے مسکن بنایا۔ اہالیان مدینہ کے ساتھ بیحد سختیاں برتی گئیں سیاہ شام بدانجام نے قتل و غارتگری کے علاوہ عورات کو بے آبرو کیا بچوں کو نہایت بیدردی سے تہ تیغ کیا۔

کچی اینٹوں کا حجرہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھوں سے بنوایا گیا تھا ولید بن عبدالملک اموی تک بدستور رہا اور زائرین زیارت قبر اطہر اور تبرک خاک پاک سے مستفیض ہوتے رہے۔ کیونکہ حجرہ میں دروازہ تھا جس کے ذریعہ سے زائر اندر جا سکتے تھے۔ اس طرح چھیاسی برس تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

۹۰ سنہ ھ میں ولید بن عبدالملک کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز عامل مدینہ نے

وہ حجرہ شہید کراکے منقش پتھروں کا حجرہ تعمیر کرایا۔ اور اس کے باہر ایک دوسرا حجرہ بھی بنوادیا مگر دونوں حجروں میں سے کسی میں بھی دروازہ نہ تھا اس وقت زیارت گاہ خلائق قبر شریف زائروں کی نگاہ سے پنہاں ہوگئی۔ اسی سلسلہ میں توسیع مسجد نبوی صلعم بھی کی گئی اس کی تعمیر سنہ ۸۸ھ سے شروع ہوئی سنہ ۹۱ھ میں ختم ہوگئی۔

صاحب خلاصۃ الصفا رقمطراز ہے کہ سب سے پہلے سنہ ۱۶۰ھ میں خیزران والدۂ خلیفہ ہارون رشید عباسی نے حجرۂ مقدس و مطہر پر غلاف چڑھایا تھا۔ اس کے بعد لوگ غلاف چڑھاتے رہے۔ خصوصاً خلفاء بغداد وقتاً فوقتاً یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

سنہ ۵۴۸ھ میں حجرۂ شریف میں کچھ آواز سی ہوئی جیسے چھت سے مٹی گرتی ہے اس کی صفائی کیواسطے ایک مرد شریف صالح و متقی کو دیوار میں روزن کرکے حجرۂ اطہر کے اندر اتارا گیا اوسی سال ایک دفعہ اور اسی قسم کی ضرورت سے ایک خادم اور ایک متولی کو حجرۂ مبارک میں داخل ہونیکی ضرورت پڑی تھی۔

سنہ ۵۵۰ھ میں وزیر الممالک دستور معظم سلطان نورالدین زنگی شہید اتابک موصلی نے صندل کی جالی روضۂ اطہر کے گرداگرد تیار کرائی اور اسی سال ابن ابی ہیجا وزیر مصر عہد ابوالقاسم عیسی الفائز بنصراللہ الظافر مین کہ یہ خلفاء فاطمین مصر میں سے تیرھواں خلیفہ تھا۔ با جازت خلیفہ بغداد مکتفی بامراللہ دیبائے سفید کا غلاف روانہ کیا تھا جس کے اوپر سرخ ریشم سے سورۂ یٰسین کڑھی ہوئی تھی۔

سنہ ۵۵۷ھ میں سلطان نورالدین شہید محمود بن زنگی والی شام نے ایک رات میں تین مرتبہ حضور سرور کائنات صلواۃ اللہ علیہ کو عالم رویا میں دیکھا کہ آپ دو اشخاص کیطرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں کہ مجکو ان کے شر سے بچاؤ سلطان موصوف نے یہ خیال کرکے کہ غالباً کوئی بات رسول اکرم صلعم کی ایذا کا سبب ہے اسے نہ خطیر اور چند ملازموں کو ہمراہ لیکے تیز رفتار اونٹوں پر روانہ ہوا اور مدینہ منورہ پہونچکر ان ملعونوں

کی گرفتاری کے لئے یہ ترکیب کی کہ انعام کے حیلے سے تمام اہل شہر کو طلب کیا مگر وہ
دو شخص جو رویا میں نظر آئے تھے نہ دکھائی دیئے۔
سلطان ۔ کیا اب شہر میں کوئی باقی نہیں رہا۔
لوگ ۔ دو مغربی حاجی جو بڑے عابد و زاہد ہیں اور اپنے حجرہ سے باہر نہیں نکلتے
وہ البتہ نہیں آئے ہیں۔
سلطان ۔ اونہیں بھی بلا لیا جائے۔

لوگ گئے اور دونوں حاجیوں کو لیکے خدمت سلطانی میں حاضر ہوئے سلطان
نے فوراً دیکھ کے پہچان لیا کہ یہی وہ ملعون ہیں جن کو رسول معظم فخر بنی آدم صلی اللہ
علیہ وسلم نے خواب میں دکھایا تھا۔
سلطان ۔ تم کہاں رہتے ہو۔
حاجی ۔ اس رباط میں جو حجرۂ شریف کے متصل ہے۔

دونوں مردودوں کو تو وہیں چھوڑا اور خود سلطان ذیشان اون کے حجرہ میں
گھس گیا دیکھا قرآن شریف اور کچھ وعظ کی کتابیں طاق پر رکھی تھیں اور ایک چٹائی اونکے
سونے کے واسطے پڑی تھی سلطان نے چٹائی کو اوٹھایا تو معلوم ہوا کہ ان ملعونوں نے
ایک بڑی سرنگ حجرہ شریف کیطرف کھودی ہے۔ ان کمبختوں کا دستور تھا کہ شب
کیوقت سرنگ کھودا کرتے تھے اور اکمو ٹیں مٹی بھر کے ادہر اودہر پھینک دیتے تھے۔ آخر
ان پر تشدد کیا گیا تو اقبال کیا کہ وہ اسپین زاندلس کے عیسائی ہیں اور وہاں کے نصرانیوں
نے بلباس حجاج مدینہ منورہ میں بھیجا تھا تاکہ حجرۂ شریفہ کے اندر داخل ہو کے جسد اطہر کے
ساتھ بے ادبی سے پیش آئیں آخر ان دونوں ناریوں کو قتل کر کے جلا دیا گیا اور حجرۂ شریف
کے گرداگرد ایک نہایت گہری خندق کہود کے جو پانی تک گہرائی میں پہونچگئی تھی اوسمیں
سیسہ پگھلا کے بھردیا گیا تاکہ آئندہ کوئی وہاں تک نہ پہونچ سکے اس کو خندق الرصاص

کہتے ہیں یعنی سیسہ کی خندق۔

سلطان نورالدین شہید محمود بڑا بہادر سخی۔ عادل متقی بادشاہ تھا نصاری پر اس نے بہت سے جہاد کئے اور محاربات صلیبیہ میں حمیت اسلامیہ کا پورا ثبوت دیا تھا ۵۱۱ھ ولادت سال جلوس ۵۴۴ھ اور سال وفات ۵۶۹ھ ہے۔

خلیفہ بغداد متقی باللہ عباسی نے جو اس سلسلہ کا ۳۳ واں خلیفہ تھا اور ۵۶۶ھ سے ۵۷۵ھ تک تخت خلافت پر رہا۔ دیبائے سفید کا غلاف روانہ کیا تھا اور خلیفہ الناصر لدین اللہ جس کا عہد حکومت ۵۷۵ھ سے ۶۲۲ھ تک نے دیبائے سیاہ کا غلاف چڑھایا۔ کچھ دنوں بعد یہ طریقہ رہا کہ ہر چھٹے سال مصر سے غلاف آیا کرتا تھا اس کے بعد ہر سلطان مصر اپنے جلوس کے وقت غلاف بھیجنے لگے جب نیا غلاف آتا ہے تو پرانا تیمناً تبرکاً تقسیم کر دیا جاتا ہے اس سے پہلے پرانے غلاف علیحدہ نہیں کئے جاتے تھے۔

محمد بن جبیر اندلسی جنہوں نے ۵۸۰ھ میں زیارت مزار مطہر کی تھی اپنے سفرنامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حجرہ کے قبلہ رو دیوار ۲۴ بالشت۔ شرقی دیوار ۳۰ بالشت گوشہ شرقی و شمالی کی۔ درمیان کی دیوار کا طول ۳۹ بالشت اور گوشہ عراقی سے قبلہ رو دیوار کے کونہ تک ۲۴ بالشت ہے۔ اس دیوار کے پاس آبنوس کا ایک صندوق رکھا ہوا ہے جس میں صندل بھرا ہے اور اس پر چاندی کے صاف چمکدار پتر جڑے ہوئے ہیں یہ آنحضرت صلعم کے سر مبارک کے امتیاز کی علامت ہے اس کا طول ۵ بالشت عرض ۳ بالشت ہے۔ اور بلندی بالشت ہے۔ اسی دیوار کے پاس رکن شمالی و رکن عراقی کے درمیان ایک مقام ہے جس پر غلاف پڑا رہتا ہے اس کو مہبط جبرئیل کہتے ہیں۔

سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد فیض بنیاد ہے کہ جب ہمارے جد امجد اور پدر بزرگوار مزار آنحضرت صلعم پر بغرض فاتحہ و سلام حاضر ہوتے تھے تو اس ستون کے

پاس ٹہر جاتے تھے جو روضہ کے قریب ذرا آگے کی طرف ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ اسی جگہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ہے اور اس سے اونکی مراد وہ ہی مقام ہے جو غربی دیوار کے سرے پر قبر شریف کے متصل ہے اور یہ مقام ستون سریر اور ستون توبہ کے سلسلہ میں ہے ستون مذکور کے نیچے ایک صندوق تھا جس پر چاندی کے پتر جڑے ہوئے تھے یہ صندوق دیوار داخلی قبلہ رو اور قبر شریف کے محاذ میں تھا اور اس صندوق کے اوپر لکڑی کی ایک منقش تختی تھی جس پر چاندی کے چمکدار پتر جڑے ہوئے تھے اور اس سے حجرہ کے اندر والے سنگین ستون کا بالائی حصہ آڑ میں آگیا تھا۔ یہ صندوق سمت سر مبارک کی علامت تھا۔

سنہ ۶۵۴ھ کے اول جمعہ رمضان المبارک کو شام کے وقت ایک خادم قندیلیں روشن کر رہا تھا اتفاق سے اوس کے ہاتھ سے بتی چھوٹ کر کمبل اور بوریے وغیرہ کے ڈھیر پر گر گئی اور اس میں سے شعلے بھڑکنے شروع ہوئے بڑھتے بڑھتے آگ مسجد کی چھت تک پہونچ گئی اور کتابیں، صندوق خزانہ اور حجرۂ شریف کے غلاف جو تہ بتہ گیارہ غلاف رکھے تھے اور جمال الدین اصفہانی کی تیار کردہ جالی صندلی سب چیزیں جل گئیں یہانتک کہ حجرۂ مبارک کی چھت تک گر گئی اور وہ منہدم ہوگیا۔

تمام مسجد نبوی میں صرف ایک حجرہ جس میں کچھ کتابیں قرآن اور صندوق تھا محفوظ رہا آغاز سنہ ۶۵۵ھ میں خلیفہ معتصم باللہ نے مسجد کی تعمیر شروع کی اور بالآخر خلفاء فاطمین مصر ملک منصور نور الدین علی بلک الظاہر رکن الدین کی کوشش سے ۶۵۵ھ میں تعمیر مکمل ہوئی سنہ ۶۶۸ھ میں ملک الظاہر رکن الدین جبرس والئی مصر نے لکڑی کی ایک جالی بنوادی جسکی بلندی دو قد آدم تھی اور سنہ ۶۷۸ھ میں ملک المنصور قلاؤن الصالحی نے حجرۂ شریف پر جسکی چھت موجود نہیں قبہ بنوادیا سنہ ۶۹۴ھ میں ملک العادل زین الدین سلطان مصر نے حجرۂ شریف کے

باہر لکڑی کی ایک جالی استادہ کرائی جس کی بلندی مسجد کے ارتفاع تک پہونچی۔
ماہ شعبان المعظم ۸۸۱ھ میں ملک اشرف ابوالنصر قایتبائی حاکم مصر و حجاز جسے انگریز مورخین نے قایٔد بے لکھا ہے اور جو سلاطین ملوکہ چرکسیہ مصر میں نہایت ہی نیک گذرا ہے حجرہ شریف کی دیواروں کی ترمیم کرنے اور چھت نکال کر دیواروں پر گنبد تعمیر کرانے کے لئے شمس بن زین کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور بعد صلاح و مشورہ علمائے عہد حجرہ کی دیواروں کو جو بعض جگہ سے شق ہو گئی تھیں منہدم کیا گیا اور دیواروں کا ملبہ جو قبر شریف پر گر گیا تھا صاف کر دیا گیا۔
علامہ سید سمہودی خداوند عالم سے توفیق حسن ادب و تعظیم کے لئے دعا کر کے حجرہ کے پیچھے کی جانب سے روضۂ منورہ میں داخل ہوئے اور بعد صلواۃ و سلام و تشفع و توسل حجرہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ حجرہ کی سطح ہموار زمین ہے اور اس میں قبر شریف کی کوئی علامت و آثار نہیں حجرہ کے درمیان میں ایک جگہ کسی قدر بلند تھی لوگوں نے خیال کیا کہ یہی مقام قبر شریف ہے اور بعض لوگوں نے تبرکاً اس جگہ کی خاک اوٹھالی اس کے بعد حجرہ کے قبلہ رخ دیوار کے نزدیک حسب روایات و اقوال مشہورہ قبریں بنادیں اور ایک حجرہ پیرا اسی کی دیواروں پر گنبد تیار کرایا۔ اس حجرہ کی دیوار شامی کے وسط میں ایک چھوٹی سی کھڑکی رکھی گئی جس میں سے عود و عنبر وغیرہ حجرۂ شریف میں روشن کرتے تھے جب بعض لوگ منتیں مرادیں مانگنے کے لئے درخواستیں لکھ کے اس کھڑکی میں سے حجرۂ اطہر کے اندر ڈالنے لگے تو اس کھڑکی کو بھی بند کر دیا اس عمارت کی تکمیل ۷ شوال روز پنجشنبہ ۸۸۱ھ کو ہوئی۔
۱۳ رمضان المبارک ۸۸۶ھ کو پچھلے پہر کو منارۂ اذان پر بجلی گرنے سے آگ لگ گئی تھی۔ اس بجلی میں آگ کے مانند شعلے بلند ہوتے تھے۔ جن سے مسجد کی چھت میں آگ لگ گئی۔ تمام شہر نے سعی کی کہ آگ فرد ہو جائے مگر کوئی قابو نہ چلا تقریباً

نصف مسجد اور بہت سا سامان اس حریق ثانی میں جل گیا۔ حجرہ شریف کے جو پردے تھے وہ بھی جل گئے صندوق مواجہ شریف اور زین الدین سلطان مصر کی تیار کردہ لکڑی کی جالی اور کوٹھڑی جو حجرہ شریف کے قریب تھی جل گئی صرف حجرہ پر کوئی آنچ نہ آئی اور بالکل محفوظ رہا آگ کا کوئی اثر اس کے اندر نہ ہوا مسجد کے گنبد پر بھی اس حریق سے غالباً کچھ اثر ہوا ہوگا۔

سلطان مصر قائتبائی کو اس کی اطلاع عرض کی گئی وہ فوراً متوجہ ہوا اور بہت سے کاریگر و سامان مصر سے روانہ کیا۔ آخر رمضان ۸۸۸ھ میں تعمیر مسجد ختم ہوئی سلطان مصر قائتبائی نے تعمیر مذکور میں قبہ مبارک از سرِ نو تعمیر کیا جس کا کئی صدیوں سے سبز رنگ چلا آ رہا ہے اور گنبد خضرا کہلاتا ہے۔

قائتبائی نے لکڑی کی سوختہ جالی کے عوض تانبے کی ایک سبز جالی بھی نصب کرا دی جو اس وقت تک موجود ہے البتہ وقتاً فوقتاً اس کی اصلاح و ترمیم ہو جایا کرتی ہے۔ اس حریق ثانی میں صندوق مواجہ شریف جل جانے سے دوسرا صندوق رکھ دیا گیا اور اس منقش تختی کی جگہ جس پر چاندی کے چکدار ستارے جڑے ہوئے تھے سنگ مرمر لگا دیا جس پر بسم اللہ صلوٰۃ و سلام وغیرہ لکھ دیا گیا۔

حجرہ شریف جس میں خواجہ کائنات و خلاصہ موجودات کا مزار پُر انوار ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی قبور متبرکہ ہیں ایک مربع سنگین حجرہ ہے جو ۹۰ھ سے بند چلا آ رہا ہے اس حجرہ شریف کے اوپر سبز رنگ کا اطلسی غلاف پڑا رہتا ہے جس پر سفید ریشمی حروف میں کلمہ طیبہ اور صلوٰۃ و سلام بُنا ہوا ہے اس حجرہ شریف کے باہر کوئی چار چار گز جگہ چھوڑنے کے بعد جسے غلام گردش کہہ سکتے ہیں تخمیناً تین گز اونچی ڈھلی ہوئی سبز رنگ تانبے کی جالی چاروں طرف سے لگی ہے حجرہ شریف اور مذکورہ سی جالی پر گنبد خضرا استادہ ہے حجرہ کی دیواروں

اور جالی کے درمیان جو غلام گردش ہے اس میں جھاڑ فانوس وغیرہ آویزاں ہیں اور مختلف قسم کے زیورات و ظروف طلائی و تحائف جو نذر کے طور پر زائرین نے چڑھائے ہیں رکھے ہوئے ہیں۔ مگر صرف ایک دروازہ سے خدام وغیرہ بغرض صفائی و روشنی ہر روز اس جالی کے اندر داخل ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حجرۂ شریف کی دیواروں کو باہر سے چھو سکتے ہیں حجرہ کے اندر جانے کے لئے نہ کوئی دروازہ ہے نہ جھانکنے کے لئے کوئی روشندان عام زائرین کو اس جالی کے اندر بھی جانیکی اجازت نہیں ہے کبھی کبھی بعض مقدس و متمول اشخاص کو بطور خاص جالی کے اندر جانیکی اجازت ملجاتی ہے۔ البتہ جالی کے بیچ میں ایک ایک بالشت کی گول کھڑکیاں ہیں ان میں سے جھانک کے زائرین جالی کے اندر کی کیفیت اور اس غلام گردش کی حالت معلوم کر سکتے ہیں صندوق مواجہ شریف اسی جالی کے اندر منجملہ دیگر تحائف کے رکھا ہوا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ صندل محفوظ رہے حجرہ اس کی خوشبو سے معطر ہو حضور پر نور کے سرہانے کی تمیز ہو سکے اور زائرین اس کے مقابل کھڑے ہو کے صلوٰۃ و سلام پڑھیں اگلے زمانہ میں اس صندوق کو صندوق مواجہ شریف یعنی آنحضرتؐ کے سرہانے کی سمت ظاہر کرنے والا صندوق کہتے تھے اور آجکل اس کو صندوق صندل کہتے ہیں۔

جعفر برزنجی مدنی مؤلف نزہتہ الناظرین اس کے ذکر میں سید سمہودی اور ابن جبیر کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں کہ کچھ عجب نہیں کہ اس صندوق کی ابتدا حضرت عمر عادل کے عہد دولت سے ہوئی ہو۔ اس وقت مسجد نبوی کی خوشبو کے لئے صندل وعود وغیرہ اس میں رکھتے ہوں گے۔ اس کے بعد دوسرے سلاطین و خلفاء نے بھی اس کی پیروی کی جب صندوق وغیرہ متعدد ہو گئے تو عود و عنبر دوسری جگہ رکھنے لگے اور صندل کے واسطے یہ صندوق مخصوص کر دیا گیا۔ زمانہ قدیم سے آجتک روضہ کے اندر صندوق صندل رکھنے کا دستور چلا آتا ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی

جالی کے اندر ایک صندوق اسی غرض سے رکھا ہوا ہے۔

اس ستون کو جس کے نیچے یہ صندوق رکھا ہوا ہے "اسطوانۃ الصندوق" کہتے ہیں۔ اس صندوق سے ہر سال پرانا صندل نکال کر زائرین کو تبرکاً دے دیا جاتا ہے اور تازہ صندل عطر و گلاب میں لت کر کے صندوق میں رکھ دیا جاتا ہے پرانا صندل نکالنے اور نیا صندل رکھنے کی رسم بھی بڑی دھوم دھام سے ادا کی جاتی ہے نیا صندل شیخ الحرم کی عورات اور بعض اہل مدینہ کی خواتین نعتیہ اشعار پڑھتی ہوئی آتی ہیں۔ اس کے بعد سب کے واسطے نفیس کھانے کا دسترخوان چنا جاتا ہے پھر تکبیر و تہلیل و صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے صندوق مذکور میں صندل رکھتے ہیں۔

علاوہ برقی روشنی اور بیش بہا عجیب و غریب بلوریں و زریں جھاڑ فانوس کے تخمیناً آٹھ نو سو قندیلیں روضۂ منورہ اور مسجد نبوی میں روشن کی جاتی ہیں۔

یہی گنبد خضریٰ جس کا خلاصہ تاریخی ناظرین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے یہی گنبد خضریٰ جس میں حضور سرور کائنات خلاصۂ موجودات فداہ امی و ابی آسودہ ہیں کون رسولؐ جنہوں نے اپنی امت مرحومہ کی فلاح و بہبودی میں بہترین صورتیں پیدا کیں کون رسول احمد مختار حبیب پروردگار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپکی ذات جمیع صفات آپکا مزار اطہر زیارت گاہ عالم مرجع خلائق۔ گنبد خضریٰ جسے دور سے حجاج دیکھ کے شاداں و فرحاں ہوتے ہیں اُن کی روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے وہ سفر کی تمام صعوبتوں کو بھول جاتے ہیں۔ آہ وہی گنبد خضریٰ اور خطرہ میں ذیل میں اُن خبروں کے اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں جن سے گنبد خضریٰ کے خطرہ میں ہونیکا پتہ چلتا ہے۔

نجدی حلقوں میں اسبابہ بہت ردو قدح ہو رہی ہے کہ سلطان حرمین عبداللہ ابن بلیہد مدینہ منورہ جا رہے ہیں تو روضۂ اطہر اور گنبد خضریٰ کے متعلق کونسا فیصلہ

کیا جائے ایک جماعت متشددین کی تو اس کے متعلق وہی رائے رکھتی ہے جو نجدیوں کا طرۂ امتیاز ہے مگر عبداللہ بن بلیہد کا خیال ہے کہ روضۂ اقدس گنبد خضری کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جائے صرف جالی کے گرد ایسی چہار دیواری بنا دی جائے کہ کوئی زائر جالی پکڑ کے دعائیں نہ مانگ سکے مگر ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے دیکھئے یہ لوگ موقع پر پہونچ کے کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

خبر ہے کہ شاہزادہ فیصل کے ساتھ مسٹر فلبی بھی ولایت سے چلے مگر راستہ میں رک رہے ہیں اور دوسرے جہاز سے بعد کو جدہ میں پہونچیں گے "کتاب اور سنت" کے شیدائی اون کے لئے چشم براہ ہیں اور سارا حجاز و نجد اون کا جولانگاہ بن سلنے کا منتظر ہے۔

"فتی العرب" ۲۶ نومبر ۲۶ء میں لکھتا ہے کہ نجد کی خبریں مظہر ہیں کہ سرداران اخوان نے قریہ رطابہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جس میں تمام قبائل کے سرداروں نے شرکت کی شرکا میں فیصل الدویش، شیخ مطیر مشہور سردار اور ابن حمید رئیس قبیلۂ غلیبہ قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ دیگر قبائل کے سردار بھی شریک ہوئے اور طے پایا کہ (۱) سلطان ابن سعود سے درخواست کی جائے کہ وہ ہم لوگوں کو وہابی مذہب کی تبلیغ واشاعت کی اجازت دیں اور جو شخص ہمارا ہم خیال نہو ہمارا مذہب نہ قبول کرے۔ اس کے ساتھ جنگ کریں لوگوں کو دبردستی اپنا ہم خیال وعقیدہ بنائیں۔

دوسری تجویز نہایت ہی عجیب وغریب ہے کہ سلطان ابن سعود سے درخواست کی جائے کہ وہ جنگی۔ اور ٹیلیفون کو اوٹھا دیں اور موٹر کاروں کا داخلہ بند کر دیں لوگوں کو اسپر سوار ہونے اور استعمال کرنے سے روکیں اس کے علاوہ اور اس قسم کی نئی ایجادات کے استعمال سے رد کا جائے جو بدعت اور ہمارے دین کے

خلاف ہے سلطان ایک طویل نامہ وپیام کے بعد اس بات پر رضامند ہوگئے ہیں کہ ان معاملات میں شرع شریف کیطرف رجوع کریں۔

آخر میں یہ خبریں بڑے اضطراب سے سُنی گئیں کہ نجدی فوجیں انہدام گنبد خضریٰ کے واسطے بھیجی گئی ہیں تمام عالم اسلام میں تلاطم اور ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی ہر جگہ اس کے خلاف احتجاجی جلسے ہوئے۔

باب ۹

اعمال ابن سعود و عالم اسلام

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جوز جو

ہم تمہید میں مسئلہ نجد و حجاز کے متعلق وزیر مختار ایران کا ایک بیان مقتبس کر چکے ہیں "ام القریٰ" مکہ نے جو ابن سعود کی زبان ہے اس بیان پر اعتراضات کئے ہیں "السیاست" نے "ام القریٰ" کے اعتراضات اور وزیر مختار ایران کا جواب الجواب دونوں شائع کئے ہیں۔

وزیر مختار نے تحریر کیا تھا کہ سلطنت ایران ان حالات پر مجبور تھی کہ ایرانی حاجیوں کو سفر حجاز سے روک دے خصوصاً جب یہ معلوم ہو چکا کہ وہابی ان لوگوں کو جو اون کے عقائد کے پابند نہیں ہیں سخت تکلیفیں پہونچاتے ہیں انہیں واجبات کی بجا آوری سے روکتے ہیں ان قبور کی زیارت نہیں کرنے دیتے جو مسلمانوں کے نزدیک مقدس ہیں۔

جواب "ام القریٰ" اور یہ وہ اظہارات ہیں جو سعادت وزیر نے کئے ہیں لیکن

یہ صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہابی کسی کو اعمال واجبہ کے بجالانے سے روکتے نہیں ہیں صرف اُنہیں چیزوں کو روکتے ہیں جنکی اجازت شریعت سے ثابت نہیں ہوتی۔

کاش وزیر ایران کوئی ایسا واجب بتاتے جسے حکومت حجاز نے روکدیا ہے حج۔ طواف۔ تحلیق۔ تقصیر۔ رمی جمرہ۔ وغیرہ جملہ مناسک حج فرائض وسنن سبھی تو بجالائے گئے۔

وزیر مختار ایران نے حکومت حجاز کو دوستانہ مشورہ دیا تھا کہ اگر سلطان ابن سعود حجاز کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے تابعین کو سمجھائے کہ یہ طرز عمل خود اُن کے لئے مصیبت ہوگا اس کے جواب میں "ام القریٰ" لکھتا ہے کہ وہ قوم جس نے کتاب خدا اور سنت رسول کو اپنے جملہ اعمال کی بنیاد قرار دے لیا ہے اس پر کیا وبال ہوسکتا ہے وبال اُس پر ہوگا جو یہ نہیں چاہتا کہ حجاز میں کتاب خدا کے مطابق عمل کیا جائے۔ ہم تمام مسلمانوں سے صاف صاف کہتے ہیں کہ جو اس سرزمین میں داخل ہونا چاہتا ہے اُس پر لازم ہوگا کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسول ؐ کے مطابق عمل کرے جو اس کی مخالفت کرنا چاہتا ہے اُسے ہمارے پاس کوئی جگہ نہیں ملسکتی۔ ہم خدا کی رضا کے پابند ہیں ہمیں ایران یا ہندوستان کی پروا نہیں ہے وہ خوش ہوں یا ناراض ہم وہی کرینگے جو خدا کی رضا پر مبنی ہوگا ہماری روش سیاست یہ ہے کہ ہمیں کسی سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ جو ہم سے دوستی کرنا چاہتا ہے ہم اُس سے دوستی کر لیتے ہیں اس شرط سے کہ احکام ایزدی سے ہم ایک سر مو تجاوز نہ کرینگے۔ جو حج کرنا چاہتے ہیں وہ شوق سے آئیں راستے پامون ہیں لیکن اس شرط سے آئیں کہ اُنہیں کسی بدعت کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ خدا کے دین میں ہم تغیر نہیں کرسکتے۔

سفیر ایران کا جواب:۔ میں نے ۱۱ رمضان کو جو مسئلہ حجاز کے متعلق

بیان دیا تھا وہ جس نیت پر مبنی تھا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ اس اختلاف کو جو وہابیوں اور عالم اسلام کے متعلق رونما ہو گیا ہے دور کر دیا جائے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جو بیان دیا گیا ہے اوس کا کچھ حصہ حکومت حجاز کے موافق نہ تھا تو بھی اس کو سوء نیت پر محمول نہیں کیا جا سکتا "ام القریٰ" کے جوابات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہابی لفظوں کی پیروی زیادہ کرتے ہیں اونہیں حقائق سے کوئی بحث نہیں ہے۔ جب تک حکومت حجاز کی یہ روش ہے ان اختلافات کو دور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس قوم سے کسی کو مفاہمت کی اُمید نہیں جو تمام دنیا سے مقابلہ پر آمادہ ہے "ام القریٰ" نے چند اُن واجبات کا ذکر کر کے جنکی گذشتہ حج کے موقعہ پر روک ٹوک نہیں کی گئی تھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حکومت حجاز کی روش روادارانہ بالکل شریعت کے مطابق تھی۔ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ ہمت سے واجبات کی بجا آوری سے حجاج کو روکا نہیں گیا تھا ہمیں تو صرف یہ کہنا تھا کہ ان چیزوں کی بجا آوری کے وقت جب کسی محترم قبر کے معین کرنے اور اسی قسم کے اعمال سے جو سب مباحات شرعیہ ہیں محض اس لئے کہ وہابیوں کے عقیدہ کے خلاف ہیں جان کا خطرہ ہو چنانچہ گذشتہ سال ایسا ہوا تو ایسی اجازت سے فائدہ جبکہ قبور کی زیارت موت کی تیاری کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہابیوں کے نزدیک یہ شرک ہے تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ یہ اجازت عدم اجازت سے بدتر ہے کہ نہیں ہم اس مقام پر یہ بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جو اُمور وہابیوں کے اعتقاد میں شرک جو بدعت ہیں۔ وہ دوسرے مسلمانوں کے نزدیک بالکل مباح اور شرعی چیزیں ہیں۔

"ام القریٰ" کا یہ خیال کہ خدا کی رضا مندی مقدم ہے ایسا خیال ہے جو ہر مسلمان پسند کرتا ہے لیکن بحث یہ ہے کہ وہابیوں کا وہ ظالمانہ تشدد جو ان لوگوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے جو اُن کے ہم عقیدہ نہیں ہیں کہاں تک پسندیدہ کہلایا جا سکتا ہے وہابیوں کا یہ عقیدہ یقیناً ایسا ہے جسکی تصدیق کوئی عاقل نہیں کر سکتا ہے وہابیوں

کو جو عالم اسلام سے مقابلہ کے مدعی ہیں اس قول در ہیرا لطہ مع الجماعۃ کو نہ بھولنا چاہئیے۔

موثق ذرائع سے جو خبریں امسال ہمیں ملی ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابن سعود نے مصر کو یہ اطمینان دلایا ہے کہ گذشتہ سال محمل کیسا تھ جو زیادتیاں ہوئی تھیں وہ اس دفعہ نہوں گی اور اُن کے حاجیوں کو واجبات دینیہ کے بجالانے کی پوری آزادی ہوگی خدا کرے کہ اُس کا یہ وعدہ پورا ہو۔

اُدھر ان کے خیالات میں موجودہ تغیر دلیل ہے کہ ملک ابن سعود وہابیوں کو آئندہ یہ سمجھا سکیگا کہ مقابر پر عمارتوں کا ہونا جو ہر متمدن ملک میں رائج ہے کسی طرح بدعت اور شرک نہیں ہو سکتا اور آئندہ حج سے پہلے وہ تمام عالم اسلامی کو اطمینان دلا سکیگا کہ مقابر و مقامات مقدسہ کی تعمیر کے لئے وہ ہر طرح کی سہولت بہم پہونچائیگا اور اس طرح یہ اختلافات ختم ہو جائیں گے۔

لیکن مصر کے تازہ برقیات سے واضح ہو چکا ہے کہ ابن سعود نے دولت مصر کو جو اطمینان دلایا تھا وہ بالکل اُس کے سابق وعدوں کی طرح تھا یہی وجہ ہے کہ مصر نے اس کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس سال مکہ معظمہ میں محمل نہ بھیجیں گے نہ اُن حاجیوں کی ذمہ داری لے سکتی ہے جو حجاز کا سفر کرنا چاہتے ہیں۔

تاجدار دولت خداداد افغانستان نے واپسی سفر یورپ پر سلطان ابن سعود کی طرف سے دعوت کئے گئے تو آپ نے موسم حج نہ ہونے اور آئندہ سعادت حج و زیارت حاصل کرنے کا عذر معقول کیا تھا انکار کر دیا وہ ایک باخبر سلطان ہیں اور تمام موجودہ بے ترتیبیاں تشددات کا کافی علم رکھتے ہیں ایسی صورت میں موجودہ کشمکش کم از کم موجب تنقص ضرور ہے۔

امام یحیٰی والئی یمن کا رویہ اس بارہ میں اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ اخبار و حالات

سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آویزش حجاز و یمن میں کوئی زیادہ تاخیر نہیں ہے۔ اور انتظامات بھی طرفین سے اسی قسم کے ہو رہے ہیں۔ امام یمن نہایت مدبر اور اُن کا ملک اقصائے عرب میں آجکل سیاسی ترقیوں کا مرکز ہو رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ سعودیوں کی سخت گیریاں اور تعصب مذہبی نے نہایت اشتعال انگیز صورت اختیار کر لی ہے۔

مولانا شاہ شمس الدین صاحب ساکن ضلع فرخ آباد تحریر فرماتے ہیں یہ اُنکا عینی مشاہدہ ہے کہ ابن سعود جو پختہ سڑک صفا اور مروہ کے درمیان تعمیر کرا رہا ہے اُس میں وہ پتھر کے ٹکڑے استعمال کئے جا رہے ہیں جو آثار متبرکہ و مشاہد مقدسہ کے انہدام سے برآمد ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر پتھروں پر قرآن کریم کی آیات کندہ ہیں سڑک کی تعمیر میں صرف اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ایسے پتھروں کو جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اُلٹ کے لگایا جائے آثار متبرکہ کے اُن پتھروں کو سڑک میں لگائے جانیکی ابن سعود سے شکایت کی گئی تو جواب ملا کہ چونکہ ان پتھروں کی پرستش ہوتی تھی اس لئے اُن کا سڑک میں لگانا کوئی بیجا بات نہیں ہے۔

حجاز پر نجدی اثرات و مظالم کی ابتدا ۱۳۴۲ھ سے ہوتی ہے خالد بن لوئی کی قیادت میں وحشیان نجد طائف کے روبرو والے شوبت اور اخضر نامے فوجی چوکیوں پر قبضہ کر کے طائف کے غیر مصافی دامن خواہ باشندوں کو تہ تیغ بیدریغ کرنے کے منصوبے گانٹھ رہے تھے کیونکہ اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس نے مسلمانوں کا کھانا پینا سونا جاگنا سب کچھ تلخ کر دیا بلکہ اگر غور کریں تو اُس نے مسلمانوں کی زندگی تلخ کر دی تھی بلکہ مسلمانوں کے حیات و عقاید کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔

باشندگان طائف کو امان دیئے جانے کے بعد اُن کا قتل عام مسلمان تو مسلمان اس دور تمدن پر کیا منحصر ہے پہلے بھی کسی فرمانروا کی طرف سے ایسا فعل شنیع سرزد نہیں ہوا جس کی رگوں میں شرافت کا خون ہے جو بہادر کہلائے جانیکا مستحق ہے ایک

لمحہ کے لئے بھی اس ننگ بدنامی کو گوارہ نہیں کرسکتا۔ اکثر باشندوں کے گھروں کے دروازے امان دینے کی قسمیں کھا کھا کر کھلوانا اور اندر جا کر عورتوں سے اُن کی نفشیں پھنکوانا بعض گھروں کا مال واسباب لوٹتے وقت نہایت معمولی زیورات کے لئے اگر وہ جسم سے نہیں اوتر سکتے تھے اور کوئی دشواری تھی تو عورتوں اور بچوں کے اعضا کاٹ کے اونہیں حاصل کرلینا وہاں کے شریف و باعزت لوگوں کی مستورات کے جسم سے روزمرہ پہننے کے کپڑے "تک اتروا کے برہنہ چھوڑ دینا جس کسی کا رنگ سیاہ دیکھنا اگرچہ وہ کوئی ہو اُسے لونڈی غلام سمجھ کر کپڑ لیجانا وہاں کے لوگوں کو کافر ومشرک سمجھ کے شہداء کی نعشوں کے پیروں میں رسیاں بندھوا کر اُن کو گلیوں اور خچروں سے کھچوا کے شہر سے باہر پھنکوا دینا وہاں کے لوٹے ہوئے مال سے حکومت کا خمس وصول کرنا تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھنا اپنے عقائد کی تبلیغ بالجبر کرنا خدا و رسول کو بار بار درمیاں میں لاکے سارے عالم اسلام کو اپنے پرزور وعدوں سے دھوکا دینا آثار و مشاہد کو باعتبار تقدس نہ سہی بلحاظ آثار قدیمہ بھی باقی نہ چھوڑنا وسط آبادی کے متبرک مقامات میں بخیال عظمت نہ سہی باصول حفظان صحت بول و براز کرنے اور مختلف قسم کی گندگیوں کے پھیلانے سے باز نہ رہنا۔ متمدنہ اقوام کی نہایت کارآمد ضروری چیزوں مثلاً ~~ٹیلیفون~~ وتار وغیرہ کو "هذا من عمل الشيطان" کہہ کے توڑ پھوڑ کر برباد کر دینا ذی عزت و وجاہت افراد کی بہنوں اور بیٹیوں کیساتھ نکاح بالجبر کرنا اور خواہشات نفسانی پورا کرنے کے بعد ہی طلاق دیکر اون کی زندگی خراب کرنا اور اسی قبیل کے وہ تمام واقعات جو اسوقت انہوں نے حجاز میں کئے اور آج کر رہے ہیں برابر اون کی تصدیق ہوتی ہے حق و باطل چھپا نہیں رہتا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اور ہر حیثیت سے نظر کرنے کے بعد حجاز پر ابن سعود کے تسلط کو عالم اسلام کیوں کسی نوع سے گوارہ نہیں کرتا اس میں نہ کوئی خنبہ داری ہے

نہ عناد و فساد بلکہ درحقیقت نجدیوں کے افعال خود اس کا سبب ثابت ہوتے ہیں۔
ان کے اخلاق وعادات۔ قومی تاریخ۔ تعصب مذہبی کی روایات۔ عدم رواداری جہالت عدم تہذیب سیاست وتمدن سے عدم واقفیت اور اس کا اذعان ابن علم اذعان کی آفرینش ان کے اکیوا ٹھارہ سال قبل کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ اوس کو لاکھ غلط بنایا جائے تو تاریخ مرتب و مدون کرنے والے پر ناواقفیت اور دشمنی کا الزام لگایا جائے مگر وہ اپنی جگہ بجالہ قائم ہے۔ اور زمانہ نے اوس کا اعادہ کر کے کمائینبغی تصدیق کی۔
قدیم تاریخ وہابیہ سے قطع نظر ہی کیا جائے تو بھی جدید تاریخ مسلمانوں اور دنیا کے مسلمانوں میں سب سے بڑی سلطنت ترکی کے ساتھ کیا کیا اور خلافت عثمانیہ کے ذریعہ سے تمام مسلمانان عالم کا جو ایک شیرازہ بندھا ہوا سمجھا جاتا تھا اوسے انہوں نے کس کس طرح کمزور بنایا۔ اب اس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے حجاز پر کسی قسم کے تسلط کو جائز نہ رکھنے کے بارہ میں جو راستہ اختیار کیا گیا ہے وہ کتنا جائز بلکہ ضروری ہے۔
جس وقت ترک ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھے اور اپنی تمام تر توجہ اوسی کے متعلقہ کاموں میں مرکوز کئے ہوئے تھے عین اس وقت ترکوں کے مملوکہ حصص میں سے حصہ بزرگ الحسا پر نجدیوں نے حملہ کر کے اوس کو سلطنت ترکی سے جدا کر دیا۔ ابن الرشید امیر حائل جو ملک عرب میں ترکوں کا سب سے بڑا دوست و مددگار تھا اور ترکوں کے آڑے وقت میں کام آیا کرتا تھا موقعہ پا کے انہوں نے اوس کا اور اس کے خاندان کا صفایا کر دیا یہاں تک کہ آج حائل کے شہزادے ہندوستان میں بے یار ومددگار روٹیوں کے محتاج پھر رہے ہیں اور خود ابن الرشید نظربندی کی صعوبات جھیل رہا ہے۔
جمال پاشا گورنر عربستان کی متشددانہ پالیسی لوگوں کو بغیر استصواب وزیر جنگ بھانسیاں دیدینا اور اس واقعہ سے شورش وہنگامہ ترکوں کے خلاف تمام عرب میں

برپا ہونا اور ترکوں کا اُن کی ناعاقبت اندیشی سے سخت نقصان اوٹھا کے ناراض ہوجانا۔ اسی زمانہ میں ان قابو پرستوں کا اُن سے اتحاد و ربط بڑھنا غرضکہ یہ ایسا اجمال ہے جسکی تفصیل اپنے دامن میں صدہا اسرار سربستہ لیئے ہوئے ہے اور وہ راز پنہاں نہیں بلکہ نمایاں ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ترکوں کے ساتھ حکومت حجاز کیا عمل کر رہی ہے۔ ماتحت اقوام کو غیر مسلح کرنیکا طریقہ مغربی اقوام گذشتہ ایک صدی سے برابر جاری کئے ہوئے ہیں ترکوں نے اپنے گذشتہ طویل عہد حکومت میں کبھی یہ قید و بند روا نہیں رکھے لیکن اب سننے میں آیا ہے کہ ضبطی اسلحہ کا حکم اہل حجاز کے واسطے کس قدر افسوسناک ہے استعمال اسلحہ سے پیغمبر برحق نے اوُن کو اُس وقت بھی محروم نہیں کیا جبکہ وہ فاتحانہ حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

ارض مقدس حجاز میں بعثت رسول اکرم صلعم کے قبل بھی جماعت قریش اثر و اقتدار تھا اور تمام قبائل جو مختلف مواقع پر مکہ معظمہ میں مذہبی و قومی فرائض ادا کرنے کے لیئے مجتمع ہوتے تھے وہ قریش کے تقدم و سیادت کو تسلیم کرتے تھے۔ ابرہہ کے حملہ کا مشہور واقعہ جو پیش آیا تھا جس کا کلام مجید فرقان حمید میں بھی حوالہ دیا گیا ہے اُس وقت آنحضرت صلعم کے جد بزرگوار حضرت عبدالمطلب ہی بطور محافظ مکہ کے ابرہہ کے پاس گئے تھے اور ایک خاص طریقہ سے آپ نے اُس کا فکر خدائے واحد کی قدرت و جبروت کا خوف دلایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد بھی جو خدمت آپ کے خاندان اور بنی اعمام سے متعلق تھیں وہ لوگ بذات خود یا اپنے نائبین کے ذریعہ سے انجام دیتے رہتے اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ایزد جل و علی نے فتحابیا کا وعدہ پورا کیا اور مجاہدین اسلام مظفر و منصور مکہ معظمہ میں داخل ہوئے حضور سرور کائنات نے اُسوقت بھی مکہ مکرمہ کو کسی مفتوحہ علاقہ کی طرح اپنے علاقہ کیساتھ ملحق نہیں فرمایا بلکہ فداہ

کعبہ کو بدستور سابق اپنے افراد خاندان پر برقرار رکھا۔ اور بیت اللہ شریف کی کنجیاں خباب شعیبی کے سپرد کیں جن کے خاندان میں آجتک منصب کلید برداری خانۂ کعبہ نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے کہ ایک اہم مذہبی مقام کا نہایت اہم منصب ایک ہی خاندان میں تیرہ سو برس سے مسلسل چلا آتا ہے۔ اس سے اتنا سمجھنا تو آسان ہے کہ حجاز کے انتظام کی جو صورت صدہا سال سے چلی آتی ہے وہ منشائے ایزدی کے مطابق ہے اگر اس میں کسی قسم کا اختلال پیدا کیا جائیگا تو اسلامی اقتدار کو دھچکا پہونچیگا۔

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ بنو عباس۔ فاطمین۔ سلجوقی اور آخر میں ترک ارض مقدس حجاز کو یکے بعد دیگرے تسخیر کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس سے کسی نے بھی حجاز کے اندرونی معاملات میں مطلق دخل نہیں دیا اور وہاں کا انتظام مذہبی مراسم کے متعلق خاندان بنو ہاشم کی کسی نہ کسی شاخ سے متعلق رہا۔

مذکورۂ صدر خلفاء سلاطین میں مختلف عقائد کے لوگ تھے چنانچہ مصر میں حضرت امام مالک ترکی میں حضرت امام شافعی مرکز اسلام سواد اعظم میں احناف کا اقتدار رہا اس طرح اکثریت کے حق کو تمام فرق کیطرف سے مرجح سمجھا گیا۔

ترکوں نے حجاز پر کبھی حکومت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ سلطان ٹرکی نے اپنے واسطے "خادم حرمین شریفین" کا لقب اختیار کیا اور اس پر ہمیشہ فخر و ناز کرتے رہے اپنی سلطنت کے محاصل سے کروروں روپیہ ہر سال حجاز کی ضروریات میں صرف کرتے رہے۔ جن لوگوں کو ٹرکی کی موجودہ برسر اقتدار پارٹی کے ارکان سے گفتگو کرنیکا موقعہ ملا ہے اون کو معلوم ہے کہ ترک منصب خلافت میں جو سب سے زیادہ محرک ہوا وہ یہی تھا کہ ارض مقدس حجاز پر سے اونکا اقتدار اوٹھ گیا اور بحالی اقتدار کے مواقع اگرچہ اس وقت بھی موجود ہیں مگر مصر کا خراج ترکوں کے پاس باقی نہیں جبکہ وہ

حجاز میں پہنچکر اُس کی انتظامی ضروریات پوری کرسکیں ترکوں کے اس بیان کو
ہر ایک حق بجانب خیال کریگا کہ "اپنی جان ومال خدا کی راہ میں ہدیۂ قربان کرکے
اسلام کی خدمت ادا کی اور خلافت عظمیٰ کے فرائض کو نبا یا۔ جب اس بوجھ کے اٹھانیکی
قدرت باقی نہ رہی تو مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ وہ خود اس بار کو اٹھا سکیں بحصۂ رسدی
وہ بھی شریک ہیں۔"

ایرانی حکومت ورعایا دونوں کو تقریباً سب سے زیادہ موجودہ حجازی حکومت
سے شکوہ ہے۔ تمام ایران میں مشاہد وقبب کے انہدام پر پرزور احتجاجی جلسے ہوئے
اور ہر جلسہ میں ملک الحجاز کے خلاف آواز بلند کی گئی کہ یہ بربریت نواز وتشدد پسند
حکومت کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ حجاز میں بحال رہے۔ اور سچ پوچھئے تو یہ شکوہ
کوئی بیجا بھی نہیں ہے تمام مسلمانوں کے لئے عموماً اور اثنا عشری فرقہ کے واسطے خصوصاً
ملک الحجاز کی جبروتی کارروائیاں دل آزاری اور نفرت کا سبق ہیں۔

ہز ہائنیس سر آغا خان صاحب بھی ابن سعود کی موجودہ روش کو نہایت دل گرفتگی
اور نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح پیشوائے فرقۂ اسماعیلیہ ہز ہولی نس جناب
ملا طاہر سیف الدین صاحب نے بھی حجاز کانفرنس اور دیگر مجالس احتجاجیہ متعلقہ حجاز
میں اپنے خیالات کا بتوسط اظہار فرمایا ہے اور احتجاج کنندگان کے ساتھ خاص ہمدردی
رکھتے ہیں۔ ملا صاحب ممدوح کی ذات والا صفات سے امور اسلامیہ میں بیش بہا
امدادیں ملتی ہیں اور آپ کے دل میں خالص اسلامی درد ہے۔

ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے شہر میں حجاز کے
زہرہ گداز واقعات پر جلسے ہوئے اور مومنین خون کے آنسوؤں سے رودیئے۔ اغلب
آبادی نے ابن سعود کی تباہ کن کاوشوں پر اظہار غم وغصہ کیا اور نفرت کے رزولیوشن
پاس ہوئے۔ حتیٰ کہ خواتین ہند نے بھی ایک حدتک اس امر خاص میں حصہ لیا۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدیوں کے ہم عقیدہ افراد یا وظیفہ نوازان سلطان نجدان حالات سے مسرور اور سلطان کو مدد پہونچانیکی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں وہ سرے سے زائرین پر کیا منحصر ہے تمام دنیا کے مسلمانوں کو باستثنار خود مشرک کہتے ہیں۔ نجدیوں کی تائید و ہمدردی کے لئے ملک کے بعض صحائف بھی وقف ہیں کیونکہ احتجاجی جلسوں کے خلاف مضحکہ خیز انداز سے تحریریں اور تقریریں اس کی شاہد ہیں۔ ہم اس بارہ میں زیادہ لکھکے حضرات ناظرین کا وقت عزیز ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ ورنہ صرف جلسوں کی فہرست اگر دیں تو صفحات بھر جائیں اور شاید ہی کوئی ایسا ہے جسے کم و بیش ان کی اطلاع نہ ہو۔

باب ۱۰

التو لے حج

آثار متبرکہ و اماکن مقدسہ کے انہدام و بیحرمتی کے احیاء نے جو کچھ جوش و خروش پیدا کیا اور اہل اسلام کے کلیجوں میں ناسور ڈالے اس سے ہر مسلمان واقف ہے ابن سعود کا یہ فعل نہ اضطراری تھا نہ اتفاقی بلکہ اس کی تقویت کے واسطے وہ بتسک بالکتاب کرتا ہے اور کھلے منبر ل آثار اسلامیہ کے متعلق توہین آمیز کلمات بطور مضحکہ کہتا ہے۔ ہندوستان کی خلقت خصوصاً اور دیگر اقطاع و ممالک کے مسلمان عموماً اپنی بعض مجبوریوں کے سبب سے کوئی تلافی اُن مظالم کی نہ کرسکے اور یہ سوز دروں برابر ہڈیوں تک کو جلائے دیتا ہے۔ امام یمن۔ تاجدار افغانستان۔ شاہ مصر والی ایران - اور شہریار دکن کی ہمدردیاں فرداً فرداً بجائے خود مسکن قلوب ثابت ہوئیں لیکن کسی کے مصالح ملکی و ملی نے اجازت نہ دی کہ اس جبر وقتی خود مختار مدعی

سرزمین حجاز مقدس کو کلمہ شکن جواب با صواب دیتا۔ چنانچہ دو سال سے زیادہ زمانہ منقضی ہوگیا۔ واقعۂ حائلہ کے پہلے سال میں بہ نسبت سابق کے کم زائرین وحجاج نے اپنے ذوق وشوق زیارت کا ثبوت دیا اور اس قدر نا قابل برداشت مصائب اوٹھائے کہ سابقہ حجوں کے موقعوں پر اس کا اتفاق نہ ہوا تھا۔

کچھ وہ تجربۂ تلخ اور کچھ علماء واہل الرائے کے مفید مشورے اس کا باعث ہوئے کہ امسال حج وزیارت کا التوا کیا جائے تو مناسب ہے چونکہ یہ مسئلہ نہایت اہل واہم تھا اس واسطے ناخدایان ملت وعلماء دین سے رجوع کیا گیا۔ ترک فریضہ بحالت وجوب موجودہ فضاء عالم میں اولیٰ ہے یا ادائگی بہت غور وخوض اختلافات وتائیدات کے بعد سوائے فرقۂ وہابیہ کے اس نتیجہ پر پہونچے کہ موجودہ صورت حالات کا مقتضا ہے کہ امسال حج ملتوی کردیا جائے چنانچہ اس کے متعلق جو تحریریں اور تقریریں وقتاً فوقتاً شائع ہوئی ہیں اون سب کا تو خلاصہ بھی دینے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں لیکن بعض اقتباسات مثیلاً پیش کئے جاتے ہیں جنکے مشاہدہ سے اس مسئلہ کے جواز وعدم جواز نیز مصالح ترک فریضہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

حجاز کانفرنس لکھنؤ میں جمیع فرق اسلام کے اہل الرائے نمائندوں نے مجتمع ہوکے ابن سعود کے اخراج کے لئے جو لائحہ عمل تجویز کیا کہ تا وقتیکہ حجاز تسلط اہل نجد سے آزاد ہو مسلمان حج کو ملتوی کردیں۔ اس پر ابن سعود پرست ہندوستانی اخباروں میں ایک قیامت خیز شور وغوغا بلند ہوا اس لئے کہ یہی وہ ایک آلہ ہے جس سے تسلط اہل نجد میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ ہے لہٰذا نمک خواران نجد اس کو ٹھنڈے دل سے نہیں گوارہ کرسکتے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اب ابلہ فریبی اور حیلہ سازی کی حقیقت بے نقاب ہوچکی ہے سوائے خالص وہابی طینت جماعت کے کوئی قابل اعتبار فرد ابن سعود کی نہیں رہی۔

مولانا محمد علی و مولانا شوکت علی صاحبان اپنی ابتدائی پالیسی پر نظر ثانی کر کے حمایت ابن سعود سے دست کش ہو چکے پاک عقیدت حجاج کے بیانات نے پردۂ خفا وریا کا ایک تار بھی باقی نہیں رکھا اب ابن سعود کی حمایت کی پالیسی سوائے بالطبع کے روبنا ہونے کے کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتی اور اخباروں سے قطع نظر کرنیکے بعد ہمارے سامنے ابن سعود کے کاغذی فوج کا کماندار اخبار "زمیندار" لاہور موجود ہے جس کے کالم ایک مدت سے وہابیوں کی حمایت کے لئے ابن سعود کے نامۂ عمل کی طرح سیاہ کئے جاتے ہیں۔ اجتماع جیوش اسلامیہ کے عنوان سے اکتوبر کے کئی پرچوں میں غلام مرشد صاحب نامی کے قلم سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں شرائط حج لکھے ہوئے ہیں اور اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے کہ التوائے حج کا فیصلہ ناجائز ہے ہمیں اس مضمون کی بنیادوں پر ایک اجمالی نظر کرنا ہے۔ جناب باری عز اسمہ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے "واللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" تمام لوگوں میں سے خانہ کعبہ کا حج کرنا اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کے ذرائع رکھتا ہو۔ اس آیت میں شرط وجوب استطاعت کو قرار دیا ہے اور جتنی چیزیں استطاعت میں دخل رکھتی ہیں ہر ایک شرط وجوب حج قرار پائیگی اور ان میں سے ایک ہی اگر موجود نہ ہو تو حج دائرۂ وجوب میں نہ آئیگا ہمیں اس موقعہ پر مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے سخت تعجب ہے کہ انہوں نے اس آیت کے ترجمہ میں فاش غلطی کی ہے وہ فتویٰ انکا جو اخبار "زمیندار" میں شائع ہوا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "وہ شخص جو راستہ کی حیثیت سے استطاعت رکھتا ہو" افسوس ایک عربی دانی کا مدعی شخص ایسا ترجمہ کرے در حقیقت یہ دھوکا لفظ سبیل سے ہوا ہے جس کے لغوی معنی راہ کے ہوئے ہیں لیکن محاورات میں اہل زبان پر اگر نظر کی جائے تو سبیل کے معنی ایسے مقام پر صرف ذرائع و وسائل کے ہوا کرتے ہیں جن سے مطلوب تک پہونچنا آسان ہو

جس طرح راہ کی آخری حد منزل پختم ہوتی ہے اسی طرح وسائل کو مقصود تک پہنچانے میں دخل ہوتا ہے اس جہت سے اسی بنا پر سبیل کا اطلاق ہوتا ہے اور اس آیت میں بھی استطاعت سبیل کے معنی یہی ہیں کہ جس شخص کے پاس وسائل و ذرائع حج کے کے موجود ہوں۔ چنانچہ علامہ رازی کہتے ہیں کہ کسی شئے کیطرف استطاعۃ سبیل کے معنی یہ ہیں کہ اس چیز تک پہونچنا ممکن ہو (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۸) اسی کے قریب علامہ نیشاپوری نے "غرائب القرآن" میں تحریر کیاہے اور مشہور مفسر ابن السعود رقمطراز ہیں کہ سبیل سے مراد وسیلۂ حج مثلاً مال وغیرہ ہے (تفسیر ابن مسعود بحاشیہ تفسیر کبیر صفحہ) نیز دوسری آیات نظیر میں موجود ہیں جن میں لفظ سبیل بمعنی وسیلہ و ذریعہ مستعمل ہے "فھل الی خروج من سبیل" دوسری آیت "فھل الی مرد من سبیل" تیسری آیت "ما علی المحسنین من سبیل" چوتھی آیت "من یجعل اللہ الکافرین علی المومنین سبیلا" ان تمام آیات میں سبیل کے معنی امکان لا، ذریعہ کے ہیں ایسے اجلہ مفسرین کے اقوال اور ان آیات کریمہ کے نظائر دیکھنے کے بعد بھی کیا شبہ ہو سکتاہے کہ سبیل کے معنی راستہ کے ہیں اور یہ ترجمہ صحیح ہے کہ راستہ میں استطاعت ہو معلوم ہوا کہ من استطاع الیہ سبیلا کے اندر تمام وسائل و ذرائع جن کو خانہ کعبہ تک پہونچنے میں دخل ہو مندرج ہیں اور وہ سب شرطیں ایسی ہیں کہ جن کے بغیر حج واجب ہی نہیں ہوتا ان شرائط استطاعت کو علماء نے چند عنوانات کے تحت میں ذکر کیاہے۔ جس کی تفصیل بخیال اختصار ترک کی جاتی ہے۔

انہی شرطوں میں سے ایک امن طریق ہے یعنی اسباب کا پورا پورا اطمینان۔ اور گمان غالب ہونا کہ راستہ میں یا خاص مکہ معظمہ میں کسی نفس یا مال کا نقصان نہیں ہوگا چنانچہ عینی شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں "ان کان الغالب فی الطریق السلامۃ یجب وان کان بخلاف ذالک لا یجب" یعنی اگر راستہ میں سلامتی

کا گمان غالب ہو تو حج واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے (صفحہ ۲۳۰۹) امام اعظم ابو حنیفہ کو فی امن طریق کو شرائط وجوب حج سے سمجھتے ہیں (ہدایہ صفحہ ۱۷۲) دیگر محققین مثلاً ابن ہمام نے بھی اس کی تصریح کی ہے (منحۃ الخالق صفحہ ۲۰۰۸) جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ شرائط وجوب حج سے ایک شرط مسلمانوں کے مال وجان کا راہ حج اور خاص مکہ معظمہ میں خطرہ نہ ہونا چاہیئے تو اب صرف اس امر پر نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ بحالت موجودہ حج میں مسلمانوں کے مال وجان کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا اور آئندہ ابن سعود کے عقائد۔ افعال۔ عادات کسی جہت حجاج کے متعلق کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ احتمال سلامتی کافی نہیں ہے بلکہ کسی خطرہ کے نہ ہونیکا ظن غالب ہونا چاہیئے اور ابن سعود کی حکومت میں یہ ہے یا نہیں۔

حجاز اس وقت تمام تر نجدیوں کے تسلط میں ہے جو ابن عبدالوہاب کے پیرو ہونیکی جہت سے تمام مسلمانوں کو مشرک وکافر سمجھتے ہیں توحید الخلاق فی جواب اہل العراق مصنفہ محمد بن سلیمان بن عبدالوہاب میں مختلف مواقع پر اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی میت کی قبر پر دعا مانگے کسی میت سے شفاعت چاہے کسی میت کو آواز دے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور اہل قبلہ کی صف سے علیحدہ ہے بلکہ وہ مشرکین وکفار میں مندرج ہے۔

چنانچہ جب وہ تمام افراد کو اپنے خیال میں کافر ومشرک طے کئے ہوئے ہیں تو مباح الدم اور جائز القتل سمجھتے ہیں لہذا ان کے جان ومال کی اونکی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ "صدائے مسلم کانپور" عجیب منطق پیش کرتا ہے کہ اکثر حاجی صاحبان نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ نجدی اگر کسی شخص کو سگریٹ پیتے ہوئے دیکھتے ہیں تو فوراً کہدیتے ہیں "انت مشرک" کسی کو قبر پر بوسہ دیتے دیکھا اور کہہ دیا "انت مشرک" لیکن ہم نے آجتک کسی حاجی حرمین شریفین سے یہ نہ سنا کہ فلاں مسلمان کا مال نجدیوں نے

اس لئے لوٹ لیا کہ وہ نجدیوں کے عقیدہ کے موافق مشرک تھا اور نہ ہم نے یہ سُنا
کہ فلاں کلمہ گو صرف اس لئے قتل کر دیا گیا کہ وہ مومن نہیں بلکہ مشرک تھا۔ اگر
اس قسم کے واقعات حجاز میں پیش آئے ہیں تو خدارا کوئی بتائے کہ تجویز کے محرک
صاحب اور موئدین صاحبان نے یہ کہاں سے فرض کر لیا کہ نجدی اپنے سوا ہر
کلمہ گو کو مباح الدم اور اُن کے مال کو غنیمت تصور کرتے ہیں۔

جناب والا! مسلمانوں کو مشرک سمجھنا اس کا لازم یہ ہے کہ اُن کے نزدیک
وہ مباح الدم ہیں اس لئے کہ مشرکین کے متعلق آیت "وقتلوھم حیث ثقفتموھم"
اُن کے مباح الدم ہونیکی نص صریح ہے مشرک سمجھنے کیساتھ مباح الدم نہ سمجھنا ایک
غیر معقول خیال ہے۔

اس کے علاوہ ابن سعود اور اُس کے اسلاف کے کارنامے اور واقعات تاریخی
اس امر کو بالکل بے نقاب کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی نظر میں مسلمانوں کی جان و
مال کی وقعت ایک پیسہ سے زیادہ نہیں ہے چنانچہ ۱۲۵۹ھ میں اس گروہ نے
جو حملہ عراق پر کیا ہے اور عتبات عالیات میں جس قدر دست درازیاں اور مظالم
کئے ہیں اُن کے حالات کربلائے معلیٰ کے ایک خط سے واضح ہوتے ہیں کہ اس معرکہ
میں قتل عام تھا مقتولین کی تعداد بارہ ہزار پانچسو پچیس اشخاص تک پہونچی تھی اور
یہ سب کے سب مسلمان کلمہ گو تھے۔ گھروں میں گھس گھس کے مردوں کو قتل کرتے
تھے اور عورات کو اسیر کرتے تھے مال و اسباب لوٹتے تھے۔ مقتولین کا کربلائے معلیٰ
میں یہ حالت تھی کہ راستوں پر بغیر لاشوں کو پامال کئے ہوئے راہ چلنا محال تھا۔

اب اسی سیرت کا اتباع ابن سعود کی افواج نے طائف میں کیا کہ وہاں قتل
عام کر دیا۔ لوگوں کو گھروں میں گھس کے مردوں کو تہ تیغ کیا عورتوں کو اسیر بازنجیر کیا
اس طرز عمل کے باوجود اس حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد بھی یہ کہنا اُن کے نزدیک

کوئی کلمہ گو مباح الدم نہیں ہے کہانتک معیار دانشمندی ہے۔

بعض سیاسی مصالح سے امسال بوقت حج اس قسم کے واقعات کا رونما نہ ہونا اس بات کی ذمہ دارانہ دلیل نہیں ہے کہ آئندہ کامل طور پر تسلط ہو جانیکے بعد بھی ایسا نہ ہوگا جبکہ اُن کے عقائد واعمال ان خونریزیوں کے انسداد کی کوئی ضمانت نہیں کر سکتے۔ بلکہ عامی ہی عقل سے کام لینا چاہیئے کہ ایسے شخص کے زیر تسلط چلا جانا کہانتک قرین عقل ہے۔ جو اُس کو مباح الدم اور واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ایسی صورت میں پاک عقیدت حجاج تو کبھی حجاز میں خطرہ سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اور یقیناً اون کی جان مال کا اندیشہ ہے۔ ہاں اون کے ہم خیال وعقیدہ البتہ مطمئن رہ سکتے ہیں کہ اون کی جان ومال کے واسطے کوئی اندیشہ نہیں بیچارے تہدست دوسرے مسلمان کیونکر مطمئن ہوں۔

خوشہ چینان ریاض وذلہ ربایان نجد سعود ہ حکومت حجاز کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ احناف والحدیث اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ اس کے انتظام شریفی دور کی نسبت بہترین اور بظاہر حج کی غرض سے جانے والوں کے لئے راستے پُرامن ہیں الحدیث کا کیا ذکر ہے کہ اون کو ابن سعود کی مذمت کرنا اور حقیقت پر روشنی ڈالنا اصولاً خلاف عقیدت ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ احناف کون ہیں جو اس بات پر متفق ہیں کہ اس وقت حجاز میں امن وامان ہے اگر اس امر کی حقیقت کا انحراف مقصود ہو تو اس مرتبہ حجاج کے عینی مشاہدات سنئیے۔

حجاج مصر نے بعد واپسی حج وزیارت حرمین شریفین لقا اللہ ایک زبان ہوکے جو بیان شائع کیا ہے اوس میں لکھتے ہیں:۔

ہم حجاج مصر خدا اور اُس کے رسول اکرمؐ اور خانہ کعبہ کو گواہ کرکے کہتے ہیں کہ اُن سختیوں اور مصیبتوں پر جو ہم کو اس سال حج میں برداشت کرنی پڑی ہیں

اور جو ضیق وتنگی ہم کو اوٹھانی پڑی ہے جس سے بہت سی جانیں تلف ہوئیں کثیر مال کا نقصان ہوا جس دفعہ سے کہ ہم نے جدہ میں قدم رکھا۔ پھر جدہ سے مکہ معظمہ تک کے راستہ میں اور خاص مکہ مکرمہ میں مکہ مکرمہ سے منیٰ وعرفات تک مختصر یہ کہ تمام مناسک حج میں وہ نجدی گروہ کہ جو مذہب وہابیہ کا حلقہ بگوش ہے اور جو باغات نجد سے سمٹ کر حجاز میں جمع ہوگیا تھا جس کے ہجوم سے زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی اوس سے ہم کو ہر قسم کی ذلت اور سختی برداشت کرنی پڑی وہ صبح وشام اٹھتے بیٹھتے ہم پر ہجوم کرتے تھے اور ہم کو اندھیری راتوں میں آ آکر ستاتے تھے اور ہم سب کے خواہ مرد ہو خواہ عورت کپڑوں کی تلاشی لیتے تھے۔ اور ہمارے ضروری سامان کو کھولتے تھے اور ہماری ضروریات سفر کو الٹ پلٹ کرتے تھے اور جو مال اون کے ہاتھ لگتا اور جو چیز سامان میں اون کو نظر آتی تھی وہ چھین لے جاتے تھے۔ اور اس ظلم وستم کا بہانہ یہ تھا کہ وہ سگرٹ وغیرہ ایسی چیزوں کے خیال سے تلاشی لیتے ہیں کہ جن کا استعمال اُن کے مذہب میں حرام ہے اور اگر کوئی حاجی اونکو اس طرز عمل سے روکتا تھا تو وہ اوس کو زمین پر گرا دیتے تھے اور لاتیں مارتے تھے۔ جنگ سے ڈراتے تھے پھر جب ہم جمع ہوکے چاہتے تھے کہ حکام کے پاس شکایت لے جائیں تو وہاں فریاد رسی اور دادگستری کے دروازے کو اپنے لئے بند پاتے تھے ہم دیکھتے تھے کہ حکام کی دشمنی ہم سے اُن نجدی بدوؤں سے زیادہ ہے۔

یہ ایک شمہ ہے اُن مصیبتوں کا جو ہمیں اوٹھانی پڑیں حتیٰ کہ اس ظلم واستبداد میں ہماری ذلت وسرگشتگی وبیچارگی کی حالت بہائم سے کسی طرح کم نہ تھی۔

رکن وفد جمعیۃ العلماء مولانا نثار احمد صاحب اپنے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ زیارت کی اجازت نہیں بلکہ ابن سعود کی طرف سے ممانعت ہے اس لئے سرکاری اخباروں میں یہ اعلان کردیا کہ تمام مزارات کی زیارت کرنے والے اداگر میری فوج

کی طرف سے کوئی نقصان پہونچے تو اس کی چارہ جوئی نہیں کیجا سکتی۔ نجدیوں نے محاجمرو چار اونٹوں پر بیٹھ کے کیا اور راونٹوں کو اس قدر زور سے بھگاتے تھے جس کے باعث حجاج کے سخت چوٹیں آئیں ایک عورت بیہوش دوسری مرگئی۔

مولانا محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ نجدیوں کی بے رحمی نہیں تو بے حیالی نے پریشان کردیا تھا اور بعض جانیں بھی اس طرح ضائع ہوگئیں۔ مگر حکومت کا ایک سپاہی یا پولیس والا کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

نجدی وحوش کو انھوں نے صرف یہی تعلیم دی ہے کہ باقی اور تمام مسلمان کافر اور مشرک ہیں اور قبر پرست اور ان کا مارنا جہاد ہے خواجہ محمد اکرم و خواجہ محمد اعظم رئیس لودہیانہ کا بیان ہے کہ حاجیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے ذرا ذرا سی بات پر نجدی حاجیوں کو زدو کوب کرتے تھے۔

کیا ان تمام بیانات کے دیکھنے کے بعد بھی اس وقت حجاز کے بے امن ہونے میں کوئی شبہ ہوسکتا ہے۔ جس وقت میں کہ حجاز کا امن مفقود ہے اور حجاج کی جان و مال کے نقصان ہونیکا کوئی غالب یقین نہیں ہے تو شرط حج مفقود ہے لہذا وجوب کا تعلق بھی نہیں ہوسکتا اب غالباً غلام مرشد صاحب کے ذہن میں یہ بات آجائیگی کہ حج کا التوا کسی نئی شرط کی اختراع اور دنیاوی نتائج پر مبنی نہیں ہے بلکہ انہیں شرائط کی بنا پر جو صراحتہً کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کی مذکور ہیں نیز اجتہاد فقہائے امت سے ثابت ہیں لہذا وہ تمام احادیث بے ربط ہیں جو اختراع شروط عبادت کی ممانعت و مذمت میں پیش کئے گئے ہیں بلکہ خداوند عالم کے معین کردہ شرائط کی عدم موجودگی میں مشروط پر اصرار کرنا مخالفت الہی اور جرأت و عصیان ہے اور "شرط اللہ اوثق" (بخاری صفحہ ۲۷۰) کے خلاف ہے۔ اسی مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یزید و عبدالملک اور حجاج و ولید کے مظالم پر حالت موجودہ کا قیاس کرنا اور یہ کہنا کہ اس زمانہ میں حج

نہیں روکا گیا تو اب کیوں روکا جائے غلط ہے کیونکہ وہ مظالم ایک مخصوص جماعت یا طبقہ یا افراد پر منحصر تھے اور انہیں سے وہ جنگ ومقاتلہ تھا عام حجاج کی جان ومال پر کوئی خطرہ نہ تھا۔ ولید وغیرہ کے زمانہ میں تمام فرق اسلام کا فرد مباح الدم نہیں سمجھے جاتے تھے نہ اون کی جان معرض تلف میں تھی بخلاف اس وقت کے کہ حجاز پر ایسی جماعت کا تسلط ہے جو تمام مسلمانوں کو مباح الدم سمجھتی ہے لہذا ان کی جانیں اس کے قابو میں جانیکے بعد ہر وقت خطرہ میں ہیں۔

کہا یہ جاتا ہے کہ صدر اسلام سے اس وقت تک کسی سال حج کا التوا نہیں ہوا ہے اور ایسی نظیر موجود نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ خیال مذہب وتاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے جب ہم تاریخی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بانی شریعت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں اس کی نظیر موجود ہے اور التوائے حج کی مثال نظر آتی ہے۔

آیت وجوب حج ۵؁ھ میں اتری ہے لیکن حضرت رسول نے حج نہیں کیا ۶؁ھ میں حج کو ملتوی کیا ۷؁ھ میں عمرہ کی بجاآوری کے لئے تشریف لے گئے مگر حج پھر بھی ادا نہیں فرمایا فتح مکہ معظمہ ۸؁ھ میں ہوئی اور بنا بر قول علامہ نیشاپوری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحاج ہوکے ۹؁ھ میں بھیجے گئے اور خود حضرت رسول نے ۱۰؁ھ میں حج ادا فرمایا (غرائب القرآن صفحہ ۳۴۶)

رسالتماب علیہ التحیۃ والثنا نے التوائے حج کیوں کیا اس کی وجہ علامہ عینی شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ "للخوف من المشرکین علی اهل المدینة او علی نفسه" یہ حج کا التوا اس لئے تھا کہ مشرکین سے اپنی جان پر یا اہل مدینہ پر خطرہ تھا (صفحہ ۲۷۳) معلوم ہوا کہ صرف اندیشہ وخوف ضرر کی وجہ سے جب تک مکہ معظمہ پر کفار کا تسلط رہا اُس وقت تک حضرت رسول نے حج ملتوی رکھا یہی صورت بعینہ بحالت موجودہ ہے

کہ نجدیوں کے تسلط سے حجاج کے جان و مال پر خطرہ ہے لہذا جب تک ملک معظمہ پر ان افراد کا تسلط ہے حج کو ملتوی کرنا چاہیے۔ یہ اتباع رسول ہے اور یقیناً اس حج کے تعلیم کرنے میں غلامان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر نہ ہونا چاہیے۔

ابو العباس محمد بن مقتدر عباسی کا زمانہ تھا قرامطہ نے خروج کیا اور تمام بلاد میں فتنہ و فساد برپا کیا تو اس زمانہ میں اہل بغداد نے حج کرنا ملتوی کر دیا علماء نے فتویٰ دیا کہ حج نہ کیا جائے چنانچہ سنہ ۳۲۲ھ سے سنہ ۳۲۶ھ تک یعنی پانچ سال برابر حج ملتوی رہا (تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صفحہ ۴۰۱) فقیہ مستند و مسلم الثبوت عالم ابوبکر ابن کافی نے صاف صاف حکم دیا تھا "الحج لیس فریضۃ فی زماننا حج" ہمارے زمانہ میں فرض ہے یہ سنہ ۳۲۹ھ کا واقعہ ہے (عینی شرح کنز صفحہ ۲۲۸)

فقیہ علامہ ابوبکر رازی نے فتویٰ دیا کہ "ان الحج ساقط من اهل بغداد" حج اہل بغداد سے ساقط ہو گیا (عینی صفحہ ۲۲۰)

زمانہ خروج قرامطہ میں ابو القاسم صفار کا قول تھا کہ "لا اری الحج فرضا من عشرین سنۃ" میری رائے میں حج بیس برس سے فرض نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خان صفحہ ۱۳۲)

کیا ان تمام نظائر کے باوجود بھی یہ کہنا درست ہے کہ التوائے حج نئی چیز ہے اور کسی نظر سے نہیں گذری ہے ابھی ہم اس مضمون کو اس مقام تک پہونچا چکے تھے کہ دوسرے مضامین حمایت ابن سعود کی نگاہ میں دیکھے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علمائے کرام کا فرض بتایا گیا ہے کہ فریضۂ حج کی ادائگی کے برکات اور احکام کی پوری پوری تبلیغ کریں۔ اس مضمون میں بھی مولانا سید سلیمان ندوی کا اتباع ترجمہ آئینہ ہی کیا گیا ہے۔

غرضکہ اس وقت شرائط حج ہی مفقود ہیں اور حجاز پر ایسی جماعت کا تسلط ہے

جنکی نظر میں مسلمانوں کے جان و مال کی کوئی وقعت نہیں تو مسلمانوں کا حج کے لئے جانا "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کی مخالفت اور خود باعث ہلاکت نفس ہوتا ہے جو شرعاً قابل استحسان نہیں۔

حج کی تکلیف بسبب عدم شرائط متعلق نہیں اس کے بعد بھی حج کرنا ایسی حالت میں کہ اس کے باعث سے نجدیوں کے خلاف شرعی اعمال و افعال اور منافی اصول مذہب تسلط کا استحکام ہوتا ہے اعانت علی الاثم اور باعث ترقی باطل ہے لہذا فقہ حنفیہ کی بنا پر جائز نہیں ہو سکتا قرامطہ کے زمانہ میں جو علماء نے التوائے حج کا فتویٰ دیا تھا تو اسکی وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ اس زمانہ میں قرامطہ وغیرہ کو رشوت دیئے بغیر کوئی حج نہ کر سکتا تھا لہذا طاعت سبب معصیت ہوتی تھی اور جب طاعت سبب معصیت ہو تو وہ طاعت باقی نہیں رہتی (فتاویٰ قاضی خاں صفحہ ۱۳۲)

ابن سعود کے تسلط سے آثار شعائر اسلام کا اس کے اور مذہب اسلام کے اضمحلال کا اندیشہ ہے لہذا اس کی مدافعت اور اخراج واجب ہے اور اخراج التوائے حج پر موقوف ہے لہذا مقدمہ واجب ہونے کی حیثیت سے التوائے حج ضروری ہے۔ البتہ فریبیوں سے دھوکا نہ کھاؤ آجکل واقعی اغیار کے حملوں کے علاوہ ان داخلی حملوں سے بہت اضمحلال چھایا ہوا ہے مسلمان نما افراد کے لباس میں ملت اسلامیہ پر رائے زنی کر رہے ہیں ایسے وقت میں رہنمایان دین کے اقوال پر نظر کرنا چاہیئے عروۃ الوثقیٰ سے تمسک لازم ہے۔ تاکہ اس امتحانی اور دشوار وقت میں ابنائے زمانہ کو خندہ زنی کا موقعہ نہ ملے اسلام کی خالص محبت اور ہمدردی کا بھی یہی اقتضا ہے۔

باب ۱۰

سیاسی چالیں اور ارض مقدس میں فتنہ

از صحن خانہ تا بہ لب بام از آن من
وز بام خانہ تا بہ ثریا از آن تو

حجاز میں ایک حکمنامہ قانون اسلحہ کے نفوذ کے متعلق شائع کیا گیا جس کا ماخذ حسب ذیل ہے :-

حکومت تمام لوگوں کے لئے ذیل کا اعلان کرتی ہے :-

دفعہ ۱- کوئی شخص بندوق ریوالور- کارتوس یا وہ تمام چیزیں جن سے تعلق رکھتی ہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا جب تک وہ کوتوالی میں ان کا اندراج نہ کرا دے اور وہاں سے لائسنس نہ حاصل کرلے-

دفعہ ۲- آلات حرب کی تجارت کلیتاً ممنوع ہے- ہر وہ شخص جس کے پاس تجارت کی غرض سے بندوق کارتوس اور وسائل حربیہ کی اشیاء میں سے کوئی چیز ہوگی اوسکا یہ فرض ہوگا کہ ان چیزوں کو حکومت کے حوالے کردے اور حکومت اوس کو بازار کے نرخ کے مطابق اشیاء کی قیمت ادا کردیگی-

دفعہ ۳- تمام لوگوں کا فرض ہے کہ اسپر عمل کریں اور اس اعلان کے وقت سے پندرہ یوم تک ان تمام آلات کا اندراج کرالیں اگر اس مدت کے بعد کسی شخص کے پاس بغیر لائسنس کے یا تجارت کی غرض سے یہ چیزیں مل گئیں اور اوس نے حکومت کے سامنے پیش نہیں کیا ہے تو تمام آلات و سامان ضبط کرلیا جائیگا اور مجرم کو وہ سزا دیجائیگی جس کا وہ مستحق ہے-

احرار شام فرانسیسیوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکے قریہ طح میں مجتمع ہوئے تھے اور ان میں بڑے بڑے سردار مثل سلطان الاطرش وامیر ارسلان بھی تھے لیکن نجدی سیاست حمایت کے اشارہ سے متحرک ہوئی اور پناہ گزینوں کے واسطے عرصۂ زمین حجاز تنگ کیا گیا بیچارے رجعت قہقری پر مجبور تھے۔ وہابیوں کو سوائے اپنے اتحاد کے اظہار رضامندی کے اور کوئی فائدہ اس تدبیر سے نہ تھا۔

نجد میں عام طور پر سلطان ابن سعود کے خلاف مخالفت بڑھ رہی ہے دشواریاں روز افزوں ہیں غلغطہ کا سردار ابن بجاد زمانہ حج میں تنہا چھ لاکھ کی رقم خطیر وصول کرنے کے بعد بھی سیدیا نہیں ہوا بلکہ اس کو سلطان سے شکایت ہے اور صاف کہتا ہے کہ امام نجد حجاز میں جاکے بدعتی ہوگیا اور تمام بدعات کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابن بجاد کے علاوہ اُن لوگوں کے اعیان والضار بھی خلاف ہیں جن کو حجاز سے قید کر کے نجد بھیج دیا گیا۔

انگریزی معاہدہ ہونے کے بعد سے نجدی اور حجازی دونوں ابن سعود سے برہم ہیں اور گو ابن سعود نے اپنی تحریر و تقریر میں اس پر زور دیا ہے کہ عہدنامہ سے اطاعت مقصود نہیں ہے لیکن کسی کو اس بیان پر وثوق نہیں ہوتا اور اندیشہ کیا جاتا ہے کہ جدہ۔ رابغ اور ینبوع کے بندرگاہوں کے متعلق کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہے جس کی رو سے انگریزوں کو بہت سے حقوق دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ عام طور پر مشہور ہے کہ صرف سڑک بنانے کے اجارے دیئے گئے ہیں۔

آویزش نجد و یمن کا خطرہ دن بدن بڑھتا جاتا ہے یہاں تک تو اخباری اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ امام یمن نے اپنے صاحبزادے کو تیس ہزار فوج کے ہمراہ عسیر کے خلاف روانہ کیا ہے اور خود قبائل میں دورہ کر کے ایک لاکھ فوج کے جمع کرنے کے خیال کو عملی صورت میں لا رہے ہیں احتمال تھا کہ حج شروع ہونے سے پہلے جنگ چھڑ جائے گی

جس موتمر کا ابن سعود کی طرف سے بصد شد و مد اعلان کیا گیا تھا وہ تو حج کے موقعہ پر منعقد نہ ہو سکی البتہ مکہ معظمہ کے ایوان موتمر میں ملک الحجاز نے ایک عام دربار کیا جس میں علاوہ اہل مکہ کے ہندوستانی اور جاوی اہلحدیث دوسرے ممالک کے خاص خاص حجاج مدعو کئے گئے تھے ابن سعود نے اپنی تقریر میں اس پر زور دیا کہ خدا ایک سا ہے رسول ایک ہے پھر جملہ مسلمانوں کے عقائد بھی یکساں ہونے چاہئیں اسلام کی بعثت سے پہلے عرب ایرانیوں کے غلام تھے مگر رسول عربی صلعم نے اُن میں ایک ایسی روح پھونکدی کہ عربوں نے باوجود بے سروسامانی ایران کو فتح کر لیا۔ اسی طرح اگر آج ہم سب متحد العقیدہ ہو جائیں تو یقیناً دوسروں پر ہم کو فتح نصیب ہوگی۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اب مذہب نجدیت کی تبلیغ علی الاعلان کی جائیگی اور حجازیوں کو سلسلہ اخوان میں داخل ہونے اور وہابی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ ابن سعود کی تقریر کے بعد دوسرے ممالک والوں کی طرف سے بھی ایک ایک دو دو نے ابن سعود کی تعریف کی اور مداحی میں تقریریں کیں۔

مولوی عبدالقادر نامی ہندوستانی اہلحدیث نے ایک تحریر پڑھ کے سلطان ابن سعود کو یقین دلایا کہ بجز چند مخالف اسلام ہندوستانیوں کے اور سارا ہندوستان آپ کا خیر خواہ اور دعاگو ہے۔ اُسے خوشی ہے کہ آپ نے حجاز میں حدیث و سنت کے اجراء کا عہد کر لیا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیائے اسلام کو بے خبر رکھنے کے لئے گذشتہ حج کے موقعہ پر کامیابی کے متعلق اعلانات شایع کئے گئے جن میں اصل حالات چھپا کر حاجیوں کے بیانات کی تردید کی گئی دس بارہ ہزار حجاج کی موت کو پوشیدہ رکھا گیا۔ صحیح طریقہ پر اطلاع ملی ہے کہ عرفات و مزدلفہ کے رستہ میں تقریباً پانسو حاجی نجدی سپاہیوں کے ہاتھوں سے کچل کے مقتول و مجروح ہوئے۔ مگر انتظام یہ کیا گیا تھا کہ رستہ میں جو گرا اُسے

نجدیوں نے آہستہ سے اٹھا کے ادہر اُدہر ڈال دیا تاکہ کسی کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔

یہ مشہور خبر یوں چھپائی گئی کہ چونکہ راستہ میں کشمکش زیادہ تھی اور ہوتی ہے اس لئے ایک جدید سڑک عرفات سے مزدلفہ تک نکل جائیگی تاکہ حاجیوں کو تکلیف نہ ہو گذشتہ سال کی نسبت امسال پانی کی بھی حاجیوں کو زیادہ تکلیف ہوئی۔ بدقسمتی سے زمانہ حج میں لوہ بھی چل گئی تھی اس لئے مدہ تین ہزار حجاج تو عرفات میں لوہ۔ گرمی پیاس اور چیچک میں مبتلا ہو کے مرگئے۔ پھر ماہ مئی میں تو جو بازار اجل گرم ہوا ہے وہ نہایت قیامت خیز تھا۔ ڈچ اور برٹش سفارتخانے مدہ کوشش میں ہیں کہ صحیح تعداد اموات معلوم ہوسکے مگر اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ کے ایک میونسپل حکومت کا بیان ہے کہ دو تین ماہ کے اندر دو اہم مسائل کا تصفیہ ہو جائیگا اول خانہ کعبہ کی کلید برداری جس کے متعلق خیال ہے کہ شیبی صاحب سے (جن کے اسلاف تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گذرا کہ نسلاً بعد نسل اس خدمت پر فائز چلے آتے ہیں) کلید لیکے نجدی امام کے سپرد کر دی جائیگی دوسرے گنبد خضرا کا تصفیہ اس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ نجدی علماء و عمائدین کا اصرار ہے کہ گرا دیا جائے۔ مگر ہندوستان اور جاوا کے اہلحدیث مشیروں کی یہ رائے ہے کہ روضۂ اطہر کے گرد ایک دیوار کھینچ دی جائے۔ تاکہ کوئی قریب نہ پہونچ سکے مگر ابھی نجدی اس پر رضامند نہیں ہیں۔

دار العوام میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے سر آسٹن چیمبرلین نے کہا کہ ابن سعود کے ساتھ معاہدہ کی تکمیل ہو چکی۔ جس کی تصدیق ہو جائے تو فوراً چھاپ دیا جائے گا۔

حجاج مصری نے مصری جرائد میں شکایت آمیز اطلاعات شائع کرائی ہیں کہ وہابیوں نے عام طور پر حجاج سے بلا استثناء نہایت ناہنجار طریقہ اور بے ہودہ اختیار کیا ہے

اور جہانتک ہوسکا اُون کی جیبوں کو اچھی طرح خالی کرلیا وہ بغیر درشتی کے کسی سے بات ہی نہ کرتے تھے جس کے پاس سونا دیکھا اُوس سے چھین لیا اور کہہ دیا کہ وہابی مذہب کی رُو سے اُون کو اپنے پاس نہ رکھنا چاہیے۔ مصر کے علما میں سے ایک عالم نے حجاج مصری کے سامنے آیات قرآنی کی تفسیر کی اُوس کو قید کر دیا۔ ایک ایرانی کو جو دعا مانگنے میں مصروف تھا داخل زندان کر دیا۔ زمانہ حج گذر جانے کے بعد اُون پر مقدمہ چلایا جائیگا۔ جو شخص بھی وہابیوں کی شریعت اور اُس کے اصول کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے تو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائی جاتی ہیں۔

اخبار "تبریز" لکھتا ہے کہ جو ایرانی حجاج بیت اللہ الحرام سے واپس آئے ہیں اُنکا بیان ہے کہ جنت البقیع اور دیگر مقامات میں کوئی علامات نشان قبر وغیرہ باقی نہیں ہے تمام مزارات خاک کے برابر کر دیئے گئے ہیں قبور ائمہ کے پاس نجدی تعینات کر دیئے گئے کہ کوئی شخص وہاں زیادہ توقف نہ کرنے پائے۔

ایک حاجی کا بیان ہے کہ اُس نے محافظ کو روپیہ دیا اور اُس سے آرزو کی کہ وہ اُس کو اجازت دیدے کہ قبور پر کچھ دیر تک مرثیہ پڑھ سکے محافظ نے کہا کہ کل فلاں وقت آنا اور میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی روپیہ دینا تو ممکن ہے کہ تمہیں اجازت ملجائے دوسرے روز یہ ایرانی حاجی روپیہ لے کے گیا تو محافظ نے اُوسے ایک دوسرے عرب کے سپرد کیا اُس عرب نے بھی اپنا حق وصول کیا اور اُس ایرانی حاجی کی رہنمائی کی ایرانی حاجی کا بیان ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ جن جن مقامات کی زیارت کی وہ سب خاک کے برابر تھے صندوقوں کے چاروں طرف جو لوہے کے کٹہرے تھے وہ بھی توڑ دیئے گئے۔ قبریں بالکل ہتل زمین کے برابر ہوا ہیں صرف سرہانے ایک پتھر لگا رکھا ہے تاکہ اُنہیں دکھا کے حاجیوں سے روپیہ وصول کیا جائے اگر یہ پتھر نہ ہوتا تو ذریعہ آمدنی مسدود ہو جاتا مسجد حضرت رسول اللہ صلعم اور قبر پیغمبر علیہ السلام اپنی اصلی حالت

میں باقی ہے جس پر کوئی ضرر نہیں واقع ہوا اپنے خیال میں نجدیوں نے تمام قبروں کو برابر کر دیا۔
ایک روز مسجد پیغمبر میں ایک وہابی ملا نے اوصاف اسلام بیان کرتے ہوئے شیعوں کے متعلق کہا کہ وہ رافضی اور مشرک ہیں ائمہ پر اعتمادات رکھتے ہیں اور علی واولاد علی کے مصائب وشدائد بیان کرتے ہیں اور خلافت کو اُن کا حق بتاتے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔
آقائے شیخ یحییٰ زنجانی جو مسجد رسول اللہ میں موجود تھے اس تمام تقریر کو خاموشی سے سنتے رہے جب وہابی ملا اپنی تقریر کو ختم کر چکا تو حاجی شیخ یحییٰ نے کہا کہ ہم کو بھی تقریر کی اجازت ہے جواب ملا کہ ہاں شیخ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آزادی سے تقریر کرنیکی اجازت دیجائے اوس کے بعد امان ملے۔ جواب ملا کہ آپ تقریر تو کریں آپ کو امان دیجائیگی۔ شیخ یحییٰ نے اس کے بعد زبان عربی میں تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا :۔
ہم مشرک نہیں ہیں ہم خدا کو ترک کر کے پیغمبر وامام سے حاجات کے طالب نہیں ہوتے اوسی طرح کہ جس طرح کہ اعراب مواقع شدیدہ میں اپنے باپ کا نام لیکر فریاد کرتے ہیں درآں حالیکہ ان کے باپ برسوں پہلے کے مر چکے ہیں ہم بھی موقعہ گرفتاری سادات ودین ومذہب میں اُن کے توسط سے خدا سے فریاد کرتے ہیں اس صورت میں ہم کسطرح مشرک ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے کہ مشرک کو اپنی مسجد میں جگہ نہ دو تم ہمارا استقبال کرتے ہوئے طواف میں ہماری رہنمائی کرتے ہو پھر آخر یہ کیا قصہ ہے جب مشرک سمجھتے ہو تو ایسا کیوں کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔
شیخ وہابی نے شوق سے حاجی یحییٰ کی تقریر سنی اور کہا کہ ایسی تقریر تم آزادی سے کر سکتے ہو لیکن اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔

مولانا فضل اللہ خان شاہجہانپوری تحریر فرماتے ہیں :۔ ساحل بمبئی پر اسوقت تک حاجیوں کے پانچ جہازات آچکے ہیں سب سے پہلا جہاز دارا پھر سردستان ٹگارا یانی اور اکبر جہازات آئے دارا سردستان اور ٹگارا جہاز ول ... سے ۲۲ سو ۲ سو ۴ حجاج امر

اور زیادہ بانی سے ۴۹ اور اکبر سے ۰۵ء ۱۶ حاجیوں کے چہروں سے اداسی اور پریشانی کا اظہار ہوتا تھا میرے ہم سفر عبداللطیف صاحب بٹالوی جنکی والدہ حج سے واپس آنیوالی تھیں لہذا اُن کے ہمراہ بغیر اپنی مقام گاہ گئے ہوئے براہ راست مجھے گودی جانا پڑا۔ یہ صاحب پنجاب کے نہایت ہوشمند جوان ہیں اور لاہور کے انجنیرنگ کالج میں تعلیم پارہے ہیں۔ ریل میں مجھ سے اوُن سے تعارف ہوا ظفر علی خان کے بہت مداح تھے اور سلطان ابن سعود کی قابلیت انتظامی کے بھی ثناخوان تھے لیکن جب اپنی والدہ اور بھائی کی زبانی حاجیوں کی "تکالیف اور نجدیوں کے توحش و بربریت کے افسانے سُنے تو اوُن کو پہلی رائے بدلنی پڑی اور یقین ہوگیا کہ ظفر علی خانصاحب کی تحریریں غلط اور غیر صحیح واقعات سے زیادہ مملو ہوتی ہیں ہر حال میں اور صاحب موصوف گودی پر پہونچے دیکھا کہ جہاز سے حاجی اُتر رہے ہیں اوُن کی صحت نہایت خراب تھی تین حاجی گودی پر پہونچتے پہونچتے دم توڑنے لگے اور تین کے متعلق معلوم ہوا کہ جہاز ہی میں راہی ملک عدم ہوئے اللہ اوُن کی مغفرت کرے۔

گودی پر انجمن خدام النبی کی جانب سے حاجیوں کے آرام و آسائش کے لئے جو انتظامات کئے گئے تھے وہ غیر معمولی طور پر قابل تحسین سمجھے جاتے ہیں۔

حاجیوں کے بیانات سے حجاز مقدس کے جو دردناک حالات معلوم ہوئے ہیں وہ مسلمانان ہند کے لئے عموماً اور مسلمانان عالم کے لئے خصوصاً باعث عبرت ہیں۔ حجاز میں اشیاء کی سخت گرانی ہے اور لوگ اُس پاک زمین کو چھوڑتے جاتے ہیں چونکہ حجازی باشندے ابن سعود کے مظالم سے تنگ آکر دیگر ممالک کی طرف ہجرت کر رہے ہیں اس لئے وہاں کی آبادی غیر معمولی طور پر کم ہوگئی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سیکڑوں خاندان برباد ہوگئے ہیں اور آج اُن لوگوں کا کوئی پتہ و نشان نہیں چلتا حجازیوں کی اس ہجرت کا سبب حجاج یہ بیان کرتے ہیں کہ نجدی

اہل حجاز کو سخت سے سخت اذیتیں پہونچاتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر بڑے بڑے شریف حجازی کو ایک نجدی لاتوں اور جوتوں سے زود کوب کرنے لگتا ہے نجدی عام طور پر حجازیوں کو مشرک و کافر خیال کرتے ہیں اور یا کافر یا مشرک کہتے ہیں۔

حاجی بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ یوں تو ابن سعود کے دور میں عام طور پر سبھی چیزیں گراں ہیں لیکن پانی کی گرانی اور قلت سخت تکلیف دہ ہے۔ پانی کی قلت کیوجہ سے مکہ مکرمہ میں بارہ آنے سے لیکر ایک روپیہ تک پانی کا ٹین دستیاب ہوتا تھا جس وقت حاجی عرفات کے میدان میں پہونچے ہیں تو نجدیوں نے نہر زبیدہ کو گھیر لیا اور پانی کے راستہ پر قابض ہوگئے اُس وقت پانی کی کمیابی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ٹین پندرہ[۱۵] سے بیس[۲۰] روپے تک فروخت ہوا اس پانی کی قیمت سب کی سب یا تو ابن سعود کی جیب میں جاتی تھی یا نجدیوں کے ہاتھ لگتی تھی گرمی کی شدت اور پانی کی قلت سے محشر کا سماں تھا لوگوں کی زبانیں پیاس سے باہر نکل آئی تھیں اور ہر طرف العطش! العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اس کربلا نما میدان عرفات میں یزیدیوں کے جور و ستم سے سات ہزار حاجی پیاس سے تڑپ تڑپ کے فوت ہوگئے حاجی محمد صدیق صاحب بٹالوی برادر عبد اللطیف صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حاجیوں کو دم توڑتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن اُن کے حلق میں پانی نہ ٹپکا سکتے تھے اس لئے کہ اگر کوئی شخص ان مظلوموں کی حالت پر ترس کھا کر ایک قطرۂ آب کسی پیاسے کے حلق میں ٹپکا دیتا تھا تو اُسکو نجدی خوب زود کوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اس پیاسے کے عزیز ہو اور اس کو سینے سے لگا کر کیوں نہیں لیجاتے۔ گویا ان بدبختوں کے خیال میں ایسے شخص پر رحم کیا جا سکتا ہے جو عزیز ہو۔

حاجیوں کا بیان ہے کہ موجودہ حکومت نے صفائی وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں کیا قربانی کا گوشت ہر طرف منتشر رہا تھا اور آنتوں کا فضلہ وغیرہ جنگلوں کے سامنے پڑا رہتا

تھا صفائی کے نہ ہونیکی وجہ سے بیماری پھیلنا شروع ہو گئی جس میں ہزاروں آدمیوں
کی جانیں گئیں حکومت کی بدانتظامی سے تمام حجاج نالاں تھے تغلب و رشوت
موجودہ حکومت کے دور میں ایک عام بات ہے۔ مدینہ منورہ میں زیارت کرنے کے لئے
نجدی سپاہی انہیں لوگوں کو اجازت دیتے تھے جو اون کی مٹھی گرم کر دیتے تھے منیٰ
میں نجدیوں نے طوفان مچا رکھا تھا نجدی لوگ اپنے اونٹ حاجیوں پر چڑھائے لاتے
تھے کئی اشخاص ان اخوان الشیاطین کے اونٹوں سے شہید ہو گئے۔ یہ شیطان گروہوں
میں چلتے تھے اور اس بری طرح کہ سیکڑوں حاجی اونٹوں سے زخمی ہو گئے۔

ابن سعود نے حاجیوں کو لوٹنے کا نیا ڈھنگ نکالا چونکہ پچھلی بار حاجیوں پر بڑے
بڑے ٹکیس لگانیکی وجہ سے بلاد اسلامیہ میں ایک عام شکایت پیدا ہو گئی تھی اسلئے
نجدی حکومت نے ایک نیا ڈھنگ نکالا۔ حاجی جس وقت ارض مقدس حجاز میں پہونچتا
ہے تو اوس کو معلم سے سابقہ پڑتا ہے ابن سعود نے اس مرتبہ معلموں کو ہدایت کر دی
کہ تم ہر حاجی سے پندرہ روپیہ وصول کرو ان پندرہ روپوں میں سے بارہ روپیہ معلم صاحب
ابن سعود کو دیتے ہیں اور تین روپے خود لیتے ہیں جدہ سے مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ
سے مدینہ منورہ تک کے کرایوں میں سے بھی ابن سعود ایک بہت بڑے حصہ پر قابض
ہوتے ہیں۔ حاجیوں کا بیان ہے کہ جدہ سے مکہ مکرمہ تک فی حاجی سولہ روپے موٹر
کے وصول کئے گئے جس میں سے سات روپیہ ابن سعود نے لئے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ
تک موٹر کا کرایہ سولہ گنی (تقریباً دوسو چوبیس روپیہ) حاجیوں کو دینا پڑا جس میں سے
پانچ گنی ابن سعود نے لیں اور باقی موٹر والوں کے ہاتھ آئیں۔ اس کے علاوہ
حاجیوں کو اپنی جان و مال عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے حکام کو رشوت کی رقمیں
علیحدہ دینی پڑیں۔

حجاج بیان کرتے ہیں کہ نجدی لوگ اعمال حج میں مداخلت کرتے ہیں جس وقت

حاجی صفا مروہ میں سعی جمرہ کرتے ہیں تو نجدی اخوان الشیاطین اپنے اونٹوں کو حاجیوں کے پیچھے دوڑاتے ہیں اور اون کی سعی کو منقطع کر دیتے ہیں علاوہ ازیں خاص حرم محترم میں حاجیوں کو حجر اسود کے بوسہ لینے کے وقت بید سے مارا جاتا ہے زمزم کا مطہر و مقدس پانی جس کے پینے کا ہر شخص مشتاق رہتا ہے نجدیوں کے تحت میں ہے اور حاجی اوس کے پینے سے محروم رہتے ہیں ہاں جو لوگ کچھ رقم صرف کرتے ہیں اونہیں زمزم کا پانی پینے کو ملجاتا ہے اس کے ماسوا زائرین کو زیارت کے وقت عام طور پر زدوکوب کیا جاتا ہے اور اون کی کوئی دادرسی نہیں ہوتی بعض حاجیوں کا بیان ہے کہ جبل نور کی زیارت کے لئے کچھ حاجی جارہے تھے جنکو نجدیوں نے اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا۔

وہابیوں نے مدینۂ منورہ پر قبضہ کرتے ہی جہاں دیگر مزارات مقدسہ اور مشاہد کو شہید کیا تھا وہیں مزار سیدنا حمزہ رضؓ کو بھی برباد کر دیا تھا۔لیکن مسجد سیدنا حمزہ باقی رہگئی تھی۔ حاجی نور الٰہی صاحب سوداگر دہلی کا بیان ہے کہ نجدیوں نے رمضان المبارک میں اس مسجد کو بھی شہید کر ڈالا۔

مولوی وکیل احمد صاحب گیاوی تحریر کرتے ہیں کہ مولانا شاہ محمد ایوب صاحب برادر خو د مولانا قاری شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی و مولوی شاہ شریف اعظم صاحب قیصر باغ میں مجھ سے ملنے آئے یہ دونوں حضرات بعد حج و زیارت واپس براہ راست لکھنؤ تشریف لائے ہیں ابھی تک پھلواری بھی نہیں گئے۔ اون کا بیان ذیل میں قلمبند کرتا ہوں:۔

ہم لوگ معہ تمام قافلہ پھلواری شریف ٹھیک اسی دن مدینۂ طیبہ پہونچے جسدن خصوصیت کے ساتھ قبۂ اہلبیت مسمار کئے جارہے تھے اوس وقت کی دلی اذیت کی حالت اور روحانی تکالیف کی کیفیت کچھ بیان نہیں کر سکتے ا یسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہم میدان کربلا میں کھڑے وہ واقعات دیکھ رہے ہیں۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون" ہم لوگ تو بار بار جنت بدی ابن السعود دیکھ رہے تھے پھر روضۂ خضرا پر حاضر ہو کے اس حادثہ کی تعزیت کی اور خوب روئے اور ابن سعود و جملہ اشقیاء نجد کے واسطے دعائے بد کی ساڑھے چار ماہ ہم لوگ حرمین شریفین میں رہے اور جہاں تک پتہ چلا وہ یہ ہے کہ بجز فرقہ وہابیہ کے کسی ایک مسلمان کو بھی ایسا نہیں پایا جو ابن السعود کی حکومت ظالمانہ سے خوش ہو اور اسے گوارہ کرتا ہو ریل اور جہاز پر بھی جس شخص سے ملاقات ہوئی تقریباً ہر ایک شخص اس جابرانہ حکومت سے نالاں اور شکوہ کناں تھا خود جمعیۃ العلماء کے بعض لوگ ہم سے ابن السعود کی ظالمانہ حرکتوں کے متعلق اظہار ناراضی کرتے تھے۔ یہاں آ کر وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے "لکم دینکم ولی دین"

ہم لوگ صرف مغرب کے وقت نجدی امام کے پیچھے بجبر نماز ادا کر لیتے تھے لیکن پھر فوراً دوہرا لیتے تھے علماء مدینہ کا جو فتوی نجدیوں کی طرف سے شائع ہوا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہدم قبور و قبب جائز ہے اور بناء علی القبور ناجائز وہ ایک نہایت جابرانہ فتوی ہے جس پر زبردستی گلا دبا کر لوگوں سے دستخط لیے گئے ہیں مگر ہمارے قدیم کرمفرما مولانا عبدالباقی صاحب فرنگی محلی نے اس فتوی پر دستخط کرنے سے قطعاً انکار کر دیا بلکہ اس لغو فتوی کی تردید لکھی جو انہی کر بجانہ وعوت کے وقت پڑھ کے سنائی بھی تھی۔

سید عباس رضوان شیخ الدلائل اور دیگر علماء و مشائخ نے بھی ایسے دستخط نہیں کیے۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے راستہ میں ابن السعود کے ظلم سے بے شک امن و امان تھا لیکن خاص حرم محترم میں طواف کے وقت جو بدامنیاں تھیں وہ بیان سے باہر ہیں حجاج پر برابر بید کی چھڑیاں پڑتی تھیں بعض لوگ زخمی ہوئے اور ایک شخص شہید بھی ہو گیا جس کے خون سے مطاف سرخ ہو گیا تھا۔ ہم سنتے تو کوئی شکر ناتہ میں حج کیا

اور شریف حسین کے زمانہ میں بھی اور ابن السعود کے وقت میں بھی مگر اس وقت طواف کا نیا طریقہ دیکھا کہ ابن السعود کا باپ آیا اور ٹرائیکل (تین پہیوں والی بائیسکل) پر سوار ہو کے طواف کرنے لگا اور تمام حجاج بجبر طواف سے روک دیئے گئے۔

اس مدعی شریعت کے زمانہ میں اجرائے حدود کا ایک نیا دستور دیکھا وہ یہ کہ ایک عرب نے ایک شخص کے کچھ روپے چرالئے اس عرب کی (ہاتھ کے بجائے) ناک کاٹ لی گئی۔

مدینہ منورہ اور جنت البقیع کی خصوصیات اگرچہ اپنی نوع کے غیر معروف نہ تھے لیکن ان کے عجیب وغریب ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں ہم نے جہاں گنبد خضری وغیرہ کے تفصیلی حالات کا تذکرہ کیا ہے وہاں اس تاریخی اور مقدس مقام کا مختصر حال بھی تبرکاً ضیافت طبع ناظرین کے واسطے پیش کرتے ہیں۔

پہلے بلد الامین مدینہ طیبہ میں قبہ و بارگاہ نہ تھی جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں چنانچہ جس کے نیچے امام حسن مجتبیٰ وامام زین العابدین وامام محمد باقر امام جعفر صادق علیہم السلام آسودہ ہیں اس مدفن مبارک ومطہر کے متصل مزار حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسالتمآب صلعم تھا جس کے اوپر ایک پر شکوہ گنبد تھا لیکن یہ حرم محترم تجملات سے خالی تھا فقط ایک ضریح چوب شمشاد کی تھی جس پر اصفہان کی اعلیٰ صنعت کاری تھی یہ ضریح عہد صفویہ میں بھیجی اور نصب کی گئی تھی۔ سالہا سال یہی ضریح شمشاد نصب رہی لیکن صدارت مرزا علی اصغر امین السلطان کے زمانہ میں سید علی قطب کی تحریک پر جو کہ امین السلطان کے مرشد تھے ایک ضریح فولاد جس پر سونے کی پچی کاری تھی اور اصفہان میں اسی ہزار تومان کی لاگت سے تیار ہوئی تھی ائمہ بقیع کے مزار پر رکھنے کے لئے جدہ روانہ کی گئی۔

یہ فولادی ضریح جس پر طلائی پچی کاری تھی ایسی خوبصورت تھی اور اس قدر

عجیب وغریب صنعت سے اسکی تیاری میں کام لیا گیا تھا کہ دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی اس ضریح مقدس پر وہ نہایت نفیس کتبے تھے یہ مرزا عبدالرحیم افسر نستعلیق نویس اصفہانی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور یہ قطعۂ اشعار حاجی مرزا علی نقشینہ ادیب التجار اصفہانی کے افکار کا نتیجہ تھا جو کہ اصفہان کی طرف سے ایران کی اول مجلس (پارلیمنٹ کے وکیل و ممبر تھے اور اب ان کے صاحبزادے آقا مرزا محمد نقشینہ اہواز میں تجارت کرتے ہیں آپ نے یہ شعر فرمایا تھا کہ ؎

بسعی وکوشش نقشینہ صفاہانی
سمی نائب اول لیس از رسول اللہ

یہ ضریح جدہ میں چار سال تک حاجی ملا حسین تاجر لاری کے پاس رکھی رہی اور اس میں رنگ وغبار وغیرہ آگیا کیونکہ سلطان عبدالحمید خان نے اتنی مدت تک اوسے نصب کرنے کی اجازت نہیں دی آخر میں اجازت ملی اور مدینہ لائی گئی یہ بھی اتفاق کہ جب ضریح ...... کو مدینہ منورہ میں پہنچنے لگے تو ضرورت پڑی کہ اس کا رنگ وروغن درست کر دیا جائے حاجی ابراہیم اصفہانی جو فولاد کے کام کے استاد تھے اس وقت جدہ ہی میں موجود تھے اور ضریح کے ہمراہ جدہ روانہ کیا گیا کہ اپنی نگرانی میں ضریح کو مدینہ منورہ میں جا کے نصب کردے۔ دیکھا گیا تو ایک ٹکڑا اس ضریح کا کم نکلا اس کے واسطے ایک مخبر شخص اصفہان روانہ کیا گیا جو چند روز میں درست کر کے واپس آیا اور ضریح مدینہ منورہ میں نصب کی گئی ۱۳۲۴ھ میں دیکھا گیا تو نہ وہاں گنبد تھا نہ قبہ وبارگاہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گورستان جنت البقیع ہی نہیں ہے کیونکہ ہر جگہ نجاست اور کوڑا کرکٹ تھا جو حالت گنبد وبارگاہ کی ہوئی وہی ضریح چوب شمشاد خاتم کاری فرستادہ صفویہ اور ضریح فولاد وطلا کوب کی تھی وہابیوں نے اون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے نشان تک باقی نہ چھوڑا نہ

قبور ائمہ کا کوئی نشان ہے نہ گنبد کا مزار حضرت حمزہ عم پیغمبر جو دامن کوہ میں تھا اور دیگر قبور ازواج مطہرات رسالت پناہ صلعم وغیرہ سب کھود کے برابر کردیئے گئے مزار حضرت عبداللہ ابن مطلب پدر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وقبور حضرت عثمان ابن عفان و مالک رشترکہ جنت البقیع کے رکن آخر میں تھے اون کی بھی یہی حالت کی گئی۔

سب قبریں کھود کے مثل زمین ہموار کردی گئیں کوئی ٹکڑا مزاروں کے پتھروں یا لوحوں کا باقی نہ رہا اور قبور کا ملبہ راستہ بنانے کے مصرف میں لایا گیا۔ اس جگہ پہونچ کے بے انتہا رنج وغم ہوتا ہے لیکن اس اندیشہ سے کوئی رو کے دل کی بھڑاس بھی نہیں نکال سکتا کہ اگر کوئی وہابی گریہ کناں دیکھ لے تو خدا جانے کس طرح پیش آئے۔

حرم محترم میں قندیل ہائے طلائی وشمعدان نقرئی وطلائی ومرصع تقریباً دو ہزار سے زائد تھیں جنکی زنجیریں بلند اور طلائی ونقرئی مرصع کاران کے علاوہ حضرات صحابہ وحرم رسول اکرم میں بڑی کثرت سے بیش بہا جواہرات تھے جنکی قیمت خدا ہی خوب جانتا ہے۔ غرضکہ اُن اشیاء نادرالوجود و بیش قیمت چیزوں میں سے ایک بھی وہاں موجود نہیں ہے۔ سُنا ہے کہ یہ تمام اشیاء زمانہ جنگ میں بحکم قائد لشکر عثمانی مدینہ منورہ سے استنبول پہونچ گئیں اگر اُن کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو لاکھوں لیرہ عثمانی تک پہونچے یہ شمعدان وقندیل نہایت مرصع تھے اور ان میں جواہرات بھی تھے حرم مطہر شہر کی ایک بڑی مسجد کے مانند رہ گیا ہے اشیاء تجمل وشوکت سے کوئی بھی باقی نہیں ہے۔

مدینہ طیبہ میں پہلے دستور تھا کہ اگر کوئی شخص شادی کرنا چاہتا تھا تو خادم قبر مطہر حضور رسول کریم سے چند قطعات آئینہ بزرگ وچہل چراغ وسہ سری

وچہار سری دپنج سری عاریتاً لے لے اور بعد اختتام شادی کچھ نذرانہ کیساتھ واپس کردے اب وہ زینت کے کپڑے یا آئینہ وچہل چراغ وسہ سری وشمعدان وغیرہ کہیں نہیں ہیں خداجانے کیا ہوگئیں۔ ضریح فولاد ضریح شمشاد جن کے ٹکڑے کرکے کوڑے میں ڈالدیئے گئے اگر ایران یا مصر میں بھیجدی جاتیں تو ان وہابیوں کو لاکھوں لیرہ کی رقم وصول ہوجاتی مگر یہ اُن کی عادت کے خلاف ہے۔

وہابی سعد بن وقاص اجلہ صحابی رسول کی اولاد سے کہلاتے ہیں اور اسی قسم کے تشدد تیرہ سو برس سے کرتے چلے آئے ہیں مدائن وکسریٰ کے ایوانات شاہی کا سامان زینت وتجمل ان کے ہاتھوں نہایت بیدردی سے برباد ہوا اور برابر کہتے تھے کہ یہ اسباب بت پرستی ہیں۔ ہمارے پیغمبر صلعم قرآن میں مسلمانوں کے لئے احکام لائے اور چلے گئے صحابہ نے اُن احکام کو جاری رکھا اور چلے گئے وہ اس کی توقع نہیں رکھتے کہ کوئی اُن کی قبر کو بوسہ دے یا قبر پر چراغ روشن کرے یہ کام بت پرستوں کا ہے۔

جریدہ "الاہرام" مصر نے بعض اُن دفعات کو شایع کردیا جو برطانیہ اور سلطان ابن سعود کے مابین عہدنامہ ہوا ہے۔ حجاز کی سیاسی فضا پر جو پردہ پڑا تھا آخر اُٹھ گیا اور بے نقاب ہونے کے بعد حقیقت سامنے آگئی کہ حجاز کی محکومی کا استمراری پٹہ لکھدیا گیا۔

(الف) ابن سعود کی سلطنتوں میں کسی حالت میں بھی کوئی افسر ایسا مقرر نہیں کیا جائیگا جو حکومت برطانیہ کے لئے ضرررساں ثابت ہو۔

(ب) اگر ابن سعود یا اُس کے اتحادیوں کے علاقہ پر کوئی غیر ملکی سلطنت حملہ آور ہوگی تو برطانوی حکومت ابن سعود کی امداد کرے گی اور اس امداد کے معاوضہ میں بشرط ضرورت مزید معاونت کے متعلق عہدنامہ کیا جائیگا۔

(ج) ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ کسی غیر ملکی سلطنت سے نہ تو کوئی معاہدہ کرے گا نہ اتحاد کرے گا اور دوسری سلطنتوں سے بذریعہ خط وکتابت بھی کوئی سلسلہ نہیں

رکھیگا اگر ابن سعود کو کسی غیر ملکی سلطنت کے ارادہ کے متعلق اطلاع ملیگی کہ یہ سلطنت اوسکے علاقوں میں مداخلت کرنا چاہتی ہے تو وہ برطانوی حکومت کو مطلع کریگا۔

(۵) ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ برطانوی حکومت کی منظوری کے بغیر مذکورہ بالا علاقہ جات کے کسی حصہ کو نہ فروخت کریگا نہ رہن رکھیگا نہ اجارہ پر دیگا نہ اور کسی طریقہ سے جو منظور شدہ ہو اُس میں تصرف کریگا۔

ابن سعود دوسری حکومتوں اور اُن کی رعایا کو (مذکورہ علاقہ جات میں) نہ مراعات دیگا نہ کوئی ٹھیکہ دیگا نہ اُن سے کسی قسم کے شرائط طے کریگا۔

ابن سعود اس بات پر رضامند ہے کہ وہ غیر مشروط طور پر برطانوی حکومت کی ہر ہدایت پر عمل کرے۔ یہ ہدایات خود اُس کے مفاد کے لئے خواہ بہتر ہوں یا نہ ہوں۔

دفعات مندرجۂ بالا کا مفہوم نہایت واضح ہے اور اس کے بعد بھی "متمسک بکتاب اللہ" کے مدعی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ غیر مسلم کو سرزمین حجاز مقدس میں حق سیادت دینا کیونکر جائز قرار دے لیا گیا کیا ایسے موقعہ پر رسول اکرم کا قول یاد نہیں رہتا ہم اگرچہ اپنی رائے کو محفوظ رکھنے کا تہیہ کرچکے ہیں اور صدہا گوشے ایسے ملے کہ نکتہ چینی کا محل تھا مگر خاموش رہے۔ اس موقعہ پر ہم سے نہیں رہا گیا اور حق بات کو چھپانے کی جسارت نہیں کرسکتے۔ جہاں مندرجہ بیان جنت البقیع کے آخری حصہ میں نجدیوں سے غیر متوقع اور غیر معمولی فعل یہ سرزد ہوا ہے کہ اشیاء نادرہ کو تباہ و برباد کردیا لیکن اسکی کوشش نہیں کی کہ اُس سے فروخت کرکے منتفع ہوں بلکہ اسی پر اڑے رہے کہ یہ سامان بت پرستی ہے ہم اسے گوارہ نہیں کرسکتے کہ قائم رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُنکی شقاوت اور بدنیاتیوں کی پاداش میں فطرت نے اس کے سمجھنے کا موقعہ ہی نہ دیا ہو کہ اشیاء سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ بہرلوع کچھ بھی ہو ایسی حریص قوم سے بعید تھا کہ وہ طلاء و زر کے معتدبہ حصہ کو ٹھکرادیتے اگر اپنے رسوخ خیال اور دلوق عقیدت

سے اس نقصان صریح کو گوارہ کیا ہے تو ضرور ایک طرح کا ایثار ہے جسکی مثال ان کے خود افعال سے نہیں ملیگی۔ ان کے کارنامے النقض کا لجر ہیں جو حجاج کو تکالیف دیکر روپیہ فراہم کیا ہے۔

سامان تجمل۔ عیش وراحت کے سامان سے اگر واقعی نفرت ہے اور معمولی شبہ پر وہ اُس کی بربادی پر تل جاتے ہیں تو کیا اون کا موجودہ طرز عمل اُون کی خودنگاہ میں قابل گرفت نہیں ہے۔ ہم نے اخباروں میں اکثر ایسی خبریں پڑہی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دراصل استبداد و استبداد کے پردہ میں صرف جور وظلم پنہاں ہے۔ ورنہ یہ خبر ذیل ہمارے دعوے کی دلیل ہے کہ ابن سعود بڑے عیش سے وقت گذار رہے ہیں اگر وہ اپنی کج فہمی سے نہیں سمجھتے تو ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ "پایونیر" کی ذیل کی خبر سے کیا مترشح ہوتا ہے:-

اب ابن سعود نے غریب اونٹ کو خیرباد کہدیا اور پالش شدہ ایلومنیم کے آٹھ انگریزی موٹر کاریں منگائی ہیں جنکی قیمت گیارہ ہزار پونڈ ہے۔ آئندہ سے ابن سعود صحرا کا سفر انہیں موٹروں کے ذریعہ سے کیا کرینگے۔ آپ کی دو درجن حرموں کے لئے سفری حرم سرائیں بھی منگائی گئی ہیں۔ جن میں ہر قسم کی آسایش کا انتظام ہے۔ ان کی چھتیں غیر شفاف شیشے کی ہیں۔ کھڑکیاں نہیں لگائی گئیں ٹمپریچر میں اعتدال برقی پنکھوں سے قائم کیا جائیگا۔ محافظ دستہ جس میں پچاس جوان ہیں ایک تیز رو جانے اسنک (ایک قسم کی موٹر کار) میں سفر کیا کیا کرے گا۔

اللہم احفظنا من کل بلاء الدنیا

باب ۱۱

واقعات ارضِ مقدس و اہل ہند

باہمی مخالفت و نفاق کچھ ابتدا ہی سے اسلام میں پیدا ہو گیا کہ فرقہ بندی اور کشمکش کے جذبات روز افزوں ہوتے گئے اسلام کی قوت اس انتشار و افتراق سے لازمی طور پر کمزور اور منتشر ہوتی گئی۔ دیگر اقوام کو ہماری باہمی خانہ جنگی سے موقعہ مل گیا کہ ہمارے خلاف اپنی طاقت کو بڑھائیں اور مختلف تدابیر سے ہمیں غفلت کی لوریاں دیں اور خواب خرگوش سے بیدار نہ ہونے دیں۔ انتہا یہ ہوئی کہ اب حالت بہت سقیم ہو گئی ہے اور فرقہ بندیوں کا دائرہ حد سے وسیع ہو گیا ہے۔ تذلیل توہین باہمی فتنہ و فساد کو کج فہم اسلام کی عین خدمت سمجھنے لگے۔ یہ صفات کوئی جہلا کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اہل علم کے نزدیک بھی یہ معائب محاسن بن گئے۔

لفظ اسلام پر غور کیا جائے تو اسلام کا مقصد اور اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے اعمال اور ایسا تمدن اختیار کیا جائے جو دین و دنیا میں مخلوق کی سلامتی اور فلاح و بہبود کا باعث ہو۔ ایسے حالات میں جبکہ اہل اسلام یا اُن کے دین و ایمان کی سلامتی اور بقا کا خطرہ درپیش ہے کسی طرح بھی جادۂ اصلاح و امن سے انحراف کر کے بلا وجہ نفاق و شقاق کی صورتیں پیدا کر کے مفسدین فی الارض کا مستوجب ہونا اسلام کی صریح مخالفت ہے۔

اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ نفاق کی جڑ قائم ہو جاتی ہے تو قوائے بہیمی و نفسانی انسانی عقل کو نہایت آسانی سے مغلوب کر لیتی ہیں اور رفتہ رفتہ وہ انسان جمیع ذمائم و عیوب کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج جو عیوب

مسلمانوں میں اپنے شعائر کو ترک کرنے سے پیدا ہو گئے ہیں وہ کسی دوسری قوم وملت میں مجموعی طور پر اس قدر نہیں ملیں گے۔ مسلمان اپنے فرائض پر غور کرنے کے لیے اوسی طرح خلق ہوا ہے جس طرح دوسرے مذاہب والے جس اسلام پر بجا طور پر ہم فخر کرتے ہیں کیا اوس کا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ اس کے وجود کو فنا و بربادی کے خطرہ سے بچانے کے لیے تھوڑے ہی دنوں سہی باہمی آویزشوں اور مخالفتوں سے دستکش ہو جائیں سب کو معلوم ہے کہ نجدی حکومت نہ ارکان حج ادا کرنے دیتی ہے نہ صحیح طور سے نماز پڑھنے دیتی ہے اسی طرح تمام واجبات و مستحبات میں رخنہ انداز ہے اور کس قدر ظالمانہ و وحشیانہ طرز عمل ہے مرکز اسلام میں کچھ دنوں تک اگر یہی صورت حالات قائم رہی تو عالم اسلام میں یہی لائحہ عمل سمجھا جائے گا۔ اس کی تقلید مسلمانان عالم کرینگے۔ احکام خدا و رسول درہم برہم ہو جائیں گے۔ ہم اپنے نقطہ نظر سے دونوں گروہوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور مخالفین وموافقین سلطان نجد کو چاہیے کہ بصمیم قلب تمام باتوں پر غور فرمائیں کج فہمی کورانہ تقلید کو چند روز کے واسطے ترک کردیں متحد العمل ہو جائیں کہ ادبار کی گھٹائیں سر سے دور ہوں حقیقی معنوں میں اپنے مذہب حقہ کی خدمت ادا ہو سکے۔

حکومت نجد نے جو کچھ تشدد اور مظالم ارض مقدس پر روا رکھے ہیں اونہیں سُن کے ایک جاہل اور لا مذہب آدمی بھی یہی کہیگا کہ یہ سب کارروائیاں حد درجہ کی وحشیانہ اور ظالمانہ ہیں اگر کوئی شخص کمال جسارت سے ان باتوں کے متعلق انکار کرے تو ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت کو چھپاتا ہے۔ کیونکہ خبریں پہنچنے کا ذریعہ ہمارے پاس سوائے اخبار و رسائل کے اور کیا ہے اگر وہ قابل اعتماد نہیں ہیں تو ہر خبر کو غلط سمجھنا چاہیئے مگر ایسا نہیں ہوتا اول تو سب خبریں نہ غلط ہوتی ہیں نہ صحیح غلطی وصحت دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہوتا ہے دوسرے ان واقعات کی مزید تصدیق

علیٰ مشاہدات سے ہو چکی ہے لہذا اب شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی کیونکہ تصدیق کرنیوالے معتبر اشخاص ہیں ایسی صورت میں جو لوگ ان خبروں کی تردید کرتے ہیں اور حمایت وہابیہ میں مساعی ہیں کج فہمی کو ترک کر کے ٹھنڈے دل سے واقعہ پر غور کریں۔ جو حق بات ہو اُس کی تائید کریں۔ حجاج وزائرین کی ایذا رسانی بڑے بڑے محصولات لگانا اُن کی بیحرمتی اور حجازیوں پر طرح طرح کے ظلم ہاتھ پاؤں کاٹنا۔ قتل کرنا گھروں کو لوٹنا عورتوں کی پردہ دری کرنا مسلمانوں کو مشرک وکافر کہہ کے اُن کی جان ومال کو حلال جاننا مناسک حج کے ادا کرنے میں دقتیں پیدا کرنا۔ پیشوایان وبزرگانِ دین کے مزارات ومآثر کو کھودنا۔ قبروں کے نشانات مٹانا وہاں پر بالقصد نجس اور گندی چیزیں مثل بول وبراز کے پھینکنا کیا وہابیوں کے ان افعال کو اسلام مستحسن خیال کرسکتا ہے۔ انہدام مآثر وقبور کے متعلق اگرچہ وہابیوں نے کتب فقہ سے ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی بے ربط تاویلیں اور دلائل وبراہین سے کام لیا مگر جواز کو ثابت نہ کرسکے۔ عقلی ونقلی کسی ذریعہ سے ان باتوں کو کوئی ذی ہوش اچھا نہیں سمجھ سکتا۔

جو اپنی حرکات وافعال کے سبب سے مفسد فی الارض ثابت ہو اُس کی جنبہ داری وہمدردی کسی طرح مناسب نہیں۔ کیا ہم اس پر غور نہیں کرسکتے کہ بانئی اسلام اور اُن کے جانشینوں نے اس بارہ میں اپنا کیا طرز عمل رکھا تھا اون سے زیادہ احکام اسلام سے باخبر ہونیکا کوئی دعویٰ کرسکتا ہے۔ ملک عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کے بہت سے متبرک مآثر تھے رسول اللہؐ یا اُن کے جانشینوں نے اُن کو کیوں نہ مسمار کردیا۔ شام وفلسطین کے فتح ہونے کے بعد یہودیوں کے بزرگوں کی قبریں اور مآثر کیوں نہ برباد کرادئیے۔ بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ لوگ یہودیوں کے مقدس مقامات کی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور کوئی بیحرمتی روا نہ رکھتے تھے۔ حالانکہ کفار وہاں مشرکانہ مراسم بھی ادا کرتے تھے کیا اس سے یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ سرور عالم صلعم اور صحابہ کرام نے عمارات بحالہ

چھوڑ کے احکام اسلام سے غفلت برتی نعوذ باللہ ایسا خیال بھی ایک مسلمان کے واسطے لازم نہیں۔

ابن سعود کی دراز دستیاں مختلف قابل وثوق ذرائع سے مصدق ہو چکیں اور حجاز کی جدید حکومت پر عام مسلمانوں کی طرف سے بدنظمی استبداد پیمان شکنی اور توہین مزارات کے سنگین الزام عائد ہو چکے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی وہ تمام جماعتیں جنہیں حجاز کی مقدس سرزمین کا ذرہ ذرہ اُس کی مختلف مذہبی خصوصیات کیوجہ سے عزیز ہے اس مسئلہ خاص میں پورے طور پر متحد نہ ہو جائیں۔

ابتدا میں اس احتیاط کی گنجائش تھی کہ طائف و مکہ میں نجدی شورشوں کا دردانگیز افسانہ اُن کے سیاسی دشمنوں کی زبانوں سے سنا گیا ہے اس لئے اُس پر یقین کرنا خلاف عقل تھا لیکن اب جبکہ اُس داستانِ قباحت سامان کا ایک ایک حرف دوستوں کی زبانی صحیح ثابت ہو چکا تو اب حمایت ابن سعود کا آخری سہارا بھی بیکار ہو گیا۔ ابن سعود کو دوستانہ فہمائش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا احتجاجی منزلیں ایک ایک کر کے ختم کیجا چکیں جسقدر نرمی و استمالت سے کام لیا اُسی قدر تشدد میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت امیر حمزہ۔ حضرت آمنہ خاتون کے مزارات منہدم کرنے پر جیسے اُس کا جواب یہ ملا کہ جنت البقیع کی محترم قبریں قساوت کے ساتھ برباد کر دی گئیں ہم نے طائف کے مظالم پر فریاد کی آوازیں بلند کیں تو اس مرتبہ صدہا حاجی نجدی ناقوں سے پامال کئے گئے اور حجر اسود کا بوسہ لیتے میں درّے لگائے گئے ؎

از قہر حبیب وسینۂ خود پارہ میکنم
وستم نمی رسد بگریبانِ روزگار

مزارات جنت البقیع کے محترم مزاروں کا انہدام اگر معمولی سانحہ ہے تو خیر زبانی احتجاج کر کے خاموش ہو جانا برا نہیں لیکن اگر اس واقعہ کے اثر سے روح ایمانی

لرزہ میں ہے اور وقار اسلامی کا عالم احتضار ہے۔ ذراسی غفلت مومنین کے گروہ سے نکال کر خاسرین میں داخل کر دینے والی ہے تو مذہب کو یقیناً جان ومال کی قربانی کا طالب ہونا چاہیئے لیکن اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ عاجلانہ اور غیر دانشمندانہ طور سے اپنی عزیز جان کو خطرہ میں ڈالدیا جائے۔ عقل سلیم۔ باہمی شوریٰ۔ یکدلی ویکجہتی۔ عام اتحاد وغیرہ آلات سے مسلح ہو کے دشمن کے دفعیہ کا تہیہ کرنا چاہیئے۔ محترم افراد کے مزاروں پر سعودیوں کی جانب سے وحشت خیز وغیر روادارانہ عقائد وعمل کی جو تکلیف وہ مظاہرہ کیا گیا ہے اُس کا جواب بھی اپنی بساط کے موافق موثر اور واجبی دینا لازمی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ مذہبی خدمات کی بجا آوری کے راستہ میں گل ویاسمین کا فرش مکلف بچھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ جو کوئی اس خارزار جادہ پر گام فرسا ہوتا ہے اُسے آبلہ پائی کے ساتھ ہی ساتھ اس منزل کو استقلال سے طے کرنا پڑتا ہے۔

ہندوستان میں اس مسئلہ کے متعلق کئی تحریکیں موجود ہیں بعض اہل الرائے کا خیال ہے کہ ایک زبردست وفد جو مختلف جماعتوں کے بااثر افراد پر مشتمل ہو وایسرائے کی خدمت میں جائے اور اُن سے کہے کہ ابن سعود نے حجاز میں جو حشر برپا کر رکھا ہے اُس سے ہم مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو رہا ہے اور چونکہ حاکم نجد حلیف برطانیہ ہے اس لئے گورنمنٹ ہند کا فریضہ ہے کہ وہ حکومت نجد کو ان غیر اسلامی اقدامات سے جنہوں نے اسلامی دنیا میں ہلچل ڈالدی ہے باز رہنے پر مجبور کرے۔ اگرچہ آستانہ حکومت کی جبین سائی قابل اعتماد نہیں لیکن اتماماً للحجۃ تجربہ کر لینا چاہیئے۔

وایسرائے کے یہاں وفد لیجانے میں شرعی نقطہ نظر سے کوئی وقت بھی نجاست موجود پائی نہیں جاتی۔ البتہ صرف ایسی کوشش پر انحصار نہ کیا جائے۔ کچھ رہنمایان قوم کا خیال ہے کہ اسلامی سلطنتوں میں بااثر وفود بھیجے جائیں اور اسلام کا واسطہ دیکے اُن سے اپیل کیا جائے کہ وہ حکومت حجاز کے خلاف ایسی سخت تدابیر اختیار کریں جن سے ابن سعود کی مستبدانہ حکومت کا خاتمہ ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اس نسخہ کا بنیا ہر حالت میں

ضروری ہے ہم بغیر اسلامی سلطنتوں کی اعانت کے ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں کو اس یاد دہانی اور فریاد و فغان سے ہمدردی پر آمادہ کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ نا ممکن ہے کہ ان واقعات کا علم اونہیں نہ ہو اور علم ہونے پر اگر مذہبی درد رکھتے ہیں تو بھی ہیجان واضطراب اون میں بھی پیدا ہونا چاہیئے کیا اون کو اپنے فرض سے غفلت کرنی چاہیئے کیا یہ کوئی سیاسی اور فرقہ وارانہ مسئلہ ہے۔ مذہبی معاملہ میں ہر ایک کو بقدر توفیق تامل نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ آزاد سلطنتیں زیادہ احق ہیں کہ شدائد و مظالم کا انسداد کریں ہم البتہ کس مپرسی کی حالت میں ہیں اور بجز رونے دھونے یا دعاؤں کے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمارے راستہ میں جس قدر مشکلیں حائل ہیں مقابلتاً اون کے لئے کوئی نہیں اُن کا جذبۂ مذہبی درد قدمی تازہ اور ترقی پذیر ہے ہمارے جذبات غلامی کی زندگی میں رہتے رہتے کمزور کیا فنا ہونے کے قریب ہو گئے۔ البتہ ہم کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ بے بسی اور مجبوری کے باوجود ہم اون کے ساتھ ہر خدمت قومی کے واسطے تیار ہیں مذہب کے لئے ہمیں اپنی جانیں قربان کرنے میں مطلق دریغ نہیں ہم کو معلوم ہے کہ شہادت کے جانبازانہ ولولوں کو کوئی مادی طاقت آجتک روک نہیں سکی سچے سرفروش کے محیر العقول جذبات کے روبرو بڑی سے بڑی سلطنتوں کو سر جھکا دینے پڑے ہیں جس وقت ہم اپنے حقیقی جوش کے ساتھ مضطربانہ انداز سے سرکبف ہو جائیں گے تو جس قدر سنگ راہ ہیں خود بخود دور ہوتے جائیں گے۔

ابن سعود کا مجموعی حیثیت سے سرزمین حجاز میں جو طرز عمل ہے کم از کم سیاسی حیثیت سے مہلک ترین غلطی سمجھنے میں تمام گروہ متفق ہیں ہر شخص مانتا ہے کہ ابن سعود کے غلط رویہ نے اسلامی شیرازہ کو بہت منتشر کر دیا ہے اور اس لئے مرکز اسلام حجاز مقدس میں اُسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اوس کی سلطنت کا مزید استحکام جدید فتنوں کے برپا ہونیکا سبب ہو گا۔ کچھ دنوں یہی حالت رہی تو کعبہ کی مرکزیت کو ایسا ضرر پہونچیگا

جسے کوئی مسلمان گوارہ نہیں کرسکتا۔ سرزمین حجاز سے موجودہ ملوکیت واستبداد کے قلع قمع کا مقصد کبھی پورا نہیں ہو سکتا اگر اسلامی جماعتوں میں اتحاد نہ ہو۔

استیصال بدعات کے پردہ میں جدید مہلکات و بدعات کو رائج کرکے اسلام کی بنیادیں گرائی جارہی ہیں۔ جنت البقیع کے مزاروں میں آسودہ ہونے والے ستارے ہما چکے ان کی واجب الاحترام قبور پر پھاوڑے چل چکے ہیں نرم بستروں پر پاؤں پھیلانیکا کوئی حق نہیں رہنمایان قوم کے سر سے کفن لپیٹنے کا اور کون وقت آئیگا۔ علماء مذہب کس دن قیادت کرینگے افسوس ہے کہ نجدی وحشیوں کی موجودہ زشت خوئی و بربریت کو وثوق کے ساتھ جانتے ہوئے بھی بعض اسلام فروش اخبار کس قدر جانگداز و جانگسل وعظ مسلمانوں کو سنا رہے ہیں۔ ابن سعود کے خلاف کوششیں افتراق اُمت کا باعث ہو رہی ہیں۔ اُس سے اگر چند معمولی سی لغزشیں ہوئی ہیں تو اُس کا یہ نتیجہ نہیں ہے کہ اُس کی حکومت کے استیصال کی تدبیریں کی جائیں۔ اگر مسلمانوں کا یہی غلط رویہ رہا تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ پھر مسلمانوں کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں رہ سکتی مصرع

آج وہ کل ہماری باری ہے

"مسئلہ حجاز اور ہمارا لائحہ عمل" کے عنوان سے مولوی حکیم اسرار الحق صاحب امروہوی کا ایک فاضلانہ مضمون اخبار "سرفراز" لکھنؤ میں شائع ہوا تھا اُسے ہم بجنسہ ضیافت طبع ناظرین کے واسطے درج کرتے ہیں کیونکہ ہمارے قائم کردہ عنوان کے تحت میں بالکل موزوں ہے۔

عالم اسلام پر تیرہ سو سال میں بہت سی مصیبتیں آئیں اور ان کیسے تباہ کن اثرات لئے اسلامی دنیا کو ہلاکت کیطرف لیجانا چاہا۔ مگر یہ دین الٰہی کسی کوشش سے تباہ نہ ہوسکا یوں تو اس خدائی مذہب اور اس کے سربرآوردہ افراد پر ہزاروں بلائیں کفار و مشرکین دشمنان خدا کے ہاتھوں نازل ہوئیں لیکن قابل یادگار لائق عبرت وہ واقعات جانکاہ

وحوادث دلگداز ہیں جو اُس گروہ کی بدولت اسلام اور مسلمانوں پر وارد ہوئے جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں جیسی نماز و روزہ و حج و زکاۃ کے پابند نہ ہوئے تھے جن کے حق میں خدائے پاک کا ارشاد ہے "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"۔

اس ظالم فرقہ نے خود بانی اسلام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپکی حیات میں صدہا ایذائیں پہونچائیں اور حضور رسول مقبول صلعم کے بعد جو واقعات خلافت راشدہ سے شروع ہوئے اور آخر دور سلطنت بنی اُمیہ تک برگذیدگان الہٰی مقبولان بارگاہ ایزدی کے ہمراہ ہوتے رہے وہ بھی سب اسی گمراہ گروہ کی ریشہ دوانیوں کا اہم نتیجہ تھے۔ پھر اس فرقہ ضالہ کی وہ مخفی تدبیر جو اس نے اسلام کو نقصان پہونچانے کی غرض سے شروع کی تھی ایسی شائع و رائج ہوگئی کہ وہ خیالات و عقائد گستاخیاں اور بے ادبیاں اسلام کی تعلیم میں داخل ہوگئے۔ جسکی بڑی وجہ سلطنت اسلامی پر صدہا سال تک اس گروہ کا تسلط قائم رہنا تھا جسکی تحریکیں کو دنیا کی بڑی قوت وطاقت رکھنی والی بادشاہتیں سیکڑوں برس مذہبی رنگ میں رنگ کر خوف و طمع کے جال بچھاکر دنیا میں رائج کرنا چاہیں وہ جس حد تک ترقی کر سکتا ہے یہ ایسا اہم نقصان تھا جو اسلام اور مسلمانوں کو پہونچا جسکی تلافی بغیر قوت خداداد اور ارادہ الٰہی کے اگر ناممکن نہیں تو سخت دشوار ضرور ہے۔ جس کا کھلا نتیجہ آج ظاہر ہو رہا ہے کہ تعلیم اسلام کے خلاف خود مسلمانوں کے گروہ کے گروہ اُن عقائد و خیالات باطلہ کو حقیقی اسلامی عقائد بتا رہے ہیں اور سواد اعظم اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد حقہ اور خیالات صحیحہ کو باطل اور مخالف اسلام بتانے میں پوری کوشش نہایت دلیری سے کر رہے ہیں۔

گویا کہ آج تیرہ سو برس کے مسلمانوں کے مسلمات جنکو بانی اسلام صلعم نے بہانگ دہل "ما راٰہ المسلمون حسنا فھو حسن الخ" فرماکر تعلیم اسلام میں داخل فرمادیا تھا اور خباب باری عزّ اسمہ نے "و یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ الخ" فرماکر مسلمانوں کے راستہ کی مخالفت

کو باعث عذاب ارشاد فرمایا ہے ترک و بدعت میں داخل مانے جارہے ہیں حتیٰ کہ سادہ لوح
اور اسلامی عقائد کی طرف کم توجہ رکھنے والے مسلمان بعض وقت سچے مسلمانوں کے مقابل
ان مسلمانوں کے ظاہری افعال واحوال کو دیکھکر حیران رہ جاتے ہیں کہ ان عقائد میں سے
کونسے حق ہیں اور کونسے ناحق لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آجتک مسلمانوں میں کثرت
سے وہی مسلمان اہل ایمان ہیں جن کو سلف صلحا کے عقائد واعمال کی محبت باقی ہے۔

اور آج جبکہ نجدی حکومت نے مرکز اسلام حرمین شریفین میں اپنے عقائد باطلہ اور خیالات
فاسدہ کی آڑ میں ہزاروں اہل ایمان کو کافر ومشرک بتاکر شہید کیا اور صحابہ کبار واہل بیت
اطہار علیہم السلام کے مزارات مقدسہ ومشاہد وآثار قدیمہ کو نیست ونابود کیا تو دنیائے اسلام
میں بجز ایک فرقہ کے جن کو مسلمان پہلے وہابی کہتے تھے اور آج نجدی یا خارجی یا منافق کے
الفاظ سے یاد کرنا زیبا ہے کوئی طبقہ اور کوئی گروہ ایسا نہ ظاہر ہوا جس نے اوس ملعون ازلی
کے اون مظالم ومکائد کو نفرت وحقارت کی نظر سے نہ دیکھا ہو" فالحمد للہ

لیکن ہندوستان میں تمام ممالک اسلامیہ سے زیادہ اس گروہ ناہنجار کی تعداد
زیادہ پہنچ گئی ہے اور خوبی قسمت سے اسلام کی تعلیم کے مدارس اور دوسرے ذرائع کثرت سے
اسی گروہ کے قبضہ میں ہیں اگرچہ اس فتنۂ ابن سعود کے ظہور کے بعد لاکھوں مومن اس
امر سے واقف ہوگئے ہیں کہ ہندوستان کے شہروں اور قصبوں میں بلکہ مواضعات
تک میں ہزاروں ابن سعود اور ابن عبدالوہاب موجود ہیں اور عام طور پر مسلمانوں میں انکے
خلاف تحریکات شروع ہوگئی ہیں مگر پھر بھی ہمارے بہت سے بھائی یہ سوال کیا کرتے
ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابن سعود مردود و منافق دشمن خدا ورسول ہے اور جو مظالم
اوس نے حرمین شریفین میں ڈہائے ہیں وہ ضرور اس قابل ہیں کہ اوس کی ہر امکانی
کوشش کرنا ہر اہل ایمان کا مذہبی فرض ہے اور ہم بھی ہر اوس صورت کے عمل میں لانیکو
تیار ہیں جس سے ابن سعود کو نقصان پہونچے مگر ہماری بیکسی وبےبسی پر عرب سے ہندوستان

کی دوری اس قسم کے اسباب ہیں کہ ہم سوائے اس کے کہ خدا سے دعا کریں اور کچھ نہیں کر سکتے ہاں اگر خدام الحرمین کے کارکن حضرات کوئی لائحہ عمل ایسا بتائیں جس پر چل کر ہم ابن سعود نجدی کو نقصان پہونچا سکیں تو ہم بڑی خوشی سے اوس پر عمل کرنے کو تیار ہیں اور واقعی یہ ایک ایسا اہم سوال ہے کہ تمام اُن بزرگانِ قوم کا فرض ہے جو ابن سعود کے خلاف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنا چاہتے ہیں کہ کسی کافی جواب سے اہل اسلام کے دلوں کو مطمئن کر دیں اور پھر وہ اور ہم سب ملکر اوس لائحہ عمل پر چلنے کی کوشش کریں اگرچہ علمار اہلسنت اور مجتہدین شیعہ نے مختلف مقامات پر اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن صاف صاف الفاظ میں ابتک کوئی طریقہ عمل مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا کے توکل پر ہم اِس جواب سے عہدہ برا ہونے کی کوشش کریں اور ارا کین خدام الحرمین و حجاز کانفرنس وغیرہ اس پر غور فرما کر اگر پسندیدہ سمجھیں تو اپنی انجمنوں کا مقصد اعظم قرار دیکر پوری کوشش اس کی اشاعت اور ترویج میں کریں "وما توفیقی الا باللہ"

ناظرین کرام :- کسی مخالف اور دشمن کی مدافعت اور ہلاکی و تباہی کے واسطے دو طریقوں کا استعمال ضروری ہے۔ ایک اُس دشمن کے ہاتھ پاؤں اور ہتھیاروں وغیرہ سے مدافعت کرنی دوسرے اوس کی اُن قوتوں کو نقصان پہونچانا جن کی بدولت وہ مقابلہ کے لائق ہے۔ مثال کے طور پر یوں کہ سکتے ہیں کہ کسی حملہ آور فوج کی مدافعت میں اوس کو قتل کرنا یا بھگا دینا ضروری ہے ویسے ہی ایک عمدہ تدبیر یہ بھی ہے کہ اُس کے سامانِ حرب کو فنا کر دیا جائے۔ اور رسد نہ پہونچنے دی جائے اس تدبیر سے وہ فوج بغیر لڑے بھڑے قابو میں آجاتی ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ کسی جسمی مزاج کے علاج میں ایک اس امر کی ضرورت ہے کہ اوس موجودہ مرض کو عمل جراحی سے دور کیا جائے اور مرہم وغیرہ لگا کے اوس زخم کو

مندمل کیا جائے اور دوسری اہم ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اس دنبل کے سبب اور مادہ کو بدن سے خارج کیا جائے اور باقی مادہ کی اصلاح کی جائے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں مثالوں میں دشمن کی مدد و معاون طاقتوں کو فنا نہ کرنا اور محض اس مخالف کو دفع کر دینا گو بظاہر اس وقت آسان اور مفید معلوم ہوتا ہو لیکن چند روز بعد جب وہ دشمن دفع ہو کر پھر اپنی انہیں معاون اور مدد قوتوں کی مدد سے دوبارہ اور سہ بارہ زک پہونچاتا ہے تو اس وقت کی کم فہمی اور سوء تدبیر پر افسوس کرنا پڑتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اصل مقصد پر غور کرنا چاہیے کہ اسی اصول پر مسلمانان عالم غور کریں کہ اسلام کے جسم میں ابن سعود کوئی نیا اور نرالا پھوڑا نہیں ہے اس سے کروڑوں درجہ زیادہ قوی اور سخت دنبل پیدا ہو کر فنا ہو چکے اور اس وقت کے اہل ایمان نے یا جانکر تساہل کیا یا قدرت نہ پائی کہ اس مادہ اور سبب کا اسلام کے جسم سے اخراج کر لیتے جسکا نتیجہ روز بروز زیادہ ردی نکلتا آیا جس طرح کہ کسی زخم کا مادہ اپنے ارد گرد کے گوشت اور پوست کو آہستہ آہستہ اپنے رنگ فساد میں رنگتا جاتا ہے اور خون کی پیپ بناتا جاتا ہے۔ اوسی طرح اس جسم اسلام کے دنبل کے مادہ نے بھی اپنے قریب قریب افراد قوم کو اپنے فاسد اور باطل خیالات کے رنگ میں رنگین بنا لیا اور بالآخر آج وہ وقت آگیا کہ ابن عبد الوہاب جبکہ ۱۲۳۲ھ میں حرمین شریفین پر حملہ آور ہوا تھا اور وہی افعال بد و مظالم اس مردود نے وہاں کئے تھے اور سلطان روم علیہ الرحمتہ نے محمد علی پاشا حاکم مصر کے ذریعہ سے اوس کو اور اس کی فوج کو معدوم و مفقود ہلاک کرا دیا تھا تو دنیائے اسلام میں دو مسلمان بھی ایسے نہ تھے جو ابن عبد الوہاب کی تائید و تحسین پر گفتگو کرتے ملجائیں اور آج جبکہ ابن سعود نے ۱۳۴۳ھ میں ایک سو دس سال ہی کے بعد اس کی مردہ سنت کو جلایا اور حرمین شریفین پر قابض ہو کر پھر وہی مظالم اور سفاکیاں کیں۔ لاکھوں مسلمان اگر نہیں تو ہزاروں

مسلمان ضرور گھر بیٹھے اوس کی اور اُس کے اصول و عقائد کی تائید کرتے نظر آتے ہیں
اور یہ کس قدر خطرناک نہیں ہے کہ اُس کے مؤید نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ عالم وفاضل
مقرر و لکچرار واعظ و مفتی کوئی قصبہ یا گاؤں ہندوستان کا ایسا باقی نہیں جہاں
ابن سعود کی تائید میں صدا بلند نہ ہو۔

اگر آج بھی ہمارے مسلمان بھائی اوسی سلطانِ روم کے اصول پر چلکر ابن سعود
اور اُس کی موجودہ قوت فوجی ومالی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُنہیں بشارت ہو کہ
امام یحییٰ امیر یمن نے اُس ظالم کی ہلاکی کا قصد کردیا ہے۔ خدا اُن کی مدد فرمائے۔
اور اس نام کنندہ اسلام کی " .... ..بشارت جلد مسلمانوں کو سنائے لیکن یہ یاد رہے
کہ بس یہی وقت ہے کہ ایک طرف ہم سب مسلمان متحد ہوکر اوس کی ہلاکی و مدافعت
میں امام یحییٰ کی ہر امکانی امداد کریں تو دوسری طرف ہم اپنا اہم مقصد بنائیں کہ جس مادہ
فاسدہ سے یہ پھوڑا اسلام کے جسم پر برآمد ہوا تھا وہ جسم اسلام سے نکال ڈالا جائے تاکہ
آئندہ اس مادہ کا کوئی دنبل نہ نکلے ورنہ جسطرح کہ اس مادہ نے اس مرتبہ ایکسو دس
برس کی مہلت میں حصہ اسلام کے ہزاروں اجزاء کو اپنے فساد میں شامل کرلیا ہے
اُسی طرح اگر خدا نخواستہ پھر اس کو پچاس سال کی بھی مہلت دیدی گئی تو سارا جسم
اسلام کا خدا نہ کرے فاسد ہو جائیگا - اور تلاش کرنے سے بھی ایک مسلمان ایسا نہ
نہ ملیگا جو سلف صلحا کے عقائد کی تحسین کرسکے یا خروج و نجدیت کے مخالف ہو اور
لطف یہ ہے کہ جس طرح آج ہمارے بہت سے مسلمان بھائی قابل وتعلیم یافتہ علم دین
سے باخبر ہوتے ہوئے ابن سعود کے عقائد واعمال کو عین اسلامی اور موافق شرع
شریف مان رہے ہیں اور سواد اعظم اُمت محمد صلعم کو مشرک وگمراہ کہتے ہیں چند روز
بعد خدا نخواستہ یہی عقائد وخیالات اسلامی تعلیم کے نام سے مشہور ہوں گے اور
اس میں مبتلا ہو جانے والے مسلمانوں کو پتہ بھی نہ چلیگا کہ اون کا دین اور ایمان کہاں تبدیل ہوگیا

بلکہ وہ اسی کو عین ایمان تصور کریںگے۔

ہمیں اس وقت ہندوستان میں رہ کے دو باتیں کرنی ضروری ہیں۔

نمبر ۱ ہر امکانی امداد امام یمن کو دیکر ابن سعود کی ہلاکی میں سعی کرنا۔

نمبر ۲ نجدیوں کو مادی نقصان پہونچاکر آئندہ کے خطرہ سے بچنا۔

اس کی بھی دو صورتیں ہیں التوائے حج کرنا اس لئے کہ امیر حرمین کو کی اوس کی قوت مالی کا ذریعہ حجاج کی آمدنی پر موقوف ہے پس جس قدر مسلمان حج کو جائیں گے اور اپنا روپیہ طرح طرح سے حکومت نجدیہ کے ہاتھوں میں پہونچائیں گے وہ سب بجے حج کے ثواب کے ساتھ اہلبیت اطہار علیہم السلام و صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مزارات و مشاہدو مآثر کے مٹانے میں مدد دیکر بہت بڑا گناہ سر پر لائیں گے۔

پھر نہ صرف اسی حج پر ختم ہو گا بلکہ دین محمد صلعم کی تباہی و بربادی میں یہ مالی اعانت کے مجرم ہوں گے اس لئے کہ جس قدر قوت ابن سعود کو ہو گی اوسی قدر اپنے عقائد و اصول زیادہ مسلمانوں میں شایع کرے گا۔

اپنے اپنے گردو نواح میں منفردانہ اور عام ہندوستان میں متحدانہ یہ سعی کرنا کہ وہابیوں کے عقائد باطلہ کو تقریر و تحریر سے باطل ظاہر کیا جائے اون کے مدرسوں کی امداد کو گناہ عظیم سمجھا جائے۔ اپنے بچوں کو ہرگز ہرگز اُن کے مدارس میں تعلیم نہ دلانی چاہئے اور کسی قسم کی امداد اس گروہ کی قلمے۔ قدمے۔ درمے کرنا نافرمانی خدا اور تباہی مذہب کا باعث جاننا چاہئیے۔ اپنی تعلیم کو اپنے ہاتھوں میں لیا جائے۔ ہر جگہ چھوٹے بڑے مدرسے اپنے کھولے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اپنے نونہال آئندہ اوسی میں تعلیم پائیں۔

یہ ہے وہ لائحہ عمل جس کے سارے مسلمان بھائی طالب ہیں ممکن ہے کہ اس طریقہ پر یہ شبہ کیا جائے کہ بناء اختلاف اور فساد مسلمانوں میں قائم ہو گا اور خدا جانے

کہاں تک نوبت آئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شبہ فضول ہے اس لئے کہ اس طریق عمل میں جنگ و فساد کرنا تجویز نہیں کیا گیا بلکہ جسطرح اس وقت بہت سے اسلامی فرقے اپنے اپنے عقائد پر تعلیم و اعمال و عقائد میں سعی کرتے ہیں اگر سب ملکر اُن متحدہ عقائد کے موافق تعلیم کا انتظام کریں اور اپنی اپنی راہ پر عقائد خروج و تو ہب کی تردید کریں تو کیوں فساد کا اندیشہ ہو۔

اگر ہم مان لیں کہ مسلمانوں کی بے تعداد ہستیاں خدا نخواستہ اس مذہبی تحریک پر قربان ہو جائیں گی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک جناب سیّد الشہدا علیہ السلام کی شہادت کی برابری نہ کرسکیں گے جو تمام مصائب و آلام اُن جناب مستطاب نے اسی مقصد کی تکمیل میں برداشت فرمائے تھے کہ مذہب اسلام میں بنی اُمیہ کے اعمال و عقائد نہ اشاعت پائیں۔ اگرچہ صد سالہ سلطنت بنی اُمیہ نے لاکھوں کوششیں اپنے خیالات پھیلانے میں صرف کیں لیکن ایک تنہا جناب امام عالی مقام حضرت سیدنا حسین علیہ السلام کی مظلومیت ظاہر نے دنیائے اسلام کے قلوب میں اُس گروہ کی نفرت و حقارت اس درجہ جاگزیں کر دی تھی کہ سوائے انہیں افراد کے جو ازل سے خارجی ہمیں ہو چکے تھے۔ کوئی مسلمان اُس طرف متوجہ نہ ہوا حتیٰ کہ آجتک تمام فرق اسلامیہ میں اُن بادشاہوں کے نام پر اولاد کے نام بھی نہیں رکھے جاتے ہم نے نہیں سُنا کہ آج کوئی مسلمان اپنے لڑکے کا نام یزید یا شمر یا قتلی یا ابن زیاد بلکہ معاویہ اور ابوسفیان بھی رکھتا ہو لیکن قربان حضرت سیدالشہدا کی ذات والاصفات پر جنہیں علاوہ اُن تمام کمالات و صفات علیہ کے سیاست کا علم بھی دنیا بھر سے افضل ودیعت کیا گیا تھا اسی طرح اگر آج ہم اپنی ہستیاں اس تحریک کے فنا کرنے میں صرف کر دیں اور ہماری قیامت تک آنیوالی نسلیں اس بلائے عظیم سے محفوظ ہو جائیں تو ہم پر صد رحمت۔

آج اسلامی درد رکھنے والے دلوں میں عبادات ضروریہ کے بعد اس فتنۂ نجدیہ وہابیہ کے فنا کر دینے سے زیادہ کوئی اہم مقصد ہونا اون کے ضعف ایمان یا مداہنت فی الدین کی دلیل ہے۔

باب ۱۲

ابن سعود اور مادہ پرستی

ہمیں بڑی حیرت ہوتی ہے جب بار بار تمام عالم سے ایک ہی قسم کی آوازیں ہمارے کانوں میں پہونچتی ہیں بلکہ وہ آوازیں اس قدر دیرپا اور کثرت سے سننے میں آ ئیں کہ ہنوز گونج رہی ہیں یہ کیونکر کہیں کہ وہ صدائیں ابتدائی ہیں لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ چاہے اونکا سلسلہ صدیوں پر منتہی ہوتا ہو اون کی کرختگی اور خشونت بازگشت کی دلیل ضرور ہے۔ حامیان قوم وملت ننبۂ بیخبری گوش ہوش سے نکالو۔ خواب غفلت میں سونیوالو کچھ تمکو خبر ہے کہ آفتاب نصف النہار پر پہونچا اور تم اسی طرح پاؤں پھیلائے بستر راحت پر کروٹیں لے رہے ہو۔

دنیا عالم اسباب ہے۔ اور عرب کی مشہور ضرب المثل ہے "اللہ نیا نزور ولا یحصل الا بالنزور" ان لوگوں کی بات پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے جو خوشامد کرلینے کے خوگر ہیں جنکی حرص وآز نے فریب دہی وفتنہ پردازی کا بیڑہ اوٹھایا ہے جن کو تصنیف خوانی کا صلہ ملتا ہے وہ اپنے ممدوح کی مختلف عنوانوں سے مدح سرائی میں رطب اللسان ہوتا ہے اگر ہمارے کان بھی ان محامد وصفات کے سننے کا موقع پائیں تو سن لینے میں کیا نقصان ہے لیکن ہم اسے اپنے واسطے مفید کیونکر سمجھنے پر مجبور ہیں مذہبی مسائل شرعی احکام عمل ملت یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے واسطے معقولات ومنقولات کا

ذخیرہ درکار ہے علم وفضل کی اشد ضرورت ہے اور ان سب کی موجودگی میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ جس سے ہم بحث کر رہے ہیں وہ خود کیا عمل و عقائد رکھتا ہے۔ اگر حقیقت اُسے سمجھا دی جائے تو قائل ہونے کے بعد اُس کا طرز عمل کیا ہوگا۔ مختصر یہ کہ ان مباحث کا موقعہ ومحل بھی دیکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد ذمہ داری جس قدر عائد ہوتی ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ ہم اُن معمولات و اقتضا دیات سے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ کچھ بحث کرینگے اور بجائے شرک وکفر و ارتداد وغیرہ کے فتوؤں کے استبداد۔ کج خلقی مظالم ومعائب کے ثبوت دیکے مستوجب قرار دینگے۔

بادی النظر میں یہ بحث اپنی نوعیت کی عجیب وغریب ہے مگر اس میں دلچسپی کے ذخائر پنہاں ہیں جنہیں سُن کے ناظرین بحد متاثر ومسرور ہوں گے۔

ہمارے سامنے اس وقت مسئلہ ارض مقدس حجاز اہم ترین مسئلہ ہے اور ملک کے گوشہ گوشہ سے وہاں کی موجودہ حکومت کے خلاف احتجاج کیا جا رہا ہے ہم بھی اُس احتجاج میں شریک ہیں لیکن تفنن کے واسطے اُن گرانقدر مام نظریوں سے علیحدہ اپنا مطمح نظر بنانا چاہتے اس تالیف کی ابتدا میں ہم نے ابن سعود سلطان نجد کے کچھ ارزانی نفس پروری وعیش دوستی کے حالات قلمبند کئے ہیں اور ارادہ ہے کہ تمام وکمال واقعات ملک کے سامنے پیش کریں اس حصہ میں بقدر ظرف و وسعت ہم نے حالات جمع کئے لیکن چونکہ معلومات کثیرہ تواریخی وتمدنی پیش کرنے پڑے اس لئے اُن حالات کا منتشر حصہ پیش کرنے سے رہ گیا۔ اگر زندگی نے وفا کی وقت ملا۔ مساعدت بخت ہوئی۔ خدا نے توفیق دی تو آئندہ حصہ میں زیادہ حصہ ایسے ہی حالات کا ہوگا۔

سلطان نجد بالاعلان مقابر ومشاہد مقدسہ اور اُس کے اسباب زینت وتجمل کو سامان بت پرستی سے تعبیر کرتا ہے اور ایسی ذاتی خلوص عقیدت و باطل وثوق احکام

شریعت کے اتباع میں اُن کے انہدام و بربادی کے درپے ہے۔ اسے خسران و تباہی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ گراں بہا اشیاء توڑ پھوڑ کے تباہ کردی گئیں تو اُسے کیا فائدہ ہوا کاش اُسے یہ خیال آتا کہ اُن اشیاء کو غیر ممالک میں فروخت کردیتا جس سے زرِ خطیر اُس کے کیسہ میں پہونچتا۔ اپنے اعمال و نتائجِ احکام کی بدولت دنیائے اسلام کی نگاہوں میں بجائے اقتدار و ہمدردی کے نفرت کے جذبات پیدا ہوگئے۔

طائف اور اُس کے اطراف و جوانب کے تمام علاقہ جات اپنی سرسبزی اور پیداوار کے لحاظ سے سرزمین عرب میں خاص طور پر ذکر کے قابل اور مشہور ہے۔ اس حصۂ ملک کی پیداوار سے تمام جزیرہ نما فائدہ اوٹھاتا ہے۔ یہاں کا شہد روغن زیتون روغن بلسان تو اطراف عالم میں بھیجا جاتا ہے سبزی ترکاریاں میوہ جات عرب کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں اس مقدس اور زرخیز خطہ سے جاکے استعمال ہوتے ہیں طائف کی آبادی بھی بہ نسبت دیگر حصص ملک کے بہت زیادہ ہے۔ تجارت گاہ تو طائف سے بڑھ کے عرب میں کوئی نہیں۔ دولت مند تاجر آمد و برآمد کے بڑے بڑے کام کرتے ہیں دیگر ممالک سے اُن کے تعلقات ہیں اور مختلف ممالک کے سوداگر خود بھی اپنے تجارتی کارخانے کھولے ہوئے ہیں اس میں بھی اکثر بزرگان دین شہداء عظام کے مزارات ہیں زائرین و سیاح جوق جوق یہاں آتے ہیں ریگستان اور پتھریلی زمینوں کے سفر کی کلفت اس میں چند ہی روز قیام کے بعد دُور ہوجاتی ہے

ہم طائف کی ایک سوسو وادی کا اس وقت ذکر کرتے ہیں جس سے ہمارے وقصہ کو تعلق ہے۔ وادی کیا ہے نمونۂ جنت ہے ہر طرف گلہائے خود رو کے تختے اپنی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جان کو معطر کئے دیتے ہیں۔ سبز پوش پہاڑ میوہ دار درختوں کے جھنڈ سبزہ کا مخملی فرش قدرتی آبشار موسم نہایت خوشگوار جس پہلو سے دیکھئے دلفریبی اور دلچسپی کا مخزن ہے دامن کوہ کے مسطح قطعہ ارض پر چشمہ کے کنارے

خیمے استادہ ہیں۔ پردے جیموں کے اونگھتے ہوئے ہیں ہوائے تازہ دم صبح چل رہی ہے مجمع بھی خاصہ ہے اس لئے کچھ دیر کے لئے جنگل میں چہل پہل ہو گئی لوگ ادھر سے ادھر آتے جاتے ہیں آپس میں ہنس بول رہے ہیں مگر اس گروہ یا قافلہ میں بظاہر مساوات و یکجہتی کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے سب کے سب متشرع صورت پوری داڑھیاں رومال سر سے مختلف الوضع بندھے ہوئے لمبی لمبی عبائیں حسب حیثیت فاخرہ زیب بر اسلحہ لگائے ہوئے بڑے تزک و احتشام سے فروکش ہیں حسین نجدی گھوڑے ایک طرف چرا میں مصروف ہیں کچھ لوگ اُن کی نگرانی کر رہے ہیں کہیں بار برداری کے اونٹ کھڑے بیٹھے ہیں خیمے متعدد ہیں لیکن اُن کے درمیان میں تین خیمے بڑے تجمل سے برپا ہیں اُن کی سبز چمکدار کلسیاں آفتاب کی آڑی کرنوں سے اور بھی چمک رہی ہیں۔

مسافر مغرب بھی مراحل طے کرنے میں تعجیل سے کام لے رہا ہے درختوں کا سایہ آفتاب کی پستی کے ساتھ ہی ساتھ دم بدم بڑھ رہا ہے طیور آشیانوں سے نکل چکے چرا اور طیران میں مشغول ہیں غول کے غول چشمے کے کنارے بیٹھے ہیں اور سیراب ہو کے اڑ جاتے ہیں صحرائی ہوا جس کے دامن میں نکہات گل کے انبار ہیں خوشگوار سے خوشگوار تر ہوتی جاتی ہے رفتہ رفتہ پرندے بھی اپنے آشیانوں کو جا رہے ہیں اور نیر تاباں کی شعاعیں کمزور پڑتی جاتی ہیں۔

ناظرین آپ سمجھے یہ کس صاحب جاہ و حشم کی فرودگاہ ہے کون ذی مرتبت عالی بارگاہ اس دلفریب صحرا میں فروکش ہے ملک الحجاز یا سلطان ابن سعود والی نجد معہ اپنے رفقا اور محافظین کے ایک خاص ضرورت سے سفر کر رہے ہیں اس مقام پر دن ڈھل جانے اور صحرائے پُر بہار و فرح بخش کو دیکھ کے اسی جگہ قیام فرمایا سلطان کچھ زمانہ سے تنہا سفر نہیں کرتے علاوہ حشم و خدم کے ناموس و حرم بھی ہمرکاب رہتی ہیں

اب ہماری سمجھ میں آگیا کہ تین خیموں کے نصب کرنے کی کیا وجہ ہے ایک میں حسینان شوخ و شنگ القبان فرنگ ہیں اور ایک میں خود سلطان موصوف اور ایک خیمہ اس احتیاط کے لئے نصب کیا گیا ہے کہ ممکن ہے کوئی سفیر وغیرہ کسی سلطنت کا آجائے تو شکوہ سلطنت اور رعب شاہی ڈالنے کے واسطے کچھ انتظام ہونا چاہئیے۔ اس سفر میں بھی سفیر برطانیہ عظمیٰ مسٹر فلبی سلطان کے ہمراہ ہیں اور مشرقی تاجدار کی نقل و حرکت کو بنظر غائر ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔

نیک نہاد سفیر کا سفرنامہ سلطانِ نجد کے معاشری اور سیاسی واقعات کا آئینہ ہے اس مناسبت سے انہوں نے اس کا نام "قلب عرب" یعنی "دی ہارٹ آف اریبیا" رکھا ہے واقعہ یہ ہے کہ کوئی چاہے جس قدر احتیاط اور پوشیدگی سے اپنے کام انجام دے کچھ نہ کچھ ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ اسرار مکنونہ افشا ہو جاتے ہیں اور اہل عالم کے لئے ایک درس عبرت بنتے ہیں۔ ذیل کا واقعہ اس جملہ کی تلمیح ہے کہ "میں جانتا تھا سلطان نجد اس جدید روش پر نہ چلتے ہوں گے یعنی اُن کے یہاں حرموں سے تعلقات نہ پیدا کئے جاتے ہوں گے۔ کیونکہ اُن کی منکوحہ بیویوں کی تعداد خود کافی ہے"۔

شاہی خیمہ میں حسینوں کے جھرمٹ ہیں کنیزیں جو مخصوص وابستگی کے واسطے کثیر مقدار زر کے عوض میں حاصل کی جاتی ہیں کہ ضرورت کے وقت اُن سے دل بہلایا جائے۔ اُن میں بہت سلیقہ ہوتا ہے مستورات کے لئے جن ہنروں کی ضرورت ہے سب سے واقف ہوتی ہیں مختلف زبانوں سے آگاہ۔ موسیقی کی ماہر۔ طباخی میں دستگاہ خیاطی اور دیگر امور خانہ داری میں کمال غرضکہ ہر فن مولیٰ ہوتی ہیں اور جن لونڈیوں میں جس قدر صفات زیادہ ہوں اُسی قدر زیادہ اُن کی قیمت ہوتی ہے۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے اس واسطے کہ عموماً کنیزیں اچھے خاندانوں سے ہوتی ہیں جنکی خانگی تعلیم اور تعلیم حاصل کرنے کی کافی صلاحیت اُن میں کوٹ کوٹ کے جوہر بھر دیتی ہے۔

وہ جانتی ہیں کہ ہم جس قدر بہرہ مند ہوں گے زمانہ ہماری قدر کرے گا ہم اپنے ہاتھوں
حرم سرائے سلطانی اور مشکوئی امرا کی زینت بن سکتے ہیں۔ عام حالت میں ہمارے خریدار
بھی عام ہوں گے اور ہمیں عامیانہ زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ حالانکہ کوئی عورت جاریہ
ہونا بالطبع نہیں پسند کر سکتی مگر اس کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں عرب بدو یا دیگر
ممالک کے پیشہ ور بردہ فروش حسین و مہ جبین عورتوں کی فکر میں رہتے ہیں اور موقعہ
پا کے ان پر قابض ہو جاتے ہیں پھر دوسرے ممالک میں جا کے انہیں فروخت کرتے
ہیں اور خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔
اس وقت بھی خیمہ سلطانی ان ستاروں کی ضیاء باری سے بقعۂ نور ہو رہا ہے۔
ایک سے ایک شوخ و شنگ ایک سے ایک حسین و طرار ایک سے ایک عشوہ طراز و عبدہ
جو ملبوس ہائے فاخرہ زیب تن کئے ہوئے اپنے منصب کے مطابق موجود ہے۔ شاہ کے
اشاروں پر کام ہوتا ہے ابن سعود نے اپنے عقائد کی بنا پر داد عیش و عشرت دینے میں اس
آزادی سے کام نہیں لیتے جس طرح عموماً شاہ و شہریار کرتے ہیں وہ تو شریعت کی پابندیوں
کے ساتھ بمقتضائے بشریت اپنی دلبستگی کا کچھ سامان کر لیتے ہیں جن میں سادگی اور
بے تکلفی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ گانا سنیں نہ رقص و سرود کے پر کیف عالم کو
پسندیدگی سے دیکھیں جب "غنا اشد من الزنا" کی قید گلوگیر ہے تو مئی گلرنگ کا کیا
ذکر۔ البتہ مہ جبین دوشیزگان سے بمثیل دیکتا صحیح جذبات اور حقیقی واقعات کے
تعلقات ضرور پیدا کئے جاتے ہیں اور ان میں بھی جس وجوہ کام لیا جاتا ہے کچھ نہ کچھ
شرعی توجیہہ معترضین کے جواب کے واسطے سوچ لی جاتی ہے اس کے اپنے
افعال کے مجاز ہیں۔ آپ کو تعجب نہ ہونا چاہیئے اگر کہا جائے کہ شرعی عقد کرنے کے
وہ بہت شائق رہتے ہیں حسن کے پرستار تو نہیں قدر دان ضرور ہیں لیکن بقول
مسٹر فلبی "مجھے حیرت ہو گئی جبکہ ایک کنیز کی حماقت سے مجھ پر یہ راز کھلا" اگر آپ سنیں تو

متعجب ہوں کیونکہ ایک تاجدار کے واسطے اس قدر نفس پرستی اور صنف نازک سے شغف ایسی حالت میں کہ ہر طرف سیاسی بادلوں کا ہجوم ہو محیر العقول ہونے میں کوئی کلام نہیں -

سلطان کو داد عیش و عشرت دینے دیجے آئیے ہم دوسرے متصلہ خیمہ میں مسٹر فلبی اور ایک غزال چشم حسینہ سے جو مکالمہ ہو رہا ہے سنیں :-

مسٹر فلبی - تم بیشک بہت خوبصورت ہو لیکن سلطان پارسا آدمی ہیں ورنہ فرشتوں کی نیت تمھیں دیکھ کے ڈانواں ڈول ہو جائے -

حسینہ - بجا ارشاد ہوا مجھے حسین کہہ کے بنائیے نہیں کس کام کا حسن اگر قدردان نہ ہوں رہی پارسائی تو بقول ریاض سے

بڑے صاف طینت بڑے پاک باطن
ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

مسٹر فلبی - اون کی پاکبازی میں کیا کلام ہے -

حسینہ - میں بھی کہتی ہوں کچھ نہیں - مگر

فلبی - مگر کیا - کچھ صاف کہو تو سمجھ میں آئے - شرطیہ جملہ تم نے کیوں کہا -

حسینہ - صاف کہلواتے ہیں تو سنیئے - ایک دن وہ تھا کہ ہم پر بھی نظر عنایت تھی - اور دوسروں کی نگاہوں میں کانٹے کیطرح کھٹکتے تھے -

فلبی - تمہارا شریک سفر ہونا اس کی دلیل ہے کہ ابھی نظری نہیں ہو -

حسینہ - نظری نہیں تو اور کیا اگر التفات کا وہی عالم ہوتا تو اس وقت آپ کے پاس کیونکر پہنچ سکتی -

فلبی - اصل یہ ہے کہ سلطان اپنی منکوحہ بیویوں کے ساتھ مانوس ہیں اور قدرتاً ہونا چاہیئے خود اور کنیزوں سے اس درجہ کا ربط کیونکر ہو سکتا ہے

حسینہ ۔ آپ کیا جانیں اُن کے مزاج کی افتاد کہ آندھی پانی کی طرح مائل ہوتے ہیں لیکن عدم استقلال مزاج اُسے دیرپا نہیں رہنے دیتا۔

قلبی ۔ مائل ہونے سے تمہاری کیا مراد ہے یعنی مراحم سلطانی کسی کنیز پر کئے جاتے ہیں۔

حسینہ ۔ صرف یہی نہیں۔ شاید آپ کو نہ معلوم ہو کہ شرعاً زرخرید کنیزیں زینت آغوش ہو سکتی ہیں۔

قلبی ۔ یہ مجھے بھی معلوم ہے کہ شریعت اسلام نے بعض شرائط کیساتھ جاریہ کو مباح کیا ہے۔

حسینہ ۔ ہاں آپ سمجھ گئے میرا یہی مقصد تھا۔

قلبی ۔ لیکن میرے خیال میں سلطان کو اس مسئلہ پر عمل کرنیکی شاید ضرورت نہ پڑتی ہو۔

حسینہ ۔ وہ کیوں جب اجازت ہے تو عام ہے ہر مسلمان اُس پر عمل کے لئے آزاد ہے۔

قلبی ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُس کے واسطے مواقع ہوتے ہیں اور جب سلطان کی منکوحہ ازدواج ہمراہ رہتی ہیں تو حرموں سے اختلاط کے کیا معنی۔

حسینہ ۔ معنے چاہے کچھ ہوں یا نہ ہوں عملدرآمد سے بحث ہے۔ سلطان اس معاملہ میں بڑے حریص ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تعدد ازدواج کا عمل برابر جاری رہتا ہے چندروز میں جس سے جی بھر گیا اس سے قطع تعلق کر کے دوسرا نیا عقد کر لیا گیا۔

قلبی ۔ اس میں کیا قباحت ہے عورتوں کو بھی تو آزادی دیدی جاتی ہے۔

حسینہ ۔ اُس آزادی سے عورت غریب کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔

قلبی ۔ کیوں کیا عقد ثانی کی ممانعت ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو آزادی بے معنی ہے۔

حسینہ ۔ شاہی محلات میں رہنے کے بعد کسی دوسری جانب میلان کا ہونا امر محال ہے

قلبی ۔ ایسی مثالیں شاذ ہونگی۔

حسینہ ۔ نہیں اکثر ہیں۔

قلبی ۔ اچھا ہاں ہونگی۔ تمکو فی نفسہ کیا شکایت ہے۔

حسینہ۔ مجھے اپنے مقدر سے شکایت ہے کہ ستارہ اقبال کو عروج ہو کے زوال ہو گیا

قلبی۔ یعنے۔

حسینہ۔ تعجب ہے کہ آپ اس قدر عرض کرنے پر بھی میرا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں

قلبی۔ علاوہ تمہارے اور بھی کوئی کنیز سلطانی ہے جس پر توجہ منعطف ہو۔

حسینہ۔ کثرت سے ہیں اور سچ پوچھیئے تو حسد نسوانی کے غلبہ سے متاثر ہو کے میں ادھر چلی آئی۔

قلبی۔ تمہارے وقت میں ان کو حسد کرنے کا کافی حق تھا اگر تم اس وقت اثر لے رہی ہو۔

حسینہ۔ بیشک مجھے اس کا اقرار ہے۔

قلبی۔ تو کیا کوئی ملکہ ہمراہ رکاب شاہی نہیں ہے۔

حسینہ۔ نہیں اس مرتبہ تو محض خاص کنیزیں ہمراہ ہیں۔

قلبی۔ مگر تم بے تکلف اظہار خیال کر رہی ہو اور شاہی غضب سے نہیں ڈرتیں۔

حسینہ۔ اول تو حقیقت ہے ڈر کی بات نہیں۔ دوسرے ہمارے سلطان میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ مستورات کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں تیسرے اگر اس جسارت کی سزا دیجیے تو وہ زیادہ سے زیادہ موت ہو سکتی ہے تو ایسی زندگی پر موت کو ترجیح ہے۔

قلبی۔ مگر میرے نزدیک یہ خلاف عقل ہے۔

حسینہ۔ ہوا کرے۔

قلبی۔ یہی تو انتقام کا جوش ابھی تمہارے سینہ میں ہو گا۔

حسینہ۔ قدرتاً ہونا چاہیئے لیکن ہماری طرف سے اقدام انتقام کبھی نہیں ہوا کیونکہ محبت اس پر غالب رہتی ہے۔

فلبی ۔ سُنا ہے کہ جتنی محبت ہوتی ہے اُسی قدر رقابت کا جوش بھی ہوتا ہے۔
حسینہ۔ اس کلیہ میں کوئی شبہ نہیں محبت بھی لقدر محبت ہوتی ہے عشق کا درجہ نہیں رہتا دونوں ہاتھوں سے تالی بجتی ہے۔ جب ایک طرف گنجائش نہ ہو تو دوسری طرف کیا توقع کی جائے لیکن اُدھر دوسرے کی محبت دل پر قابو پالیتی ہے اور نظری کی محبت مغلوب ہوجاتی ہے ادھر سے کوئی دوسری دلچسپی پیدا نہیں کیجاتی لہذا کم ہوتے ہوئے بھی باقی رہتی ہے کیوں نقش استوار اور گہرا رہتا ہے۔
فلبی۔ یہ کلیہ فلسفہ محبت کے بالکل خلاف ہے اور میں اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔
حسینہ۔ آپ کو قائل کرنا میرا مقصد نہیں. میں فلسفی نہیں میرا ذاتی تجربہ جو کچھ بتاتا ہے وہ کہہ رہی ہوں۔
فلبی۔ مگر تم اُصول فلسفہ محبت سے الگ کیونکر ہوسکتی ہو۔
حسینہ۔ فلسفہ ہمارا پابند ہے نہ کہ ہم فلسفہ کے پابند ہیں جیسی ضرورت ویسا فلسفہ جیسا وقت ویسی بات۔

اس کے بعد حسینہ وہاں سے رخصت ہوئی اور مسٹر فلبی دیر تک اوسکی باتوں اور بحث پر غور کرتے رہے۔ آخر رات زیادہ آجانے پر نیند کا غلبہ ہوا اور اور صحرا کی فرحت خیز ہوانے تھپک کے سلادیا۔

باب ۱۳

آزادی حجاز کی عملی جدوجہد

مجھکو جکڑا ہے خیالات کی زنجیروں میں　　　کہہ گیا تھا کبھی بھولے سے کہ آزاد ہوں میں

حصول آزادی حیات انسانی کا مقصد اولین ہے جو قومیں اس جدوجہد

میں سرگرمی اور تندہی سے کام لیتی ہیں اُن پر زندہ قوم کا اطلاق صحیح معنوں میں ہو سکتا ہے اور جو دوسری کشمکشوں یا خانہ جنگیوں میں مبتلا ہیں اُن سے آزادی کوسوں دور ہوتی جاتی ہے اور سلسلہ قید میں کچھ کڑیوں کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ قوم میں جس وقت بھی بیداری کے آثار پائے جائیں احساس آزادی پیدا ہو وہ ضرور قابل مبارکباد ہے اگرچہ اوسکی غفلت سے راہ آزادی میں صدہا مشکلیں کیوں نہ پیدا ہوگئی ہوں مساعی اور حق کیلئے ضرور ایکدن کامیاب ہو کے رہینگی۔

حزب الاحرار حجاز کا ایک وفد بسرکردگی سید محمد حسین الدباغ الحسینی ہندوستان میں آیا اور مختلف مشہور شہروں میں نمائندگی کے فرض کو ادا کیا یہ جس جمعیت کے فرستادہ نمائندے ہیں اوسکا مقصد یہ ہے کہ حجاز مقدس سے ابن سعود کے اخراج کے متعلق عملی کارروائیاں شروع کرے۔ ہندوستان میں آنکی جہت حصول تائید عالم اسلام ہے۔ اُن کو اپنی موجودہ قوت اور حالات کے اقتضا سے قوی اُمید ہے کہ اخراج ابن سعود میں کامیاب ہوں گے۔ سوائے ہم آواز ہونے کے اس بارۂ خاص میں وہ ہندوستان سے اور کوئی اعانت نہیں چاہتے اونکا بیان جس میں حزب الاحرار کے صحیح جذبات نمایاں ہیں ذیل میں ضیافت طبع ناظرین کے لئے درج کیا جاتا ہے:-

حزب الاحرار حجازی نے جسکی بنیاد ۱۵ شعبان ۱۳۴۳ ہجری کو نہایت نازک وقت میں پڑی تھی حقوق حجاز کے مطابق اسکی آزادی و شرف کی ذمہ داری اپنی گردن پر لی تھی اور یہ عہد کر لیا تھا کہ بقعۂ حجاز یا اوس کے مقدس مقامات کا مضحکہ اڑائے گا حزب اُس کا ہر صورت مقابلہ کرے گا۔ "حزب الاحرار" اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ اپنے اس مقدس مقصد کی تکمیل کے لئے کوشش کرتا رہا اور کرتا رہیگا۔ ابن سعود نے جبکہ عالم اسلامی کی رائے کا مذاق اڑایا اپنے اُن عہود و مواثیق کو جو وہ مسلمانان عالم کے سامنے بارہا شایع کر چکا تھا اپنے ذاتی اغراض کے لئے توڑ ڈالا اور شرافت وعزت نسب کو پس پشت ڈالکر بلاد مقدسہ میں اجنبی مفاد و استعماری مقاصد کے لئے دروازہ کھولدیا تو اُس وقت "حزب الاحرار" نے اپنے احتجاجات کے ذریعہ سے

(جو بعض اخباروں میں شایع ہو چکی ہیں۔ انسانیت و حق خدمت گذاری کے واسطے
عالم اسلامی سے متعدد بار فریاد رسی چاہی اس کے بعد حزب الاحرار حجازی نے عالم اسلام
کے ساتھ جب اتحاد و اتصال کی ضرورت کا احساس کیا تو اس نے اپنی شاخ بلاد ہند میں
کھولی تاکہ وہ براہ راست آزادی و امن کیساتھ حجاز مقدس کے واقعات وحقائق کا اعلان کر سکے۔
یہ شاخ وطن حجاز کی گلو خلاصی اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کھولی گئی ہے
جس پر تمام حجازی جماعتیں متحد و متفق ہو چکی ہیں۔ اور جسکو وہ میثاق قومی کہتی ہیں۔ تاکہ اس
طوفان کا انسداد کیا جا سکے۔
جو آج تعلیم مذہبی تمدن اسلامی اور آزادی وطن کو بہائے لئے جا رہا ہے۔ حزب الاحرار
کی شاخ نے اس ملک میں مجھکو اپنا نمائندہ اس لئے بنا کے روانہ کیا ہے کہ میں اُن لوگوں
کیساتھ جو حجاز کے معاملات کو اہتمام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مستحکم اتصال پیدا کروں اور پھر ہم
سب اُن خطروں کو دفع کرنے کے لئے جو آج ہمارے وطن مقدس کو گھیرے ہوئے ہیں
اپنی کوششوں کو متحد و متفق کریں۔
میں حزب الاحرار کے نمائندے کی حیثیت سے اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمات
میں اپنا اور حزب الاحرار حجازی کا جو درحقیقت مظلوم قوم حجاز کی اکثریت کا نام ہے نہایت
ادب و احترام کیساتھ سلام پہونچا دینا چاہتا ہوں آج حجازی قوم کی اُمیدیں مسلمانوں سے
وابستہ ہیں اور وہ اُن کی نظروں کو اس مصیبت وتباہی اور ہلاکت و بربادی کیجانب
متوجہ کرانا چاہتی ہے جو ہر جانب سے اسکو گھیرے ہوئے ہے۔
حجازیوں کے جذبۂ ایمان پروری و اسلام دوستی کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ
حجازی قوم طبعاً جسطرح صلح پسندی وسکون کی جانب مائل ہے اوسی طرح وہ اپنے
حقوق وعزت کی مدافعت ومحافظت میں موت کے منہ میں بھی جانے کے لئے تیار ہے
آج باشندگان حجاز پورے اخلاص کے ساتھ ابن سعود سے اس امر کا مطالبہ کر رہی ہیں

کہ وہ اپنے اُن وعدوں کو جو اُس نے حجاز اور عالم اسلامی کے ساتھ کئے تھے پورا کرے
اور اہل حجاز کو اُس آزادی و استقلال سے بہرہ اندوز ہونے کا موقعہ دے جسکو انہوں نے
سیکڑوں قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا تاکہ ملک میں علام و معارف کی ترقی ہو سکے
لیکن اگر ابن سعود نے حجازیوں کے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا اور اُن کی آزادی و حریت اور
حقوق کو پورا نہ ہونے دیا تو وہ پھر پورے جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے
اور اپنے حقوق آزادی کو تسلیم کرانے کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرینگے خواہ اُن کو قربان گاہ
موت پر کیوں نہ چڑھنا پڑے حجاز میں جو آج ظاہری سکون نظر آرہا ہے
اس کی مثال ایسی ہے جیسے آندھی سے قبل فضا میں سناٹا چھا جاتا ہے وہ وقت دُور
نہیں ہے جبکہ باشندگان حجاز اپنے گہرے زخموں کے مندمل ہونے کے بعد آزادی و
گلوخلاصی کے دن کے لئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔

افسوس ہے کہ سلطان نجد نے حجاز کے سکون سے فائدہ اٹھایا اور راہ ہدایت
و حق اختیار کر کے اُن لوگوں کی جانب مصافحہ کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا جو اپنے ہاتھوں
کو مفاہمت کے لئے محبت کے ساتھ بڑھائے ہوئے تھے اگر ابن سعود نے حجازیوں کو جو
غاصب نجدیوں سے تمدن و تہذیب میں بدرجہا بہتر ہیں آزاد نہ کر دیا (اور ہمارا خیال ہے
کہ کبھی آزاد نہ کریگا) اور اپنے وعدوں کا ایفا نہ کیا تو نفوس و ارواح کی ہلاکت اور ملک
و قوم کی تباہی کا جو ہولناک منظر آنکھوں کے سامنے آئیگا اُس کی ساری ذمہ داری
سابق کیطرح ابن سعود کی گردن پر ہو گی اور حجازی گروہ جب غضبناک ہو کر اپنے مطالبے
کے لئے اُٹھ کھڑا ہو گا تو وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے بری ہو گا۔

افسوس ہے کہ نجدی احباب کی قوت سے صرف حجاز ہی نہیں اسلام کو تباہ
کر رہے ہیں۔ وہابیوں کی حکومت حجاز مقدس پر ہر حیثیت سے غیر موزوں اور غیر طبعی
ہے ان لوگوں نے اپنے توحش بخت گیری اور ظلم سے حجاز کے شہری اور دیہاتی طبقے

کے نفوس میں نفرت وحقارت جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ اسی لئے قوم نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ موجودہ مخصوص استبداد کا خاتمہ کر کے اپنے اس دشمن سے جس نے حجاز مقدس کی پاک زمین کو معصوم اور بیگناہوں کے خون سے رنگین کیا ہے اور اپنے قبیح اعمال سے اس کی تقدیس و برگزیدگی کو نجاست آلود کیا ہے انتقام دلوائے۔

باشندگان حجاز اگر وہابیوں سے حجاز چھوڑنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ کوئی غیر واجبی مطالبہ نہیں ہے جس سے اُن کے پاک دامن پر گناہ و بغاوت کا دھبہ لگے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہابی اپنے ان مکروہ اور ناپسندیدہ اعمال پہ جو مذہب اسلام اور تمدن مسلمین کے سراسر مخالف ہیں ابتک مُصر ہیں اور وہ اُن کے ارتکاب میں کوئی باک نہیں سمجھتے۔ اے کاش کہ ابن سعود صرف اپنے وحشیانہ اعمال خونریزی وظلم ہی پر اکتفا کرتا اور حجاز کے انتظامی معاملات میں دخل دیکر ملک کی ثروت وآمدنی کو نہ ہضم کرتا اور اپنے آپکو (خواہ بخوشی یا بلا خوشی) اغیار کے ہاتھوں کٹھ تپلی نہ بناتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمکو یک گونہ صبر ہوتا لیکن افسوس ابن سعود نے اللہ تعالےٰ اور مسلمانوں کی خفگی کا لحاظ کئے بغیر اپنے وحشی اخوان اور چند اپنے خوشامدی حاشیہ برداروں کی رضا مندی کے لئے اجنبی قوت پر بھروسہ کر کے عرب کی عزت اور اسلام کی عمارت کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ افسوس کہ عربوں اور بلاد عرب کی تباہی کے لئے جو کام آتشین اسلحہ اور جرار لشکر سے ناممکن تھا وہ آج ابن سعود کے ذریعہ سے کرایا جا رہا ہے۔

درحقیقت ابن سعود نے اپنی غلط روش اپنی مذہبی عصبیت اور اپنے غیر پسندیدہ سیاسی رویہ سے عرب کی تخم آزادی کے دل کو نشانہ بنایا ہے اور مذہب اسلام کی بیخکنی کر کے تمدن وعلوم کے راستے میں جہالت وتاریکی کی سد سکندری قائم کی ہے۔ ابن سعود نے حجاز مقدس کے مادی وادبی قوتی پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی ہے جس سے حجاز بیسیوں سال پیچھے ہٹ گیا۔

حجاز اب نہ مستقبل کے فیصلے اور تشکیل حکومت کے بارہ میں یقیناً آزاد ہے وہابی حکومت جسکی بنیاد مکروخداع کروڑوں مسلمانوں کے ساتھ وعدہ شکنی ہزارہا باشندگان جزیرۃ العرب کی خونریزی ـ غارتگری ـ آبروریزی اور مقتدرات مذہب کی توہین کے بعد پڑی ہے ـ اگر اس کے خلاف حجازی قوم فریاد رسی اور داد طلبی کرتی ہے تو ایسی حالت میں مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ وہ اہل حجاز کی حالت پر رحم کھائیں اور احقاق حق کے لئے اونکی امداد کریں ـ اگر انہوں نے ایسا کیا تو درحقیقت ایک برگزیدہ قوم اور ایک مقدس اسلامی وطن کے حقوق کی حمایت کرینگے ـ

وہابیوں اور اسلام کے دیگر فرقوں میں ایک عظیم الشان اختلاف ہے ـ وہابی عام مسلمانوں کو جیسا کہ آج حجاز میں اون کے رویہ سے ثابت ہورہا ہے گمراہ ومشرک سمجھتے ہیں (ان کے اس خیال پر انکی کتابیں اور وہ فتاوی بھی دلیل ہیں جو ان کے علماء نے وقتاً فوقتاً مسلمانان عالم کی تکفیر میں شائع کئے ہیں) پھر ایسی حالت میں حجاز مقدس کو جہاں پر تمام مسلمان سال میں ایک بار جمع ہوتے ہیں کس طرح وہابیوں کے ماتحت رکھا جاسکتا ہے کیا یہ انتہائی ذلت نہیں کہ کروڑہا مسلمان چند ہزار نجدی جاہل بدوؤں کے ماتحت ہوں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اتنی عظیم الشان تعداد کو چند لوگوں کے حکم کے ماتحت رکھنا نہ صرف غیر معقول ہے بلکہ نتائج کی حیثیت سے بھی خطرناک ہے اس لئے کہ نجدی گروہ تمدن وسیاست سے بالکل بے بہرہ ہے ایسی حالت میں اُن پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے ـ

باشندگان حجاز اُس پورے حق کے ساتھ جو اُن کو حاصل ہے اعلان کردینا چاہتے ہیں کہ وہ ابن سعود کو جو ناحق اور جبراً حجاز پر مسلط ہوگیا ہے اپنا سلطان تسلیم نہیں کرتے ہیں اور نہ اُس کی جھوٹی لوٹ کا اعتراف کرتے ہیں ابن سعود سے کوئی پوچھے کہ ایسی بیعت سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے جس کے لئے حجازیوں کو زبردستی کھینچ بلایا

گیا ہو اور اُن بیچاروں نے اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوں ۔ بھلا کون ایسا حجازی ہوگا جس کے لئے وہ زبردستی کھینچ کے لایا گیا ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ اس بیعت سے ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں میری گردن جا رہی ہے جو میرا دشمن ہے ملک پر قبضہ کرکے اس کی ثروت اور دولت کو لوٹنا چاہتا ہے میرے مذہب سے اس کو نفرت ہے مجھکو وہ تعصب اور جہالت کے تاریک گڑھے میں ڈھکیل رہا ہے اور میرے اہل وطن ہم قبیلہ اور رشتہ داروں کے خون سے اس کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں خدارا بتاؤ کہ ایسے شخص کی بیعت کیا اُس کے ضمیر کی ترجمانی کرےگی اور سچ تو یہ ہے کہ بیعت وہی ہے جو دل سے ہو ۔

اہل حجاز اپنی پوری طاقت کے ساتھ غاصب ابن سعود کو حجاز سے نکالنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور وہ تمام باعزت طریقوں سے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جد و جہد میں مصروف ہیں حجازیوں نے اپنا یہ مطمح نظر حسب ذیل اسباب کی بنا پر قائم کیا ہے:

ابن سعود بغیر کسی شرعی اور قومی حق کے حجاز پر جبراً اور ظلماً مسلط ہو گیا ہے اور ہمیں کوئی ایسا مسلمان نظر نہیں آتا جو واقعات و حقائق سے آگاہ ہو اور پھر ابن سعود کے ظالمانہ رویہ سے جس نے تحریک آزادی عرب اور اتحاد اسلامی پر ضرب کاری لگائی ہے رنجیدہ و کبیدہ خاطر نہ ہو ۔

ابن سعود کی وہ وعدہ خلافیاں جو اُس نے اہل حجاز اور مسلمانوں سے کیں حالانکہ وہ پہلے صاف وعدہ کر چکا تھا کہ اس کا مقصد حجاز پر حکومت کرنا یا اُس کو اپنے تصرف میں رکھنا نہیں ہے ۔ بلکہ وہ حجاز کو (الحجاز للحجازیین) اہل حجاز کے لئے چھوڑ دیگا لیکن اس کے برخلاف اُس نے حجاز پر تسلط کے بعد زبردستی لوگوں سے اپنی بیعت لی ۔

ابن سعود اور اُس کی جماعت کے اہل حجاز پر وہ لرزہ براندام مظالم جو قتل غارتگری آبروریزی مکانات کے جلانے گرانے اور تباہ و برباد کرنے کی صورت میں ظاہر ہوئے

اور ہو رہے ہیں اور جسکی تحقیق عالم اسلام کے نمائندوں نے کی اور ہمارے حزب کیجانب سے ایک کتاب کی شکل میں جس کا نام "صوت ام القریٰ" ہے شایع ہو چکی ہے۔

تمام فرق اسلامیہ کے برخلاف وہابیوں کا خروج اور جملہ مسلمانوں کی تکفیر کرنا اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر آثار متبرکہ مقابر مقدسہ اور بعض مساجد اللہ کی انتہائی تحقیر و تذلیل کرنا۔ لوگوں سے زبردستی اپنے معتقدات کو تسلیم کرانا۔ اپنے عقیدہ کو تلوار کے زور سے حجازی بدوؤں میں پھیلانا۔ حجاز کے شہری مدرسوں میں اپنے مذہب کی جبراً تعلیم دینا حجازی قبائل میں ہجرت گاہیں قائم کرنا یہ وہ سب باتیں ہیں جن سے مسلمانوں کا دانشمند طبقہ سخت خائف ہے۔ اور اس لئے کہ اگر وہابیوں نے اپنا یہ خبیث طرز عمل جاری رکھا تو تھوڑی ہی مدت میں حجاز کے امن پسندیدہ بھی نجدی بدوؤں کی طرح عام مسلمانوں اور عربوں کے خلاف خروج کرینگے اور ان کے آرام و سکون میں خلل انداز ہونگے اور جس طرح کہ نجد کی پڑوسی قومیں نجدی بدوؤں کے ہاتھوں تنگ ہیں اسی طرح حجازی بدوؤں نے قرب و جوار کے ملکوں میں غارتگری کریں گے۔

حجاز میں وہابی حکومت کی بدنظمی یہانتک ترقی کر گئی ہے کہ ملک میں شفاخانوں مدارس و معارف پولیس اور عدالتوں کا کوئی نظام نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ متعصب وہابیوں اور غیر ملکی متلاشیان روزگار کے احکام نے (جنکو اپنے شہروں میں کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ تو وہ حجاز میں ابن سعود کی خوشامد کرکے اپنا پیٹ پالنے پر مجبور رہیں) حجاز میں بدامنی کا دور دورہ ہے اور وہابی دور میں ٹیکسوں میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے جسکی نظیر زمانہ ماسبق میں نہیں ملتی اور جو بلاد مقدسہ کے لئے سخت مضرت رساں ہیں یہ جدید ٹیکس ان ہی محصولات کے علاوہ ہیں جنکو ابن سعود نے بغیر جائز و معقول وجوہ کے اہل ملک پر عائد کیا ہے۔ اور جنکا مقصد صرف یہ ہے کہ اہل حجاز کے ہاتھوں میں جو مال و زر رہ گیا ہے اسکو ہر ممکن حیلہ سے چھین لیا جائے یہ سب امور ان حوادث کے علاوہ ہیں جن سے ابن سعود کی

کی حجاز پر حکمرانی نااہل وغیر موزوں ثابت ہوتی ہے جو کسی طرح حجازیوں کی ترقی یا حاجیوں کی رضا کی کفیل نہیں ابن سعود نے حجازیوں کو مجروح کرنے اور عالم اسلام کو دھوکا دینے کے لئے یہ ایک نئی تدبیر گھڑی ہے کہ چند ضمیر فروشوں اور کچھ کمزور طبیعت والوں کو مجبور کر کے ایک مجلس بنائی ہے جسکا نام اور جسکا نام "مجلس شوریٰ" رکھا ہے اور اس مجلس کے ذریعہ سے وہ اپنی تمام سیاسی، انتظامی اور مالی اغراض و مطامع کو پورا کرتا ہے۔ لیکن اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو اس مجلس کو اتنے بھی اختیارات حاصل نہیں جو کم سے کم متمدن ملک میں چھوٹی سی چھوٹی مجلس کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس مجلس شوریٰ کے علاوہ ابن سعود نے اس قسم کی بعض اور مجالس بھی مرتب کی ہیں جو تفتیش اصلاح۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ڈھونگ اختیار کئے ہوئے ہیں اس قسم کی مجلسوں پر نہ صرف اہل حجاز بلکہ خود ابن سعود اور اُس کی جماعت مذاق اڑاتی ہے ابن سعود کے ان اعمال سے واحد غرض یہ ہے کہ زمانہ حج میں مسلمانان عالم کو مکر و فریب میں ڈالکر انکی آراء کو گمراہ کیا جائے اور غاصب ابن سعود حاجیوں اور حجازیوں پر جو بیشمار روپیہ لوٹ کر ریاض (دار السلطنت نجد) روانہ کرتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل وہ تمام اُن اسلحہ اور سامان جنگ کو ریاض روانہ کر چکا ہے جنکو ملک علی ابن حسین نے جدہ سے نکلتے وقت وطنی حکومت کے سپرد کیا تھا اور جن پر اخیر میں ابن سعود قابض ہو گیا تھا اس پر پردہ پڑا ہے۔ وطنیت اور قومیت کی روح کو برباد کیا جا رہا ہے اور حجاز کے وطن پرست طبقہ پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے جاتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سال متعدد حجازی جماعتوں کو گوناگوں مصائب و آلام کا شکار رہنا پڑا۔

ابن سعود کا حجاز کی آمدنی کو اپنے لئے مخصوص کر لینا خواہ یہ آمدنی حجاج سے براہ راست ہوئی ہو یا مظلوم مطوفوں کے ذریعہ سے وصول کی گئی ہو۔ اور یا اُن مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو جو حاجیوں کے سامانِ سفر پر مدینہ منورہ جاتے وقت لگائے جاتے ہیں۔

مسلمانانِ عالم غالبا یہ سنکے حیرت زدہ ہو جائینگے کہ ابن سعود نے حجاز کی کل آمدنی میں سے دو ثلث

کو اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اپنے شامی خوشامدیوں کیلئے اپنے پروپیگنڈا کرنے والوں کے لئے اور بعض غیر ملکی ضمیر فروش اخباروں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے ابن سعود کے عہد میں موسم حج سے حجازیوں کو سوائے تکلیف و مشقت اور اعلان و شہرت کے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا حج کی آمدنی کا بیشتر حصہ امام وہابیہ اور اُسکے مددگاروں کی جیب میں جاتا ہے جو پہلی فرصت میں ریاض پہنچا دیا جاتا ہے ہمارے خیال میں جو مسلمان اپنے دشمن کو حج کی آمدنی سے مدد پہونچاتے ہیں اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو ایک دھاردار شمشیر براں کو زہر کے پانی میں بجھا کر اپنے دشمن کو دیدے تاکہ اُس سے قتل کر کے وہ اُسے اوٹ لے۔

ابن سعود کا جزیرۃ العرب میں استعماری طاقت سے موالات کرنا اور اجنبی قوم کے اثرات کی تائید کرنا ابن سعود کا یہ فعل اُن باتوں میں سے ہے جو محتاج دلیل نہیں اس لئے کہ ابن سعود نے اپنی حکومتوں کے ساتھ زمانہ ماسبق میں جو رویہ اختیار کیا ہے اُس سے ابن سعود کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے ابن سعود کا عسیر کو (جو درحقیقت ایک یمنی خطہ ہے) اپنی حمایت میں لیکر امام یحییٰ سے چھیڑ چھاڑ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وہ اُسکے حصول کی کوشش کر رہے تھے تاکہ یمن کے منتشر شیرازہ کو یکجا کیا جا سکے۔ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ ابن سعود استعماری طاقتوں کے ہاتھ میں ایک آلہ تہدید ہے جسکو وہ عرب حکمرانوں اور امرائے ملک کو مطیع کرنے کے لئے استعمال کرتی رہتی ہیں یمن کی مثال آج بالکل حجاز کی سی ہے حکومت حجاز نے اپنے وجود کو محفوظ رکھنے کے لئے جب اس کاغذ کے ٹکڑے پر دستخط کئے جس کو معاہدۂ لاونس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو بلاد عرب اور عربوں کے لئے سراسر باعث ذلت و رسوائی تھا تو اس وقت استعماری طاقت سے ابن سعود ہی کو حکومت حجاز کے برباد کرنے کے لئے آلہ کار بنایا ہم مسلمانان عالم سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ گہری نظروں سے ان حالات و حوادث کا مطالعہ کریں جو آج اندرون حجاز و بیرون حجاز میں پیش آرہے ہیں خصوصاً جن کا تعلق یمن کی

محفوظ مملکت سے ہے اگر مسلمانوں نے غور کیا تو ان کو معلوم ہو جائیگا کہ ابن سعود نہ صرف حجاز کی آزادی و استقلال اور اس کے دینی احترام کے زوال کا سبب تھا بلکہ وہ اس وقت بھی اجنبی قوموں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہے جن کے پردہ میں اسلامی وعربی عمارتوں کی بیک وقت بیخکنی کیجارہی ہے۔

ایک ہولناک تباہ کن جدید حادثہ کے وقوع کا اندیشہ درپیش ہے جس میں حجاز اور اہل حجاز کی تباہی و بربادی کا یقین کیا جاتا ہے۔ یہ خطرہ اُسی وقت دفع ہو سکتا ہے جبکہ مسلمانان عالم حجاز کی آزادی کے لئے حجازیوں کی امداد کریں اور اُن کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ملا کے کام کریں تاکہ موجودہ طرز حکومت کا جو انتہائی مہلک ہے خاتمہ کردیا جائے اور وہابیوں کی قوت کو جو آج بلاد عربیہ کی سلامتی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے مسدود کیا جاسکے۔

منظورہے گذارش احوال واقعی

ناظرین باتمکین اس حصہ کو ختم کرنیکے بعد جو اپنی جگہ پر پورا ہے چند معروضات گوش گذار کرنا چاہتا ہوں اور توجہ کا خواستگار ہوں۔ یہ کتاب جس حیثیت اور حالات کی ہے اس کے ملاحظہ سے آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں تقریباً دو سو صفحات پر اسے ختم کردینے کا اصلی سبب تو یہی ہے کہ کتاب کا حجم زیادہ بڑھ جائے گا تو اسی مناسبت سے قیمت میں بھی اضافہ ہوگا لیکن وہ غرض فوت ہو جائیگی کہ یہ واقعات وحالات اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کے ہر گھر میں ایک کاپی اس کی ضرور ہو اور غریب اشخاص بھی اسے ملاحظہ کرسکیں۔ دوسرے جتنی بڑی کتاب ہوگی اسی قدر اس میں وقت بھی صرف ہوگا کہ

نشر و اشاعت کیجائے حالانکہ ذوق و شوق کا مقتضا ہے کہ فوراً چھپ کے ہاتھوں میں پہونچے اور ملک الحجاز کے کارناموں کو دیکھ کے عبرت حاصل ہو۔

درحقیقت واقعات اس کثرت سے ہیں کہ یکجائی کی صورت میں بہت بڑی ضخامت ہوجائیگی جسے بالعموم لوگ ناپسند کرتے ہیں کسی قدر آرام لینے کے بعد ہی دوسرے حصہ کی تیاری میں مصروف ہوجاؤں گا اور خدا سے امید ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور جاذب توجہ ہوگا۔ میں نے اس کو تبرکاً و تیمناً ارض مقدس کے واقعہ حالیہ کی بابت بلحاظ مضمون مرتب کیا ہے اور حسن و عشق کے جذبات بلحاظ تناسب کم ہیں آئندہ حصہ میں نفس واقعات میں زیادتی کیجائیگی امور عجیب و حالات غریب کا وہ حصہ حامل ہوگا۔

کیا کروں روداد کی کثرت نے تنہائی کے سبب سے بولا دیا اور صدہا قصے یونہیں رہ گئے کہ کتاب طویل ہوجائیگی جو غایت اشاعت کے خلاف تھا اس کے بعد ذیل میں ہم آئندہ حصہ کے لئے کچھ اشارات لکھ کے آپ سے رخصت ہوتے ہیں ع

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

سلطان نجد کے ابتدائی حالات جنمیں حسن و عشق کا عنصر غالب ہوگا اور سیاسی پہلو سے اُن تدابیر پر روشنی ڈالی جائے گی جو موجودہ سلطنت و اقتدار حاصل کرنے میں کی گئی تھیں۔ عربی ریاستوں اور تمام اسلامی ریاستوں سے حکومت نجد و امارت حجاز کے تعلقات کشیدگی یا وابستگی کی توجیہات۔ ارض مقدس میں ماثر متبرکہ و اماکن مقدسہ کے ساتھ بے ادبی کے مفصل حالات علماء و مشائخ نجد کے فتادی علماء اسلام کی بیش بہا آراء اور احکام۔ ہندوستان میں ان مظالم و جبر پر احتجاج انجمنوں کے انعقاد اور اُن کے لائحہ عمل مذہبی اور سیاسی نکتہ نظر سے مباحث۔ مشاہد و مقابر کے انہدام کی تفصیلی کیفیت صاحبان قبور کے متبرک مختصر یا مفصل حسب ضرورت

سلسلۂ مطبوعات نمبر
قریشی بکڈپو کوچہ چیلان دہلی

2

ابن سعود
اور
مآثر متبرکہ

... نجد یا جدید ملک الحجاز کے گذشتہ اور موجودہ واقعات زندگی پر تبصرہ عجیب و غریب
حالات کے دلچسپ انکشافات معاشری و ملی پابندیوں کیساتھ عیش و تنعم پروری نہایا
سعود کے پردہ میں اماکن مقدسہ و مآثر متبرکہ کی تباہی و بربادی ۔ وہابیت کا حیرت انگیز
... و عمل درآمد مسلمانان عالم کے متعلق خیالات اور نظریہ ارتباط و افتراق باہمی
... میں جاہ طلبی اور ہوس ملک رانی کی جدوجہد نہایت موثر طریقہ سے بغیر کسی
جنبہ داری یا التعصب کے نہایت تحقیق و تدقیق سے سمت تحریر میں آئے ہیں
وہ واقعات جن کے سننے کے لئے دنیا بیچین ہے بڑی تلاش سے فراہم کئے گئے
ہیں اور دنیائے اسلام نے جس جوش و خروش سے رائے زنی کی ہے اسپر منصفانہ
تنقید کی گئی ہے ۔ ناول اسقدر دلکش ہے کہ بغیر ختم کئے ہوئے ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہیگا

از جناب ابوالعلا مولوی محمد عظمت علی صاحب حسرت لکھنوی

پبلشر

جناب منشی حامد حسین قریشی (فرید آبادی) خوشنویس مالک قریشی بکڈپو کوچہ چیلان دہلی

مطبوعہ جامعہ ملیہ برقی پریس دہلی